اخلاق و تصوف اردو

باب دانش۔ مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش ۔ ۲ ۔ ۱۰
اوقات عزیزی۔ از سید غلام حیدر خان ۸ ۔
ترجمہ عوارف المعارف۔ کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی ۔ ۱۲ ۔
بحر الحقیقت۔ اصلاح نفس مین ۔ ۲ ۔
جامع طیبی۔ حال آنحضرت آپکی ابتدائے عمر سے وصال تک درج کیا گیا ہے ۱۲ ۔
کیمیائے حکمت حصہ اول بیان شرائف علم و ادب ۔ ۲ ۔ ۱۰
پیراہن یوسفی۔ اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف کامل دو جلد مین (زیر طبع)
شجرۂ معرفت محشی منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب ۔ ۱۲ ۔
مذاق العارفین۔ ترجمہ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار کامل در دو مجلد (زیر طبع)
تہذیب جسمانی۔ مؤلفہ حکیم احسان علی ۱۲ ۔
ترجمہ غنیۃ الطالبین۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی کی مستند اور مشہور تصنیف اس کتاب کی تہذیب یہ ہے کہ دو کالم مین ایک مین اصل عربی عبارت اور دوسرے مین ترجمہ نہایت سلیس مقبول عام ہے ۔ ۔
جامع الاخلاق۔ یعنے اخلاق جلالی کا اردو ترجمہ ۔ ۱۰
آبحیات۔ یعنی انسان کن باتون پر عامل ہوکر حیات ابدی حاصل کرسکتا ہے ۲ ۔ ۱۰
محبوب الاخلاق۔ ترجمہ اخلاق محسنی فارسی مترجمہ راجہ راجیشورراؤ ۔ ۹ ۔ ۱۰
مبادیۂ شنیہ اخلاق کہ نہایت بیش بہا نکات ۔ ۔
پندنامہ وحید۔ ہر بارہ مین بیش بہا نصائح ۔
پندنامہ حبیبی۔ قابل عمل نصائح ۔ ۱ ۔
اظہار الحقیقت۔ بزرگون پر طعن و تشنیع کے برے نتائج ۔ ۔
رسالہ کسب الانبیا۔ جس مین بتایا گیا ہے کہ کسی پیشے کی تحقیر نہایت ہی جرم ہے ۔
گلدستۂ جنان گلستان شیخ سعدی کی بے مثل اور لاجواب شرح ہے ۱۲ ۔
حدیقۃ الاخلاق۔ یہ کتاب بہت سے ایسے سہل اور اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے جس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے بشرطیکہ ان پر عمل کرے تو اسکی زندگی بہترین زندگی کا نمونہ بن سکتی ہے۔ از منشی پیارے لال شاکر میرٹھی ۔ ۱۰ ۔

کتب اخلاق فارسی

گلستان جلی قلم کاغذ سفید کندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم ۔ ۱۲ ۔
تضمین گلستان سعدی۔ منشی ہرگوپال تفتہ سکندرآبادی شاگرد مرزا غالب ۔
بہارستان جامی۔ اخلاق و نصائح مین نہایت بیش بہا اور قابل قدر کتاب ہے ۔ ۵ ۔
خارستان۔ حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی ۔ ۸ ۔
بہار بوستان۔ بوستان کی جامع شرح ٹیکچند بہار ۔ ۱۲ ۔
اخلاق جلالی محشی ۔ ۱۲ ۔
اخلاق ناصری ۱۲ ۔
بوستان معرفت شرح مثنوی مولانا روم۔ یہ ایک ایسی جامع مانع مثنوی کی شرح ہے جس مین وہ دو نکات تصوف بیان کئے ہین جنھین دیکھکر عجیب و غریب رموز و اسرار معلوم ہوتے ہین اس قدر تحقیق سے کام لیا ہے کہ تمام فضول اور زائد باتین جو شارحین اور محشیون نے صرف حسن عقیدت کے مطالب مین اضافہ کردی تھین بجائے اسکے تحقیق اور تدقیق سے کام لیکر پڑھنے والے کے لئے اسقدر آسانی کردی ہے کہ پھر کوئی مشکل باقی نہین رہتی چھ جلدون مین ہے۔

جلد اول ۱۲ ۔
جلد دوم ۱۲ ۔
جلد سوم ۱۲ ۔
جلد چہارم ۱۲ ۔
جلد پنجم ۱۲ ۔
جلد ششم ۱۲ ۔

تم کنے ہو سو جواب یہ کہ ازلی اقرار توحید تو معرفت روحانی سے ہے اور اب اس دائرہ امتحان مین فطرت انسانی ہے پس حدیث مبارک کے یہ معنی ہین کہ جو بشر
مولود ہوتا ہے اسکا صفحہ دل ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہے حتی کہ اگر اس حالت پر مر جاوے تو اسپر کسی نام کی مہر نہوگی بلکہ وہ سادہ
کے مانند صاف ہوگا جسپر ہر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہے پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہے چنانچہ وہ جن
لوگون پر اعتماد کرتا ہے اسکے والدین و قوم ہین پس جنکی تقلید کی وہی مہر اسپر کندہ ہو جائیگی حتی کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو تغیر نہین کر سکتا ہے مثلاً موت کے
بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہے پھر بھی وہ منکر نکیر سے یہ نہین کہہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالی وحدہ لا شریک ہے اور
محمد رسول اللہ ہین صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جو مہر اسکے صفحہ دل پر نقش تھی وہ غرغرہ موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی اور اب کچھ نہین ہو سکتا ہے
کیا یہ نہین دیکھتے کہ بندہ مومن بھی قبر مین منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ نہوگا اور نہ خوف سے چھپاوے گا بلکہ صاف صاف
جو اسکی مہر پر کندہ ہے وہی بتلاویگا - اسیواسطے جب کسی شخص کے دل مین شیطان نے توحید کی طرف سے شبہہ ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہے
لیکن اسنے بغیر گفتگو کے کہا کہ مین ان شبہات سے بیزار ہون اور مین یہی یقین رکھتا ہون کہ اللہ تعالی وحدہ لا شریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ
وسلم مین جو کچھ لائے برحق ہے تو شبہہ کچھ مضر نہوا اور شیطان کا وسوسہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر وہی نقش جمایا اور باقی کو جگہ دینے
سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافرون کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہے مگر وہ دل مین اسکو نہین جماتا ہے تو وہ کافر ہی مرتا
ہے جیسے ہرقل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہین مگر سلطنت کے لالچ مین ایمان نہ لایا اور جیسے علماے یہود کو یقین تھا مگر ایمان نہ لائے اسکے
یہی معنے ہین کہ انکے دل مین ضرور یہ جمع ہوا مگر انھون نے اپنے اعتقادات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل مین جگہ نہ دی بلکہ رد کر دیا تاکہ فو
مرے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگون پر اپنی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہد نفس سے تھا پس وہ اچھا رہا جسنے یہ نقش کیا
کہ اللہ تعالی کے سواے کوئی معبود نہین یا میرا و تمام جہان کا خالق موجود ہے اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہوا اور بکثرت بلکہ کل ہی ایسے گذرے کہ
انکو امتیاز نہوا لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی بغیر ازینکہ اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا سب کا خالق ہے
ولیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول مان لیا
اللہ تعالی نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت مین اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلاً متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے
ساتھ اس شخص کی بیاہی عورت کے پسر سے عقد کیا ہو تو لا علمی جہل و عفو ہے جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہے پس یہ بھید ہے کہ زمانہ اسلام
مین جس نے بد کیا تو وہ بدی دو طرح ہے اول یہ کہ لوح فطرت کو نہین بدلا پس قبول نہین اور اول و آخر سب مین ماخوذ ہوگا کیونکہ
اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہین کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مواخذہ نہ رہا

والحمد للہ رب العالمین

بخلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہے کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہے جیسے نکاح
مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالےٰ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح و ملک یمین
ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہے ایسا ہی واجب ہے کہ نظر و قیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جوروؤن کی ماؤن اور ربائب مین ہووے
اور یہی ان جمہور فقہاء کے نزدیک ثابت ہے اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اور شاذ ہو کر نکل بھاگنے والے پر حجت ہین ۔ پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے
ملک مین ایک باندی ہوا اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا ایس
ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کر سکتا تاوقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کرنے یا کسی سے نکاح کر دینے سے اپنی ملک سے خارج نکر دے
اور خالی زبان سے عزم کر لینا کہ اول سے وطی نکریگا جیسا کہ قتادہؒ کا قول ہے کافی نہین اور یہی امام ابوحنیفہؒ و انکے اصحاب کا و اوزاعی و شافعی
و احمد و اسحٰق کا قول ہے اور یہی حضرت علی و ابن عمر و حسن بصری سے مروی ہے ۔ اور واضح ہو کہ قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علماء نے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی
زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کر سکتا ہے تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کر سکتا ہے اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت
نہین کر سکتا تو اختلاف ہے پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کر سکتا
اور یہی قول امام ابوحنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و احمد بن حنبل کا ہے اور یہی مجاہد و عطاء و نخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے
اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہے اور یہی شافعی کا مذہب ہے ۔ پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین سمجھتے تھے کہ مثلاً دو
بہنون کو جمع کرتے تھے اور اب اللہ تعالےٰ نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہے اور نیز احتمال تھا کہ دو
بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہوا اور دونون حاملہ ہین تو جس کو مثلاً چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوے تو
رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ ۔ اِلَّا ۔ لکن مَا قَدْ سَلَفَ ۔ فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعض ما ذکر فلا جناح علیکم فیہ یعنی الا بمعنی
منقطع بمعنے لکن ہے اور معنے یہ ہین و لیکن جو ہو چکا، یعنے جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو اب
اسکا تم پر گناہ نہین ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا ۔ لما سلف منکم قبل النہی ۔ اللہ تعالےٰ بخشنے والا ہے یعنے ایسے امر کا جو تم سے
ہو گذرا ممانعت سے پہلے ۔ رَّحِیْمًا ۔ بکم فی ذلک ۔ رحمت کرنے والا ہے تم پر اس معاملہ مین ۔ یعنے محض رحمت ہے کہ تمکو ماخوذ نہین کیا
اور اسمین اشعار ہے کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہے اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہے کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو
ہوے اب جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال مین پکڑا جاویگا ۔ اور یہ مضمون صحیح مسلم کی
حدیث سے ماخوذ ہے ۔ اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ اسمین کیا بھید ہے کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہے اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتی کہ اگر
زمانہ اسلام مین مسلمان ہوا تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیے اور ذیل بیان مین فوائد کثیرہ ہین ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت آیات
مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ ساحت قدم تک پہونچے الا بقدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہین ہین تو فہم
و معرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہے پھر جب حقتعالی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ کے موافق ہر طالب
حق کو ہدایت دیدی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہے کیونکہ وہ صفت قدس آلہی قدیمہ ہے اور بشر اسکے کنہ ادراک سے عاجز ہے پس محقق ہوا کہ
زمانہ فطرۃ مین یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جبلی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جائے کہ حدیث سے معروف ہے کہ لوگ اسلامی
فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے ماں باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت و جبلہ مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت جبہ ۔

علیہ وسلم نے زیدؓ بن حارثہؓ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہؓ کے نام سے مشہور ہوئے اور زیدؓ کے نکاح میں زینبؓ تھیں زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عز وجل نے حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا۔ وقد قال فلما قضی زید منہا وطرا زوجناکہا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائہم الآیۃ۔ اور زمانہ جاہلیت والے منھ بولے کی جورو سے نکاح نہیں کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ۔ بالجملہ اسمیں خلاف نہیں کہ منھ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے نکاح حرام نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھیں بیٹوں کی جوروئیں حرام ہوئیں جو اپنی پشت سے ہیں تو رضاعی بیٹے کی جورو کہاں سے حرام کہی جاتی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہے کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہے پس جواب یہ ہے کہ بعد اجماع کے کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو نسب سے حرام ہے وہ رضاع سے حرام ہے۔ اور اسمیں اختلاف ہے کہ وطی زنا مقتضی تحریم ہے یا نہیں و تحریر دلائل طرفین طوالت چاہتا ہے اور مذہب امام ابوحنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہے کہ زنا مقتضی تحریم ہے اور یہی قول عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وشعبی وعطاء وحسن بصری وثوریؒ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام احمد واسحق کا ہے اور نیز اختلاف ہے کہ لواطت موجب تحریم ہے یا نہیں تو امام ثوریؒ سے مروی ہے کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی ماں حرام ہو گئی اور یہی قول امام احمد کا ہے اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہے واللہ اعلم۔ **وَاَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ**۔ من نسب ورضاع ویلحق بالسنۃ الجمع بینہا وبین عمتہا او خالتہا ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد وملکہما معا ووطء واحدۃ۔ یعنی اور حرام ہے تم پر یہ کہ جمع کرو دو بہنوں کو مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنیں ہوں یا رضاعی ہوں۔ اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہے یہ کہ حرام ہے جمع کرنا عورت و اسکی پھوپھی کو یا عورت و اسکی خالہ کو۔ ہاں انمیں سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہے کہ وہ تنہا ہو یعنے پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مر جاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ روا ہے کہ ایسی دو باندیاں ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرے یا کسی اور سبب سے اپنی ملک میں جمع کرے جو دونوں بہنیں ہوں یا ایک باندی و اسکی پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک میں جمع کرنا منع نہیں مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنوں سے ایک ساتھ ایک عقد میں یا دو عقد میں نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہے اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش کرو اور حرمت عام ہے کہ دو بہنیں ایک ماں و باپ سے ہوں یا فقط باپ کی طرف سے ہوں یا فقط ماں کی طرف سے ہوں جمع کرنا حرام ہے اور اسپر امت کا اجماع ہے اور اسپر بھی اجماع ہے کہ دو بہنوں کا اپنی ملک میں جمع کرنا روا ہے پھر اسمیں اختلاف ہے کہ ملک میں دو بہنوں کو جمع کر کے دونوں سے وطی روا ہے یا نہیں تو جمہور علماء کے نزدیک نہیں روا ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے اور اسکے تحت میں دو بہنیں ہوں تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ **فیروز دیلمیؓ** سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں دو عورتیں دونوں بہنیں تھیں تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد وابن مردویہ **شیخ ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ ملک یمین میں دو بہنوں کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونوں سے وطی کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ آیت عام ہے اور یہی حال اماموں وجمہور علماء سلف وخلف سے مروی مشہور ہے ہاں بعض سلف نے اسمیں توقف کیا ہے پھر **ابن کثیرؒ** نے بعد تھوڑے ذکر کے **شیخ ابن عبد البر** سے نقل کیا کہ جن لوگوں سے اختلاف منقول ہے اسکی طرف فقہائے حجاز وعراق وشام ومشرق ومغرب کسی نے التفات نہیں کیا سوائے بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہیں مانتے اور جس امر پر ہم نے اجماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کر کے چھوڑتے ہیں اور فقہا کی جماعت نے

خلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہے کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہے جیسے نکاح
مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالے حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح وملک یمین
ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہے ایسا ہی واجب ہے کہ نظر وقیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جوروؤن کی ماؤن اور ربائب مین ہووے
اور یہی ان جمہور فقہاء کے نزدیک ثابت ہے اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اور شاذ ہو کر نکل بھاگنے والے پر حجت ہین۔ پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے
ملک مین ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا لیس
ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کرسکتا تاوقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کرلے یا کسی سے نکاح کردینے سے اپنی ملک سے خارج نکردے
اور خالی زبان سے عزم کرلینا کہ اول سے وطی نکریگا جیسا کہ قتادہ کا قول ہے کافی نہین اور یہی امام ابوحنیفہؒ وانکے اصحاب کا و اوزاعی وشافعی
واحمد واسحٰق کا قول ہے اور یہی حضرت علی وابن عمر وحسن بصری سے مروی ہے۔ اور واضح ہو کہ قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علما نے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی
زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کرسکتا ہے تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کرسکتا ہے اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت
نہین کرسکتا تو اختلاف ہے پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کرسکتا
اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ وانکے اصحاب و ثوری واحمد بن حنبل کا ہے اور یہی مجاہد و عطاء و نخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے
اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہے اور یہی شافعی کا مذہب ہے۔ پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین کہتے تھے کہ دو
بہنون کو جمع کرتے تھے اور اب اللہ تعالے نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہے اور نیز احتمال تھا کہ دو
بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہوا اور دونون حاملہ ہین تو پس کہ مثلاً چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہووے تو
رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ۔ اِلَّا۔ لکن مَا قَدْ سَلَفَ۔ فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعض اذکر فلا جناح علیکم فیہ یعنے الا بمعنی
منقطع یعنے لکن ہے اور معنے یہ ہین ولیکن جو ہو چکا، یعنے جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو
اسکا تم پر گناہ نہین ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا۔ لما سلف منکم قبل النہی۔ اللہ تعالے بخشنے والا ہے یعنے ایسا امر کا جو تم سے
ہو گذرا ممانعت سے پہلے۔ رَّحِیْمًا۔ بکم فی ذلک۔ رحمت کرنے والا ہے تم پر اس معاملہ مین۔ یعنے محض رحمت ہے کہ تمکو ماخوذ نہین کیا۔
اور اسمین اشعار ہے کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہے اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہے کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو
ہوے اب جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال مین پکڑا جاویگا۔ اور یہ مضمون صحیح مسلم کی
حدیث سے ماخوذ ہے۔ اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ یہین کیا بھید ہے کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہے اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتی کہ اگر
زمانہ اسلام مین مسلمان ہوا تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیے اور ذیل بیان مین فوائد کثیرہ ہین۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے معرفت آیات
مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ ساحت قدم تک پہونچے الا بقدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہین ہین تو فہم
ومعرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہے پھر جب حقتعالی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ کے موافق ہر طالب
حق کو ہدایت نہ دی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہے کیونکہ وہ صفت قدس الٰہی قدیمہ ہے اور بشر اسکے کنہ ادراک سے عاجز ہے پس متحقق ہوا کہ
زمانہ فطرہ مین یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جبلی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جائے کہ حدیث سے معروف ہے کہ لوگ اسلامی
فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے ماں باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کردیتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت وجبلہ مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت جبلہ

علیه وسلم نے زید بن حارثہؓ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہؓ کے نام سے مشہور ہوے
اور زیدؓ کے نکاح مین زینبؓ تھین زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عز وجل نے
حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا - وقد قال فلما قضی زید منها وطرا زوجناکها لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائهم
الآیۃ - اور زمانہ جاہلیت والے منھ بولے کی جورو سے نکاح نہین کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا
وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ - بالجملہ اسمین خلاف نہین کہ منھ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے
نکاح حرام نہین ہی - اگر کہا جاوے کہ جب انھین بیٹون کی جورو ین حرام ہوئین جو اپنی پشت سے ہین تو رضاعی بیٹے کی جورو کہان سے
حرام کیجاتی ہی حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہی کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہی پس جواب یہ ہی کہ بعد اجماع کے
کسی دلیل کی ضرورت نہین اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ جو نسب سے حرام ہی وہ رضاع سے حرام ہی - اور اسمین اختلاف ہی کہ وطی زنا مقتضی
تحریم ہی یا نہین وتحریر دلائل طرفین طوالت چاہتا ہی اور مذہب امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہی کہ زنا مقتضی تحریم ہی اور یہی قول عمران
بن حصین رضی اللہ عنہ وشعبی وعطاء وحسن بصری وثوریؒ سے مروی ہی اور یہی مذہب امام احمد واسحق کا ہی اور نیز اختلاف ہی کہ لواطت
موجب تحریم ہی یا نہین تو امام ثوریؒ سے مروی ہی کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی مان حرام ہوگئی اور یہی قول امام احمد کا
ہی اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہی واللہ اعلم - **وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ** - من نسب او رضاع ویلحق بالسنۃ الجمع
بینها وبین عمتها او خالتها ویجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد وملکهما معا ویطا واحدۃ - یعنی اور حرام ہی تمپر یہ کہ جمع کرو دو بہنون کو -
مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنین ہون یا رضاعی ہون - اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہی یہ کہ حرام ہی جمع کرنا عورت و اسکی پھوپھی کو یا عورت و
اسکی خالہ کو - ہان انمین سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہی کہ وہ تنہا ہو یعنی پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مر جاوے تو دوسری سے نکاح کرسکتا ہی
اور یہ روا ہی کہ ایسی دو باندیان ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرکے یعنی اور سبب سے اپنی ملک مین جمع کرے جو دونون بہنین ہون یا ایک باندی و اسکی
پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک مین جمع کرنا منع نہین مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنون سے ایک ساتھ ایک عقد مین یا
دو عقد مین نکاح کیا تو باطل ہی اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہی اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش
کرو اور حرمت عام ہی کہ دو بہنین ایک مان و باپ سے ہون یا فقط باپ کی طرف سے ہون یا فقط مان کی طرف سے ہون جمع کرنا حرام ہی اور اسپر
امت کا اجماع ہی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ دو بہنون کا اپنی ملک مین جمع کرنا روا ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ ملک مین دو بہنون کو جمع کرکے دونون
سے وطی روا ہی یا نہین تو جمہور علما کے نزدیک نہین روا ہی اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہی اور شیخ **ابن کثیرؒ** نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے
اور اسکے تحت مین دو بہنین ہون تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ **فیروز دیلمیؓ** سے روایت ہی کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین دو عورتین
دونون بہنین تھین تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونون مین سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد وابن مردویہ
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ملک یمین مین دو بہنون کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونون سے وطی کرے یہ بھی حرام ہی کیونکہ آیت عام ہی اور یہی حال دونون
اماؤن و جمہور علماء سلف وخلف سے مروی مشہور ہی ہان بعض سلف نے اسمین توقف کیا ہی پھر **ابن کثیرؒ** نے بعد تھوڑے ذکر کے **شیخ**
ابن عبد البر سے نقل کیا کہ جن لوگون سے اختلاف منقول ہی اسکی طرف فقہاے حجاز و عراق و شام و مشرق و مغرب کسی نے التفات نہین کیا
سواے بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکل گئے اور قیاس کو نہین مانتے اور جس امر پر ہم نے اجتماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کرکے چھوڑتے ہین اور فقہا کی جماعت نے

عباس رضہ نے کہا کہ وہ مبہمہ ہی پس اسکو مکروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم وقد روی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و مسروق و طاؤس و عکرمہ و عطاء و حسن و مکحول
و ابن سیرین و قتادہ و الزہری نحو ذلک **بیضاوی** نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہین خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور تا اسمین تانیث
کی نہین بلکہ اسمیت کی ہی اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہی اور جائز نہین کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جب ربائب کی قید
قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز نہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادبا
کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنون پر محمول نہین ہو سکتا ہی مترجم کہتا ہی کہ روایت اور نظم کلام دونون سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہی **شیخ**
ابن کثیر رح نے کہا یہی مذہب چارون امامون و ساتون فقہاء اور جمہور فقہاء سلف و خلف کا ہی اور **قرطبی** رح نے فرمایا کہ حضرت علی رضہ سے جو اسکے خلاف مروی
ہوا وہ بروایت خلاس ہی اور اسکی روایت سے حجت نہین ہو سکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہین ہی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح
روایت موافق جمہور کے ہی اور **ابن کثیر** رح نے اسپر اجماع کہا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب اسمین قول اس شخص کا ہی جو کہتا ہی کہ امہات
مین ابہام ہی کیونکہ انہین انکی دخترون سے مدخول ہونے کی قید مذکور نہین ہی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہی کہ مدخول بہا و غیر
مدخول بہا دونون کو شامل ہی پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جائیگی۔ اور کشاف مین کہا کہ اس بات پر اتفاق ہی کہ عورتون
کی ماؤن کی تحریم مبہم ہی اور ربائب کی تحریم مبہم نہین بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالی کے بالجملہ صحیح یہ ہی کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اوسکی ماں حرام ہو جاتی ہی اور
ماں سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہین ہوتی جبتک دخول واقع نہو فافہم۔ **وَحَلَائِلُ** - ازواج - **أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ**
بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم۔ یعنی اور حرام ہوئین تمپر جوروین تمھارے بیٹون کی جو تمھاری پشت سے ہین۔ مفسر رح نے کہا یعنی بر خلاف
ان بیٹون کے جن کو تمنے متبنی کیا ہو کہ انہین تم کو روا ہی کہ ان کی جوروؤن سے نکاح کر لو۔ واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہی بمعنے زوجہ کیونکہ وہ حلال ہی
یا بستر پر حلول کرتی ہی اور علمانے اجماع کیا ہی کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹون پر حرام ہی لقولہ تعالی۔ لا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ۔ اور جس سے
بیٹون نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہی بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہو یا نہ ہو اور باپ شامل ہی اوپر کی اصل دادا پر دادا وغیرہ کو بھی اور
ایسے ہی بیٹون کا لفظ بھی پوتون پر پوتون وغیرہ سب کو شامل ہی اور اسمین اختلاف ہی کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہی
یا نہین۔ اور ابن المنذر رح نے فرمایا کہ علماء امصار مین سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد وطی کر لی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہو گئی اور اسپر بھی اجماع ہی کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہوگی
پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہو گئی اور مین نہین جانتا ہون کہ انھون نے اسمین اختلاف کیا ہو پس
انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہی اور چونکہ انھون نے سوائے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے مین اختلاف کیا ہی تو بوجہ اختلاف کے بعد نظر
کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہے گی۔ اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہین پہونچا۔ واضح
ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم۔ جملہ صفت ابناء واقع ہی اور اصلاب جمع صلب بمعنے پیٹھ ہی یعنے وہ بیٹے جو تمھاری پشت سے ہون خواہ
پہلی پشت سے ہون یا دوسری پشت سے کہ تمھارے بیٹون کے بیٹے ہون اور اس سے احتراز ہی ان لوگون سے جنکو متبنی کر لیتے تھے کیونکہ وہ
منھ بولے بیٹے ہین درحقیقت بیٹے نہین ہین اور اللہ تعالے نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم
ہو اقسط عند اللہ الآیہ۔ یعنے انکو انکے باپون کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا وما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ۔ یعنی تمھارے منھ بولے
ہوون کو تمھارے بیٹے نہین کر دیا۔ پس انکی جوروؤن سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کر دین یا مر جاوین تو تم کو نکاح کرنا حلال ہی اور یہی [illegible]

کی حمایت میں پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ حجور سے مراد بیوت ہیں پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم بیان غالب حالت کا ہی یہ کوئی قید نہیں
ہے اور فائدہ اسکا تقویت و تکمیل علت حرمت ہی کما ذکرہ البیضاوی اور اسپر جمہور کا اتفاق ہی اگرچہ داؤد ظاہری وابن حزم وغیرہ
نے اسکو قید تصور کیا ہی اور یہ خلاف دلائل ہی اور صحیحین میں ہی کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویوں میں سے ہیں کہا کہ یا
رسول اللہ آپ غرہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کر لیں تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہی۔ کہا کہ ہاں میں ملنے نہیں ہوں یہ چاہتی ہوں کہ
بھلائی میں اگر میرے شریک اور ہونگی تو اُس سے بہتر یہی ہی کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہیں ہی۔ عرض کیا کہ میں ایسے
عرض کروں آپ چاہتے ہیں کہ ابو سلمہ کی دختر سے نکاح کریں آپ نے فرمایا کہ کون ابو سلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابو سلمہ سے ہی۔ کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ
اگر وہ میری ربیبہ میری حجر میں نہوتی تو بھی مجھے حلال نہیں تھی وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہی ثویبہ نے مجھے اور ابو سلمہ کو دودھ پلایا ہی سو تم
لوگ ہرگز اپنی بیٹیاں و بہنیں مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری میں ہی کہ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی
فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا احتیاط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہی اور ابن کثیرؒ نے اپنے استاذ
شیخ ذہبیؒ سے نقل کیا کہ شیخ امام تقی الدین حرانی پر میں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھوں نے مشکل قرار دیا۔ اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی
کا مالک ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونوں سے وطی کر سکتا ہی یا نہیں۔ تو ابن المنذر نے عمرؓ سے اسکا حکم روایت کیا کہ میں
پسند نہیں کرتا ہوں اور ایسا ہی اسنیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونوں کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام
کیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شیخ ابو عمرو بن عبد البر نے فرمایا کہ علما میں کچھ اختلاف نہیں کہ کسی مرد کو حلال نہیں کہ عورت و اسکی دختر سے بملک
یمین وطی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مانگ نکاح میں حرام فرمایا ہی اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہی سوائے اسکے جو عمرؓ و ابن عباس سے
مروی ہوا و لیکن ائمہ فتوی و انکی اتباع میں سے کوئی بھی اس قول پر نہیں ہی انتہی کلامہ پس خلاصۂ تفسیر یہ ہی کہ قولہ و امہات نسائکم یعنی تمپر
تمھاری جوروؤں کی مائیں حرام ہیں و ربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللّٰتی دخلتم بہن۔ اور تمپر تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری پرورش
میں یا تمھارے گھروں میں رہا کرتی ہیں تمھاری ان عورتوں سے جنسے تم نے دخول کیا ہی یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہی تمپر حرام ہیں خواہ ربیبہ ہو یا
ربیبہ کی دختر کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو۔ چاہے تمھاری پرورش میں ہو یا کسی اور
شہر میں ہو۔ قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم۔ پھر اگر تم نے جوروؤں سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہی نہ کی ہو تو ربیبہ سے
نکاح کرنے میں مضائقہ نہیں یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کرے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ
طلاق دیدے یا مر جاوے اور مملوکہ سے یہ عزم بالجزم کرے کہ اس ربیبہ کی ماں مملوکہ سے وطی نہ کریگا۔ واضح ہو کہ جوروؤں کی مائیں حرام ہونے
کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہیں بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں و نانی وغیرہ دائمی حرام ہو جاوینگی خواہ جورو سے دخول کرے یا نکرے
اور ربیبہ حرام ہونے میں قید یہی کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہی ورنہ نہیں۔ پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم یہ مخصوص
ربائب کے ساتھ ہی۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونوں کے ساتھ سمجھا ہی اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے
سے اسکی ماں یا بیٹی کوئی حرام نہیں ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر و ابن المنذر و عبد الرزاق وغیرہ کے حضرت
علی و زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جبیر و ابن عباس سے مروی ہی اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمیں توقف کیا اور شافعیہ میں سے احمد
بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دی تو اسکی ماں حلال نہیں اور بن

...ت الزوج - اَلّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ - تربونہا صفۃ موافقۃ للغالب فلا مفہوم لہا - مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
...ی جامعتموہن - فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فی نکاح بناتہن اذا فارقتموہن یعنی اور
حرام ہوئین تمپر تمہاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہے ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو۔ پھر ان
ربائب کی صفت بیان کی ہے کہ وہ ربائب جو تمہارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ہے یعنی گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش
کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی
لڑکی کہین اور ہو تو زید پر حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہے حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہے مفسرؒ نے جواب دیا کہ یہ صفت جو مذکور
ہوئی ہے حرمت کی قید نہین ہے یعنی یہ مراد نہین ہے کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ ربیبہ
اپنی ماں کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہے اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہے کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہوگئی جبکہ
اسکی ماں مدخولہ ہو جاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہوگئی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرمادیا کہ یہ ربائب اسطرح تمپر حرام
کب ہونگی کہ ان جوروؤن کی ہون تو فرمایا۔ من نسائکم اللاتی دخلتم بہن۔ تمہاری ان جوروؤن کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہے۔ اور مفسرؒ نے دخول
کے معنے یہ بیان کیے کہ جنسے تم نے جماع کیا ہو۔ مگر جاننا چاہیے کہ علمانے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہے کہ کون دخول موجب تحریم ہے پس ابن المنذرؒ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے ۔ نکحتموہن سے
تفسیر کی اور ایسا ہی اوروں نے کہا اور شاید معنے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤس و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہے اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم
بہن کے معنی داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہے جماع سے اور حرمت مین وہ بھی بشوہر ہے جو زنا نہو مانند وطی بشبہہ ملک یمین کے۔ اور
امام ابو حنیفہ و مالک و ثوری و اوزاعی و لیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند
سے ہو حرام ہو جائیگی پھر کبھی اس سے نکاح نہین کرسکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دو قول ہین سے یہی ایک قول ہے اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی
مین اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا و اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کردیا ہے کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہے اسکو
خفاجیؒ نے دفع کردیا کہ اسپر تو اتفاق ہے کہ صریح الآیہ قطعاً مراد نہین ہے بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ اقوی یہی کہ
جورو سے اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہوگئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی
دختر ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو قالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہے کہ جب جورو سے دخول کرلیا تو ربیبہ حرام ہو جاتی ہے
خواہ ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو یا کہین اور ہو اور اگر ان سے دخول نہ کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہے کہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم۔ یعنی پھر اگر تمنے
ان جوروؤن سے دخول نہ کیا ہو تو تمپر گناہ نہین مفسرؒ نے کہا یعنی تمپر گناہ نہین کہ جوروؤن کی دخترون سے یعنی ربائب سے نکاح کرلو بشرطیکہ ان جوروؤن
کو پہلے بالکل جدا کردو یعنے تم سے انسے جدائی ہو جاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مر جاوین پس۔ فلا جناح علیکم۔ ای فلا جناح علیکم فی
ان تزوجوا بناتہن لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہے کہ خلاف اولی ہے اگرچہ گناہ نہین۔ قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعض متقدمین سے یہ
بھی آیا ہے کہ اگر ربیبہ حجر مین نہ ہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی ماں کے اسکے ساتھ نکاح کرسکتا ہے چنانچہ ابن کثیرؒ نے
بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہے اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ
سے یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہے وہ معروف نہین مجہول ہے اور حجور سے مراد یہ کہ اپنی ماں کے ساتھ ماں کے شوہر

نہین کہ قرآن مین سے کچھ کم ہے یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہین کہا بلکہ روافض مین سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہین کہ احکام ارشاد
قرآن مین سے کچھ کم ہے تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہین ہو سکتا کیونکہ وہ قطعاً متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے پس روایت مین
صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہے علاوہ برین بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض
ہو کر دونون ساقط ہونگے خصوص جبکہ دونون روایتین اور دونون مذہب حضرت عائشہ رض سے روایت ہوتے ہین اور نیز حدیث عدم حرمت رضعہ و
رضعتان محمول ہے اس صورت پر کہ فقط منھ مین لیا اور دودھ کچھ پیٹ مین نہین گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و املاجتان کے کیونکہ حقیقت
مین املاج فقط اسیقدر ہے پس جب یہ حالت ہے تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہین ہو سکتا بدین طور کہ حکم جو بمقتضائے آیت ہوا اسمین آحاد
روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منھ مین دودھ دیا بہرحال
حلق سے اُترنے سے رضاعت ثابت ہو جاوے گی کیونکہ آیت عام ہے پس جس قدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت
رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی و مالک و انکے اصحاب کا ہے اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی
ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و عروہ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالی کا ہے اور پوشیدہ نہین کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صواب ہے
اگر فرض کرین کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہین پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہے مستند رہی اور
پانچ رضعات مین ہر گونہ اشتباہ ہے کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بچنا واجب ہے پس بیان اختیار مطلق واجب
ہے اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ مین بیان کیا ہے۔ **وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ** ۔ ویلحق بذلک بالسنۃ
البنات منہا و من من ارضعتہن موطوءتہ والعمات والخالات و بنات الاخ و بنات الاخت منہا لحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب
رواہ البخاری و مسلم یعنے اور حرام ہین تمپر تمھاری وہ بہنین جو رضاعت کے سبب سے ہون ف مفسر رح نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے
لاحق ہین ۔ بیٹیان رضاعی اور رضاعی بیٹیان وہ ہوتی ہین جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی
کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہے اور اسپر حرام ہے اور نیز بدلیل حدیث کے اس سے لاحق
ہین رضاعی پھوپھیان اور خالائین اور رضاعی بھائی کی بیٹیان اور رضاعی بہن کی بیٹیان موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان مین گزرین
بدلیل اس حدیث کے حرام ہو جاتی ہین رضاعت سے وہ عورتین جو حرام ہوتی ہین نسب سے (رواہ البخاری و مسلم) شیخ ابن کثیر
نے ذکر کیا کہ بعضے فقہاء نے فرمایا کہ کل وہ عورتین جو نسب سے حرام ہوتی ہین وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہین سوائے چار صورتون کے اور
بعض نے چھ صورتون کو مستثنیٰ کیا پھر ابن کثیر رح نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسمین سے کچھ بھی مستثنیٰ نہین ہے کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب مین
پایا جاتا ہے اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہے نسب سے نہین پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثناء وارد نہین ہوتا اور یہی محققین حنفیہ مانند
ابن الہمام وغیرہ نے بصراحت بیان کیا ہے پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہین بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہے وہ بھی رضیع لڑکا
یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہو جاتا ہے اور یہی جمہور علماء و چارون اماموں کا مذہب ہے۔ **وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ** ۔ یعنی اور حرام ہوئین
تمپر تمھاری جوروؤن کی مائین ۔ اسمین کوئی قید نہین کہ تمنے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہے کہ جب تم نے کسی عورت
سے نکاح کیا تو اسکی مان و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہوگئین خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق
دیدے ۔ تب بھی اس کی مان وغیرہ اوپر چڑھے سے نکاح نہین کر سکتا ہے اور یہ گویا اجماعی ہے و ستعرف ۔ **وَرَبَآئِبُكُمْ** جمع ربیبۃ وہی

وہ تیری پھوپھی ہی علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہی۔ وَخَالَاتُكُمْ۔ اور تم پر حرام کی گئیں تمھاری خالائین
ف ای اخوات امہاتکم وجداتکم۔ یعنے تم مین سے ہر ایک کی ماں یا نانی کی بہن تم پر حرام ہی اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی
ہی اور وہ تیرے باپ کی ماں کی بہن ہی جیسے پھوپھی کبھی ماں کی طرف سے ہوتی ہی اور وہ ماں کے باپ کی بہن ہی سو یہ بھی حرام اور پھوپھو و خالہ
مین شامل ہین۔ وَبَنَاتُ الْأَخِ۔ یعنے بھائی کی بیٹیان خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی۔ سب کی بیٹیان حرام ہین اور یہی حال ہی
وَبَنَاتُ الْأُخْتِ۔ اور بہن کی بیٹیون مین چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات اولادہم۔ اور بھائی بہن کی
اولاد کی بیٹیان بھی اسی مین شامل ہین یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹا و بیٹی کی جو لڑکیان ہین یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیان
بھی حرام ہین پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہی ہر اس مؤنث کو جس کا نسب بپایہ ایشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف منتہی ہووے یہانتک
تو ان عورتون کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہین اب انکا بیان شروع ہوتا ہی جو رضاعت سے دائمی حرام ہین چنانچہ فرمایا۔ وَ
أُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ۔ اور تمھاری وہ مائین تم پر حرام ہین جنھون نے تمکو دودھ پلایا ف یعنی جیسے تجھ پر تیری وہ ماں حرام ہی
جسنے تجھے جنا اسیطرح تجھ پر تیری وہ ماں بھی حرام ابدی ہی جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہی اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہی۔ اور ایک روایت صحیح مسلم مین ہی کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہی جو نسب سے حرام ہی
اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر متحقق ہوتی ہی تو مفسرؒ نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث۔ یعنے دودھ
پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اس مجمل رضاعت کو جو آیت مین مذکور ہی بیان کر دیا ہی یعنے آیت مین
تو مطلقاً رضاعت مذکور ہی یہ بیان نہین کہ کس سن مین پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ
دودھ پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی ماں ہو جاتی ہی کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہون
مترجم کہتا ہی کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری پر معتبر رکھے اور بعض نے گھونٹ لیے سا بالجملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی
اسمین بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہی اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمین علماء کا
اختلاف ہی بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم نہون کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہی کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہین کرتا۔ رواہ
مسلم اور ام الفضل سے مرفوعاً روایت ہی کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصہ و دو مصہ حرام نہین کرتا اور ایک روایت مین املاجہ و دو املاجہ کا لفظ ہی
منھ مین چھاتی دینا یا نند املاجہ ۱۲
رواہ مسلم پس جب دو سے زائد ہوئی یعنے تین ہو جاوے خواہ بچہ مص کرے یا رضعہ خود رضعہ و املاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے۔ یہی مذہب امام احمد بن حنبل
و اسحق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہی اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہی اور بعض کے
نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہین کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسمین دس رضعات معلومات تھے کہ انسے
حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی درحالیکہ وہ قرآن مین سے پڑھی جاتی تھی۔ (رواہ مسلم) اور سالم مولی حذیفہ
کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا۔ کما فی الصحیح) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہی قال
المترجم پوشیدہ نہین کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا یہ حکم مخصوص ہی پس حجت نہین ہو سکتا اور حدیث نسخ مین تاویل
ضرور ہی کیونکہ تلاوت باقی نہین باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہی کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے
پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوئے واس سے کم نہین کہ حدیث محتمل و ماول ہی حجت نہین ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعاً کسی کا مذہب

حرمت متعلق ہوا اور امہات جمع اُم ہی جو دراصل امہۃ تھا- اور **جوہری**رح نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جسنے تجھے جنی سو وہ
تیری ماں ہی یا جو اسکو جنی جس سے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مؤنث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی- اور چاہے
یون کہو کہ اُم ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا نانا تا منتہی ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسمین خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت
نہین ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ مین ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے- **وَبَنٰتُكُمْ**
اور تم پر حرام کی گئین تمھاری بیٹیاں ف وشملت بنات الاولاد وان سفلن- بنات مین اولاد کی بیٹیاں یعنے پسر کی بیٹیاں جنکو پوتیاں
کہتے ہین اور دختر کی بیٹیاں جن کو نتنیاں کہتے ہین شامل ہین- پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے
درجہ کی جو جڑ ہین حرام ہین اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتنیاں کتنے ہی نیچے درجہ کی جو شاخین ہین سب حرام ہین اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ
سے یہاں سگی مراد ہی اور یہ وہم ہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہ ہان اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤن مین داخل
ہی جیسا کہ آگے آتا ہی پس سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان مین مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہین تو وہ حرام نہین کیونکہ وہ نہ جڑ کی
سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیوں و نتنیوں کو تنہا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعی رح
کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات مین ہی اور سراج مین ضابطہ یہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مونث کو تجھسے پیدا ہو یا جو تجھسے
پیدا ہی اُس سے پیدا ہوا اور چاہو یون کہو کہ ہر مونث جسکا نسب تجھ پر منتہی ہو وہ تیری دختر ہی- پھر سراج مین کہا کہ جو عورت کسی مرد سے
زنا سے پیدا ہوئی (لڑکا یا لڑکی) وہ بنت مین شامل نہین پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے- یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
حرام ہی اور **شیخ ابن کثیر**رح نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علما نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی
پس بنات مین شامل ہی اور اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعی سے اسکی اباحت مین کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ
وہ شرعی دختر نہین ہی پس جیسے میراث مین وہ قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم- مین داخل نہوئی کیونکہ بالاجماع وارث نہین ہوتی ہی ایسے ہی یہان
داخل نہوگی واللہ اعلم- اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر ہوا تو اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہین اسوجہ سے کہ
ماں کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اس کا وارث ہوتا ہی- اور صحیح اسمین قول جمہور ہی اور **شیخ محدث ابن کثیر**رح کی تقریر بھی
اسی کو مشعر ہی اور حدیث مین ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالیٰ ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی
وَاَخَوٰتُكُمْ- من جہۃ الاب او الام- اور حرام کی گئین تم پر تمھاری بہنین ف مفسر رح نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف
سے ہو مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہی وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہی وہ بہن ہی چونکہ انمین سے کسی ایک طرف سے
جو بہن ہی وہی حرام ہی تو ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و عینی تو وہ بدرجہ اولے حرام ہی لہذا مفسر رح نے اسکو ذکر ہی نہین
کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی ہان باقی دونوں مین وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی
بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسر رح نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہین- اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیری ماں
و باپ یا انمین کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی- **وَعَمّٰتُكُمْ**- اور حرام کی گئی تم پر تمھاری پھوپھیاں ف ای اخوات آبائکم و اجدادکم
یعنے تم مین سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کتنے ہی اونچے درجہ کی بہن ہو تم پر حرام ہی- اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مونث جو تیرے باپ
یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ماں باپ دونوں مین یا ایک مین شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن،

تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تم نے جوروؤں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹوں کی عورتیں جو تمھاری پشت سے ہیں اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

بہنیں مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے وہ عورتیں بیان کردیں جو حرام ہیں پس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائیں اور دودھ کی وجہ سے دو۔ اور سسر کے رشتہ سے چار حرام فرمائیں پس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہیں مائیں۔ اور بیٹیاں۔ اور بہنیں۔ اور پھوپھیاں۔ اور خالائیں۔ اور بھائی کی بیٹیاں۔ اور بہن کی بیٹیاں۔ اور دودھ کی وجہ سے یہ ہیں۔ رضاعی مائیں۔ رضاعی بہنیں اور سسر کے (دامادی کا رشتہ) رشتہ یہ ہیں۔ جوروؤں کی مائیں۔ اور جن جوروؤں سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیاں۔ اور اپنی پشت کے بیٹوں کی جورویاں اور ایک وقت میں دو بہنوں کا جمع کرنا۔ یہ سب تیرہ[۱۳] عورتیں ہیں اور چودھویں[۱۴] وہ عورتیں جو باپ کی منکوحہ ہوں جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان ہوا۔ اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئیں ایک تو اپنی جورو و اسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے دوم اپنی جورو و اسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے پس یہ سب سولہ[۱۶] ہوئیں اور سترھویں[۱۷] ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح میں ہو۔ امام طحاوی رح نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہیں انہیں سے کسی کا نکاح میں لانا نہیں جائز ہے اور اسپر اجماع ہے سوائے اپنی غیر مدخولہ کی ماں کے کہ اسمیں جمہور کا تو یہی قول ہے کہ اس سے نکاح حرام ہے اور بعض نے اسکو روا کہا ہے ولیکن روایت اختلاف کے ثبوت میں تامل ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ ان محرمات میں اقسام ہیں بعض تو دائمی حرام نہیں یعنے بعض احوال میں جائز ہوجاتی ہیں اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو غیر کے نکاح میں ہیں پس اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح میں ہوں دائمی حرام ہیں اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہوگئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہے یا مثلاً شوہر مرجاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہے بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہو جس سے کبھی نکاح نہیں روا ہے اور نیز دو بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر ایک مرگئی تو دوسری بہن سے نکاح کرسکتا ہے اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے میں ہے اور بعض دائمی حرام ہیں کسی حال میں حلال نہیں ہوتی ہیں جیسے ماں و بہنیں وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگر جواز جانے حالانکہ شرع کا حکم معلوم ہوچکا تو وہ مرتد ہے قتل کیا جاوے۔ اور حدیث میں اس امت کے بگڑنے و بددین ہونے کے بیان میں ہے کہ یہ امت بھی اگلی امتوں کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جسنے انمیں سے اپنی ماں سے علانیہ حرام کیا اسمیں بھی ایسا ہوگا جو اپنی ماں سے علانیہ حرام کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمکو مع تمام ایمان والوں کے ایسی حرکتوں سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کی طرف رجوع ہے قال تعالےٰ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ حرام ان تنکحوھن وشملت المحارات من قبل الاب والام۔ حرام کی گئیں تمپر تمھاری مائیں ف یعنی حرام ہے کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہے جدات کو خواہ از جانب پدر ہوں یا از جانب مادر ہوں یعنے دادیاں و نانیاں بھی اون میں شامل ہیں پھر ظاہر ہے کہ ماؤں کی ذات پر حرام نہیں اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگذاری مثلاً انکی حرام نہیں ہے پس یہاں انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہے کہ انسے نکاح حرام ہے جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اس کے کھانے کی حرمت مفہوم ہے پس یہاں تحریم میں اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس سے

مقت کا باعث ہی اور مقت یعنے اشد البغض ہی (المعنے) ایسا نکاح کراہت قبیح اور اللہ تعالی کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہی-اور بیضاوی مین ہی کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالے کے نزدیک سخت قبیح ہی کہ سبدون مین سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور مبغوض ہی اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہی جو اسے باپ نے تحت ہین نقی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین اور قاموس مین ہی کہ نکاح المقت یہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہی-وساء سبیلا- طریقا ذلک- اور بدراہ ہی بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالی نے اس نکاح کو ان مراتب مین سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشۃ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہی اور قولہ مقتا- بیان قبیح شرعی ہی اور قولہ ساء سبیلا مرتبہ قبح عادی ہی پس حسین یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہی اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین اپنے ماموں (ابوبردہ بن نیار) سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہی ایک خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہی کہ اسکی گردن ماردون اور اسکا مال ضبط کرلون رواہ عبد الرزاق وابن ابی شیبۃ و احمد والحاکم والبیہقی- اور دوسری روایت امام احمد مین براء بن عازب سے ہی کہ میرے چچا حارث بن عمیر میری طرف ہوکر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا مین نے کہا کہ اے چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہی جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہی کہ اسکی گردن ماردون شیخ ابن کثیر نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہوگیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال سرف دخل بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا کہ علما نے اجماع کیا ہی کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہوکر یا شبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہوجاتی ہی-اور اگر باپ نے ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سوائے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلاً اساس و بوسہ وغیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے اسکا دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہی یا نہین تو اسمین علما کا اختلاف ہی اور امام احمدؒ سے روایت ہی کہ وہ اس سے بھی حرام ہوجاتی ہی مترجم کہتا ہی یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہی کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہوتی ہی انکے پائے جانے سے حرام ہوجائیگی اور ان چیزونکو ترجمہ عالمگیریہ جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہوجائیگی بخلاف قول شافعی رحکے بنا برین کہ زنا سے حرمت مصاہرۃ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہی اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالی نے تمام ان عورتونکو بتلا دیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہی بقولہ تعالے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تم کو دودھ پلایا

وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

اور دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جوروون کی مائین

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ

اور تمھاری جوروون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین جن جوروون سے تم نے دخول کرلیا ہو پھر اگر

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ

اور مت نکاح مین لاؤ جن عورتون کو نکاح مین لائے تمھارے باپ جو آگے ہو چکا یہ بیحیائی ہے اور

مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ؑ

کام غضب کا اور بری راہ ہے

وَلَا تَنْكِحُوا مَا - بمعنی من - نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ - اور مت نکاح مین لائیو ایسی عورت کو عورتون سے جس سے تمھارے آبا نے نکاح کیا ہو ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہے تو جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہے جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہے اور معنی یہ ہین کہ - لاتنکحوا التی نکح آبائکم - اور آبا - عام ہے خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ہمین باپ کا باپ یعنی دادا و پردادا و جا ہے جتنا اونچا ہو سب شامل ہین - غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو - اِلَّا - لکن - مَا قَدْ سَلَفَ من فعلکم فانہ معفو عنہ - لیکن جو گذرا تمھارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہے - یہ استثنار منقطع ہے بمعنے لکن - اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا احکام پر مواخذہ نہوگا اور یہ مراد نہین کہ وہ شرع مین متقرر ہوا اور بیضاوی مین ہے کہ نہی کے معنے لازم سے استثنار ہے گویا یون کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آبائکم الا ما قد سلف - یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہوگے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہ ہوگے ملا عصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹ دیتا ہے جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ منکوحہ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہے خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور اسپر اجماع ہے کسی کے خلاف نہین ہے اور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہے کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنی سوتیلی مان سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ مین تجکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہے لیکن مین رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہون پس اسنے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ اسمین آپ کیا حکم دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالی حکم کرے پس نازل ہوا قولہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم - اور عکرمہ سے مروی ہے کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ مین ہے کہ انھون نے اپنے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا اور سہیلی رح نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانہ جاہلیت مین معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنون کے جمع کرنے مین فرمایا - وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف - اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلی ہین سے ہر ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہون سفاح سے نہین ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے - اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس رض روایت ہے کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالے نے حرام فرمایا سوائے دو باتون کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنون کا جمع کرنا روا رکھتے تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ - رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہے شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ سہیلی رح نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اسمین کوئی صحیح روایت نہین ہے - الحاصل معنے یہ ہین کہ جو کچھ زمانہ جاہلیت مین ہو چکا وہ عفو ہے اور آیندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو - اِنَّهٗ - ای نکاحہن یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتون کے جنکو باپ نے اپنے نکاح مین لیا ہو جو مذکورۂ بالا سے مفہوم ہے - كَانَ فَاحِشَةً - قبیح یہان فاحشہ سے مراد فعل قبیح ہے - وَّمَقْتًا - سببا للمقت من اللہ و ہو اشد البغض - مقت سے مراد سبب مقت ہے یعنی اللہ تعالے کی طرف سے

کہ اسکو اختیار ہی کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہی کہ شیخ راوی نے یون کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جس کا جی چاہے وہ ایسا کرے شیخ ابن کثیر مفسر رح نے کہا کہ اس کی اسناد جید قوی ہی وقد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بن بکار و ابن المنذر والامام احمد واصحاب السنن وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ یعنی کیا تم بڑا دے (؟) بُهْتَانًا ۔ ظلما۔ کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور بیضاوی مین ہی کہ بہتان وہ جھوٹ ہی کہ جسپر باندھا جاوے اسکو مبہوت کردے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہین جو باطل ہو اسیواسطے یہان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے لوگے بطور ظلم کے۔ وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۔ بينا۔ اور بطور کھلے گناہ کے مبین ازابان بمعنے بان ہی کیونکہ بین بمعنے متبین لازمی ہی فافہم اور اصل مین بہتانا و اثما۔ کو نصب بنابر آنکہ حال واقع ہی ای اتاخذونہ باہتین واثمین۔ یعنی کیا لے لوگے اسکو درحالیکہ تم بہتان باندھنے والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے۔ اور استفہام بطور ملامت ہی اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالی۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ ای بای وجہ۔ اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے۔ اور استفہام انکاری ہی حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہین لے سکتے ہو حال یہ ہی۔ وَقَدْ اَفْضٰى ۔ وصل۔ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۔ بالجماع المقرر للمہر۔ کہ پہونچ گیا یعنے مل گیا بعض تمھارا بعض سے ف باینطور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہی۔ سدی و کلبی وغیرہ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد ایک چادر مین ہوجاوے خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراء رح نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد خلوت مین ہو جاوین اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر مقرر و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہی اور خلوت صحیحہ یہ کہ جورو و مرد اس طرح خلوت مین ہون کہ انکو جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہان بے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباس و مجاہد و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضاء کنایہ از جماع ہی اور اسی پر مفسر رح نے تفسیر کی ہی اور بقول حنفیہ یون کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمھاری عورتون نے اپنے آپکو بے حجاب تمھارے سپرد کردیا۔ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا ۔ عهدا۔ غَلِيْظًا ۔ شديدا۔ اور ان عورتون نے تم سے عہد شدید لے لیا ہی ف وہو ما امر اللہ بہ من امساکہن بمعروف او تسریحہن باحسان۔ اور یہ عہد شدید وہ ہی جو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ بطور معروف انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور اُن کے اپنون کے یہان رخصت کرو یہی تفسیر ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابو العالیہ و حسن و قتادہ و ضحاک و سدی و یحیی بن ابی کثیر سے مروی ہی اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالی نے لیا ہی ان عورتون نے کہان لیا ہی تو مدارک مین جواب دیا کہ اللہ تعالی نے چونکہ یہ عہد انھین عورتون کے واسطے لیا ہی پس گویا انھین عورتون کی طرف سے عہد ہی اور ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر سے مروی ہی کہ میثاق غلیظ سے مراد عقد ہی اور ربیع بن انسؓ سے ہی کہ وہ قول حضرت صلعم ہی کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم اخذتموہن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ۔ (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتون کے بارہ مین بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو یعنے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ تمنے انکو اللہ تعالی کی امانت پر لیا اور اللہ تعالی کے کلمہ پر تمنے انکی فروج کو حلال کرلیا ہی۔ اھ۔ اور کلمۃ اللہ خطبہ نکاح ہی اور کہا کہ شب معراج مین منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ مین نے تیری امت کو اسطرح کردیا کہ ان کا کوئی خطبہ جائز نہوگا یہانتک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہی (رواہ ابن ابی حاتم)

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ۔ اور اگر تم نے قصد کیا۔ اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ۔ بدلنے ایک زوج کا بجاے ایک زوج کے
ای اخذہا بدلہا بان طلقتموہا۔ یعنے لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے باینطور کہ موجودہ کو طلاق دیدے۔ پس مراد زوج سے یہان جورو ہی
اور زبان عرب مین یہ لفظ جو بمعنے جوڑا ہی جورو و مرد دونون پر بولا جاتا ہی اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کرو اور
بجاے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اس کو دیا ہی اس مین سے کچھ مت لو۔ اور عورت کو جو دیا ہی اسمین سے کچھ واپس کر لینا بدون خلع کے
بقصد ضرر رسانی مطلقاً حرام ہی خواہ بجاے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہو ولیکن یہان بیان واقع کے طور پر ہی چنانچہ معالم وغیرہ
مین فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تاکہ وہ
مجبور ہو کر جو مہر لیا تھا واپس کر کے اس سے اپنی جان چھوڑا وے تو اس سے منع فرمایا۔ کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کرین۔ وَ
قَدْ۔ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ۔ ای الزوجات۔ اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات مین سے کسیکو۔ پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہی اور ضمیر
جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہی۔ اور دیدینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کر لیا اور ضامن ہو گئے ہو جیسے قولہ اذا سلمتم ما
اٰتیتم مین ہی پس یہ وارد نہین ہوتا کہ لینے کی حرمت تو ثابت ہی اگرچہ اس کو مہر مسمی نہ دیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو۔ اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے
واجب و لازم ہوا ہی اسمین سے کچھ مت لو۔ قِنْطَارًا۔ مالاً کثیراً صداقاً۔ یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہی جو صداق دیا ہی اور کہا گیا کہ صداق
جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مہر عام ہی۔ فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا۔ تو مت لو اس مال کثیر مین سے کچھ بھی الحاصل
جسکو جدا کرنے کی نیت ہی اور ہسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہی تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہین بلکہ تمنے خود چاہا
کہ بجاے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہین ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہی اور بیانسے ظاہر ہوا
کہ آیت کو منسوخ کہنا بقولہ تعالے ولا تاخذوا مما اٰتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ۔ وہم ہی بلکہ دونون آیتین محکم ہین حضرت
ابن عباس نے تفسیر مین کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور
دوسری کو نکاح مین لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ واجبی ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو مترجم کہتا ہی کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران مین فی
تفسیر قولہ زین للناس حب الشھوات من النساء الآیہ۔ گذر چکے ہین شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ مال کثیر عورت
کے مہر مین دینا و مقرر کرنا روا ہی کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہین اور ابن المنذر کی روایت ممانعت حضرت عمرؓ مین مذکور ہی کہ عبد اللہ بن مسعودؓ
کی قراءۃ مین قنطارا من ذہب۔ تھا یعنے سونے کا ڈھیر۔ اور حضرت عمرؓ نے جو عورتون کے مہر مین زیادتی کرنے سے ممانعت فرمائی تو اس
سے رجوع کیا ہی چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای لوگو
تم کیون عورتون کے مہر مین زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چار سو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر
اللہ تعالی کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو
کے مہر مین چار سو درم پر بڑھایا ہی پھر اتر آئے پس قریش کی عورتون مین سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ ای امیر المومنین تمنے لوگون
کو منع کر دیا کہ چار سو درم سے عورتون کا مہر نہ بڑھاوین آپ نے فرمایا کہ ہان وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہین سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید
مین فرمایا کہ و اٰتیتم احدٰہن قنطارا۔ پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ ای اللہ تعالی مین مغفرت چاہتا ہون۔ سبھی آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہین
پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ ای لوگو مین نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتون کے مہر مین چار سو درم سے زیادہ نکرو پس مین کہتا ہون

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل مین وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرلے تو شیطانی خلل سے محفوظ رہیگا۔ اور حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیون کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے وفکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہی۔ پھر جو شیخ رح نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یون نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبیح و شی ملیح سے اسکی صورت پر انس ہوتا ہی بلکہ صنعت و قدرت پر جو متعلق بروح ہی مانوس ہوتا ہی اور تمام کلام مین نے اول پارہ بقرہ مین ذکر کیا ہی ولیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار و ہوشیار نہین رہتے انکو قوت حیوانی وشہوانی کے غلبہ کی انس مین اور روحانی انس مین فرق نہین معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہوجاتے ہین نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویان باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھین ہان باطن مین پاک تھین جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت مین ملی فتفکر۔ قال الشیخ اور تیز عاشروہن باین غرض کہ تمکو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروہن - ای مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغبت ہون اس بات مین جو تمہاری اُنسے مراد ہی کیونکہ معروف نہین واقع ہوتا مگر جبکہ دونون جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروہن بالمعروف ای پہچنوا و انکو اللہ تعالیٰ کی صفات و نام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانکر اسکی بندگی مین ثابت قدم ہون اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال وجلال کا شوق دلاؤ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنے انکو سنتین اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتون سے یا اورون سے وہ ہی کہ انجام کار نہین تجھے دنیا یا آخرت مین اس سے ندامت حاصل نہو۔ اور ابو حفص رح نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یون ہی کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز مین جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بدشکل و بری معلوم ہو۔ یعنی دین مین اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا چھوہڑ ہونا یا خوبصورت نہونا گران ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ فعسی ان تکرہوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ ہر حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہی وہ اسی بنا پر ہی کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہی اور نفس کا یہ حال ہی کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہی مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت وریاضت اُٹھائی گئی تو قلب پر پہلے اہل قرب و مشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہین قال تعالیٰ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور اندھیرے مین مشقت وریاضتین اُٹھانے سے عارفون کے دلون پر مشاہدات کے سورج و مکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہین۔ یہان خیر کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہی اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندون سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرلے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہین جانتا۔

وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا

اور اگر چاہو تم بدلنا ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو

تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ

مت واپس لو اس مین سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر اسکو لو گے

وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝

اور پہونچ چکے ایک دوسرے تک اور عورتین لے چکین تم سے عہد گاڑھا

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کردیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے
منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مقتضی ہے کہ تمام سیاق امر جاہلیت کے بیان مین ہے ولیکن مومنون کو اسلام مین ایسا کرنے
سے ممانعت ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ۔ اور عورتون سے معروف برتاؤ کرو ف ای بالاجمال فی القول والنفقة والمبیت
یعنے عورتون سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بروجہ جمیل رکھو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال
وافعال مین انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیئات کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات
چاہتے ہو وقد قال تعالے ولہن مثل الذی علیہن بالمعروف الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ
کی اس آیت کی تفسیر مین مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم مین سے وہ ہین جو اپنی گھروالیون کے لیے بہتر ہون اور مین تم سب کی نسبت
اپنی گھروالیون کے حق مین بہتر ہون۔ رواہ فی الصحیح۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے بقولہ تعالی لقد کان لکم فی رسول
اللہ اسوة حسنة۔ اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیویون کے ساتھ کہانی وغیرہ کہنے و دیگر موانسات مین پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ مین مروی
ہین اور صحیحین وغیرہ مین حدیث خرافہ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام تعلق مین جو باب القسم ترجمۂ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح
ہو کہ طلاق ولفاق اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ۔ فاصبروا۔ یعنے پھر اگر تم ان
عورتون کو مکروہ جانو کہ تمھارے نفس قبول نہ کرین ف تو بھی صبر سے رہو۔ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ
اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا۔ پس قریب ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالی اسمین خیر کثیر دیدے ف ولعلہ یجعل فیہن ذلک
بان یرزقکم منہن ولدا صالحا۔ پس شاید اللہ تعالی انھین مین یہ خیر کثیر دیدے مانند اسکے کہ تمکو انسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسرؒ کے بیان سے
معلوم ہوا کہ فعسیٰ الخ علت ہے جزاء محذوف یعنی فاصبروا کی پس جزاء حذف کرکے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہ حسن بیان و کمال بلاغت ہے کہ بر
تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنادی تا کہ سمجھ لین و بھلائی کا بیان دیکھکر صبر پر آمادہ
ہوجاوین اور نصیحت سودمند ہو فافہم ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالی وعاشروہن بالمعروف۔ یعنے تم لوگ عورتون کی موانست مین
بطور معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہین بلکہ مقام انس و روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال ولایت مین مخصوص تمکین و استقامت
ہوجاؤ قال المترجم یعنی مرد مبتدی و متلون کو موانست عورتون کی مفید نہین ہے اور جب مقام تمکین و استقامت مین ثابت قدم ہوجاوے اور
تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال الشیخ کیونکہ موانست زنان لائق نہین مگر اسکو جو جناب باریتعالی شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم و جملہ اولیا و ابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے مین کمال انس ہے اور مشاہدۂ جمال سے کامل فرحت ہے اس اشارہ سے
فرمایا کہ محبوب کی گئین تمھاری دنیا مین سے مجھسے تین چیزین خوشبو و عورتین اور میری آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہے اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام
کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ اور شیخ ذوالنونؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالے
سے انس حاصل کیا وہ ہر شیء ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوے پاکیزہ سے مانوس ہوجاتا ہے قال المترجم بعض اہل اللہ
تعالے نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتون سے بروجہ حلال و جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس تھین گیارہ پاک عورتین
تحقیق اور حدیث مین مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان مین اندر تشریف لے گئے اور جب
باہر آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان آراستہ کرتا چلتا ہے سو جب تم مین سے

اپنی جوروون کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو باندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہو جس سے ممانعت ہو
اور بنا بربن لبعض ما اتیتموہن- جوروون کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لے لو۔
مفسر رحمہ نے اسکو ازواج یعنی شوہرون کے حق مین خطاب قرار دیا۔ حالانکہ مفسر رحمہ نے اول خطاب کو وارثون کے حق مین ہونا اختیار کیا تھا یہی سبب
سے اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام مین خطاب نداء دو شخصون کو بدون تکرار نداء کے روا نہین ہو چنانچہ قم واقعد زید و عمرو دونون کو ایک نداء مین
الگ الگ فعل کو نہین کہہ سکتے بلکہ یون کہین گے قم یا زید و اقعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہین- اور بعض نے کہا کہ خطاب
بھی وارثون کو ہو یعنی تم لوگ ان عورتون کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج مین کہا کہ صحیح وہ ہو کہ معالم مین فرمایا کہ یہ خطاب شوہرون
کو ہو شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ لا تعضلوہن- یعنی مقہور مت کرو انکو تاکہ جو دیا ہو اسمین سے
کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہو کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو پس مرد اسکو ضرر پہونچاوے بدین
غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرا لے اور یہی قول قتادہ و ضحاک وہتیون کا ہو اور اسکو ابن جریر رحمہ نے اختیار کیا اور ابن المبارک و عبد الرزاق
نے ابن البیلمانی رحمہ سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین ایک امر جاہلیت کے بارہ مین ہین اور دوسرے دربارہ اسلام ہو ابن المبارک رحمہ نے فرمایا
کہ مراد یہ کہ قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارۂ جاہلیت ہو اور قولہ لا تعضلوہن دربارہ اسلام ہو- تحقیق یہ ہو کہ معنے آیت کریمہ کے یہ ہین
کہ اے اہل ایمان تم کو حلال نہین کہ اکراہ سے عورتون کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز اے اہل اسلام تمکو حلال نہین
کہ اپنی جوروون کو روکو باوجودیکہ تم کو انسے رغبت نہین ہو اور ممکن ہو کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ممانعت ہو یعنی اے
اہل اسلام تمکو حلال نہین کہ اپنی جوروون کو عضل کرو جیسے اہل تہامہ شرک کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہین کہ اسکا عضل سے
متعلق ہو استثناء البعد یعنی قولہ- اِلَّآ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ- بفتح الیاء و کسرہا ای مبینۃ اور ہی بینۃ- یعنی ابن کثیر
و شعبہ نے بفتح یاء تحتیہ پڑھا بمعنے مبین کی گئی اور باقیون نے بکسر یاء تحتیہ پڑھا بمعنے آنکہ وہ خود بینہ ہو کہ کھلی ہوئی ہو پس مبین سے ہو جو بمعنے
بین لازمی ہو اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبینۃ حال صاحبہا- اے ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والی کا حال کھولنے والی ہو اور مراد اس سے
یہی ہو جو مفسر رحمہ نے ذکر کی ای زنا او نشوزا فلکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم و یختلعن- یعنے کہ جبتک زنا یا سرکشی لو اب البتہ تمکو روا ہو کہ انکو ضرر
پہونچاؤ تاکہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑاوین اور خلع کرا وین- پھر کہا گیا کہ استثنا متصل ہو اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنے استثناء
از زمانہ عام یا از علت عامہ ہو یعنے اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یون کہا گیا کہ ولا تعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت اتیانہن بفاحشۃ
مبینۃ یعنی جمیع اوقات مین انکو بند نہ کرو الا ایک وقت مین جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کرین یا لا تعضلوہن لعلۃ الا لان یاتین لفاحشۃ یعنی کسی علت
سے انکو حبس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کرین اور عکبری رحمہ نے تبیان مین اختیار کیا کہ استثنا منقطع ہو پھر جاننا چاہیے کہ مفسر کی
یہ مراد نہین کہ زنا یا نشوز کوئی بات کرین تو عضل کا اختیار ہو بلکہ اشارہ ہو اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و
عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہو- اور ایک روایت مین
ابن عباس و عکرمہ و ضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہو کما ذکرہ ابن کثیر- اور شاید مفسر رحمہ نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ
مبینہ میان زنا و نشوز و عصیان و بد زبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہو- شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ یہ قول جید ہو واللہ اعلم اور یہ بیان اسکا
ہو جو سورۂ بقرہ مین فرمایا ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ الآیۃ- اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ مراد یہی

ہوجاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار مشرکین سے ممانعت ہے چنانچہ تلخیص کے
ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہون - ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان لوگون کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرد کے اولیا یعنی
وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہوجاتے انہین سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کرلیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے
پس میت کے اولیا اس عورت کے حق دار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری وابن مردویہ و
ابوداؤد والنسائی وابن ابی حاتم - اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اوراسکو نکاح کرنے سے
روک رکھتا یہانتک کہ مرجاتی یا جو مہر اسنے لیا ہے واپس کر دیتی - رواہ ابوداؤد - اور مقسمؒ عن ابن عباس مین ہے کہ قرابت والون مین سے جو میت کی جورو پر
کپڑا ڈالدیتا وہی اسکا احق ہوجاتا - اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس مین ہے کہ میت کی جاریہ پر اسکا دیور کپڑا ڈالدیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود
نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا - اور عوفی عن ابن عباس مین ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلون یعنی اسلام سے پہلے مشرکون کا یہ
دستور تھا - اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنی مکہ ونواح والون کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو
سے بڑی گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو مرد چاہے یہانتک کہ کچھ مہر واپس کر کے وہ جان
چھوڑاتی پس اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اس سے منع فرمایا - رواہ ابن ابی حاتم اور ابوامامہ سہلؓ بن حنیف سے روایت ہے کہ جب ابوقیس
بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت مین انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا رواہ
ابن جریر وابن مردویہ - اور عطاءؒ نے کہا کہ جاہلیت مین جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ
پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی - رواہ ابن جریر - عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق مین اتری
کہ ابوقیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کیطرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری
رواہ ابن جریر - اور سدی نے ابومالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آکر کپڑا ڈالدیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس کر
سکتا اور اگر کپڑا انہین ڈالنے پایا اور عورت بھاگ کر اپنے لوگون مین ہو رہی اور ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے - اور مجاہدؒ
نے کہا کہ مرد کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش مین ہوتی وہ اسکو روک رکھتا اس امید پر کہ مرجاوے تو میراث لون یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دون - اسکو
ابن ابی حاتم - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی وعطاء ابن ابی رباح وابومجلز وضحاک وزہری وعطاء خراسانی ومقاتل سے مانند اسکے مروی ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مین کہتا ہون کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال وآثار مین مذکور ہوا اور جو
فعل اسی نوع کا ہو سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور بند اسوقت کے موجود لوگون کو تھا اور
بواسطے قیامت تک کے لوگون کو شامل ہے - بالجملہ ایسے افعال سے ممانعت ہے اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام دائمی ہونا آگے
آویگا - **وَلَا** - ان **تَعْضُلُوهُنَّ** - اے تمنعوا ازواجکم عن نکاح غیرکم بامساکهن ولا رغبة لکم فیهن ضرارا - اور نہین حلال ہے تمکو یہ کہ
تنگ کر رکھو عورتون کو **ف** یعنی منع کرو اپنی جوروون کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کرلین اس طرح کہ انکو روک رکھو
نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہین ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ - **لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا**
آتَيْتُمُوهُنَّ - من المهر تا کہ لے پاؤ کچھ اسمین سے جو تمنے انکو دیا ہے **ف** یعنی مہر مین سے کیونکہ آخر تنگ ہوکر وہ عورتین یہی کیا کرتی
تھین - مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس وتنگ کرنا کماذکرہ **الزمخشری** اور موافق آثار اور جبار شیخ ابن کثیرؒ کے ممانعت مردون کو

احادیث صحیحہ مین وارد ہوا انتہی اور آیین خلاف نہین کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہوگی اور شیخ ابوالعالیہ سے مروی ہی کہ یہ آیت منافقون کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیرؒ کا ہی اور ابن عباس سے مروی ہوا کہ مشرک مراد ہین لیکن آیندہ آیت تو خود مشرکون کے لیے منصوص ہی بقولہ تعالیٰ۔ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ۔ اذا تابوا فی الآخرۃ عند معاینۃ العذاب لایقبل منہم۔ یعنی اور نہین توبہ ان لوگون کے لیے جو مرتے ہین در حالیکہ وہ کافر ہین ف یعنی جبکہ آخرت مین عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہوگی۔ کیونکہ یہ لوگ جتنے بندے ہین سب مامور ہین کہ غیب پر ایمان لاوین اور جب معاینہ کرلیا تو ایمان کہان رہا وہ تو مشاہدہ ہوگیا سراج مین ہی کہ اللہ سبحانہ نے ان لوگون کو جو بیباکی سے اپنی توبہ کرنے مین اسراف کرتے ہین موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگون کو جو کافر مرتے ہین اس بات مین برابر کردیا کہ دونون کی توبہ نہین ہی اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہی تو جیسے کفر پر اصرار کرنے والون کی توبہ یقین پر جاتی رہی ایسے ہی جسنے موت آجانے تک توبہ نکرنے مین بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونون مین وقت اختیاری سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ و ابوالعالیہ و ربیع بن انس نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار۔ مین کہا کہ یہ اہل شرک کے حق مین نازل ہوا ہی۔ اور حضرت ابو ذرؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہی جبتک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع ہونا کیا ہی فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال مین کہ مشرک ہو رواہ احمد۔ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا۔ اعددنا مہیا کیا ہم نے لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ مولما۔ ایسے ہی لوگ ہین کہ ہم نے مہیا کیا ہی انکے لیے عذاب مولم یعنی سخت دکھ دینے والا۔ سراج مین ہی کہ بعض نے کہا کہ اعتدنا در اصل اعددنا تھا کہ دال اول کو تا سے بدلا۔ اور عذاب الیم سعیرا و دوزخ ہی پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرنے والا دوزخی ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا

اے ایمان والو حلال نہین تمکو میراث مین لے لو عورتون کو زبردستی کرکے اور نہ انکو بند کرو کہ لے لو انسے کچھ

بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

اپنا دیا ہوا مگر آنکہ وہ کرین بے حیائی کھلی ہوئی اور گذران کرو عورتون سے دستور معقول سے

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

پھر اگر تم کو نہ بھاوین تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے حالانکہ اللہ اسمین بہت خوبی کر دیگا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا۔ اے ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم عورتون کے وارث بنو زبردستی ف یعنے عورتون کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہی کرہا بالفتح والضم لغتان ہی مکرہین علی ذلک یعنی کرہ بالفتح اکثرون کی قراءت ہی اور بالضم حمزہ وکسائی کی قراءت ہی اور معنے اسکے زبردستی کے ہین یعنی زبردستی کرنے والے عورتون پر وراثت مین ہو اسطرح کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ۔ اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء اقربائہم فان شاؤا تزوجوہا بلا صداق او زوجوہا و اخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک زمانہ جاہلیت مین اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا تعالیٰ کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگون کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے دارون کی عورتون کے وارث ہوجاتے یعنے میراث مین لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کرلیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کرکے اسکا مہر خود لے لیتے یا اس کو روک کر بند کر رکھتے یہانتک کہ تنگ ہوکر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھوڑاتی یا مرجاتی تو اسکے

جو بُرا کام جہالت مین کر گذرین - یہ اخبار اور آگاہی ہی اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالی کے امتحان کے وقت ابتدا ے مریدی و طلب کی حالت مین اپنے حظ نفس مین تھوڑا اگرفتار ہو گئے تا کہ انکے دلون مین ندامت و حیاء و خوف و جلال واقع ہو جس سے وہ اپنی گردنین بلند نکرین بعد ازانکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط اور مقام اتحاد تک پہونچ گئے ہین کیونکہ گردن اٹھانے مین دیدار ازلی مشاہدہ ابدی سے گرجاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خُلق قدیم سے آراستہ ہوئے ہین پھر بُرائی کی نسبت جو ان بندون کی طرف فرمائی اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہین اس امید پر کہ عوض پاوین اور یہ جہالت ہی کہ مکر قدم سے بیخوف ہین اور عزت باری عز و جل کو کم پہچانتے گویا نہین پہچانتے ہین اور اس سے آگاہ نہین کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہی تمام طاعت والون کی بندگی اور تمام گناہگارون کے گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہین کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہین اور یہی چیزین سبب تقرب سمجھتے ہین حالانکہ درگاہ قدیم مین حادث کی علت کار آمد نہین ہی پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالی کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت مین جو انکے گمان اپنی طاعتون کے ساتھ تھے اس سے شرمائے اور یہی فرمایا - ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیہم وکان اللہ علیما - یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے علم قدیم سے - حکیما - انکی تربیت کرنے مین اپنی معرفت کے عطاء مین - اور بعض نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ جو لوگ طاعت سے ایسے پاک پروردگار کی جناب مین تقریب ڈھونڈھتے ہین اپنی جہالت سے جہان نہین تقرب ڈھونڈھا جاتا ہو مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے - اور شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ضمان کر لی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل مین پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہی اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہی چنانچہ دیکھو اللہ تعالے نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الآیۃ -

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ

اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کیے جاتے ہین بُرائیان یہان تک کہ جب آگئی ان مین کسی کی موت

قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا

تو بولا کہ مین نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگون کی جو مرتے ہین درحالیکہ کافر ہین یہی لوگ ہین کہ مہیا کر رکھا ہمنے انکے لیے دکھ دینے والا عذاب

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ - الذنوب - جمع ذنب بفتح اول و سکون ثانی بمعنے گناہ حَتّٰۤی اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ - اور ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انہین سے کسی پاس موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزع - اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کر لیا - قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ - کہنے لگا کہ اب مین نے توبہ کی ف فلا ینفعہ ذلک ولا یقبل منہ - پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا - اور کلام مفسرین مشعر ہی کہ یہ بیان مسلمانون کا بھی حال ہی جیسا کہ ثوری سے مروی ہی اور اسی طرف کلام بیضاوی و سراج وغیرہ مشعر ہی اور کمالین مین کہا کہ قبول نہونے کی وجہ یہ ہی کہ یہ ملک الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہی پس یہ اضطراری حالت ہی اختیاری نہین ہی اور سراج مین کہا کہ یہ وہ وقت ہوتا ہی کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہین ہوتی اور اللہ تعالی نے فرمایا فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا یعنی نہین کہ نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جسوقت دیکھ لیا انھون نے ہماری باس کو یعنی عذاب و اسکے آثار کو - اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا کہ جب ڈوبنے مین پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہی جو مقبول نہین اور کمالین مین لکھا کہ مشہور یہ ہی کہ باس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہی اگرچہ ایمان مقبول نہین ہی چنانچہ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہی لیکن جامع مضمرات مین اسکے خلاف مذکور ہی اور یہی صحیح ہی جو جامع مضمرات مین ہی اور یہی

قریب ہو اور قتادہ وسدی نے کہا کہ جب تک صحت مین ہو۔ اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھبرانہ لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سبکی
سب قریب ہو مترجم کہتا ہو کہ آدمی کو آخرت کے دوام و ہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہین وہ سو پچاس بلکہ ہزار و دو ہزار بلکہ لاکھ کرور اور
دار ناپائدار دنیا کو بعید دیکھتا ہو حالانکہ اُس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہو شیخ ابن کثیرؒ نے بیان احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے
نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہو جبتک اسکو موت کا گھرانہ لگے۔ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وحسنہ
الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبداللہ بن عمرؓ مین موت سے ایک ساعت پہلے با اخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہو وکذا فی روایۃ ابی داود الطیالسی
اور ما نند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی وقد رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ وعن بشیر بن کعب مرسلا وعن عبادۃؓ
بن الصامت مرفوعاً۔ اور حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی
قسم ہو کہ برابر مین بنی آدم کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحین انکے بدنون مین ہونگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہو
کہ برابر مین انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے استغفار کرینگے۔ رواہ احمد شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث مین دلالت ہو کہ جب ایسے بندے
نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہو تو اسکی توبہ قبول ہو اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق مین آگئی و رسانس
گھرانے لگا تو پھر توبہ مقبول نہین ہیولسطے اللہ عزوجل نے فرمایا و لیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن۔
یعنی نہین توبہ ان لوگون کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انہین سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ مین اسدم توبہ کرتا ہون۔ یہ
ویسا ہو جیسا حق عزوجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول نہوگی۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا۔ بخلقہ۔ دانا ہو اپنے
مخلوق کا۔ حَكِيمًا۔ فی صنعہ ہم۔ حکیم ہو اپنی صنعت مین اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب گھرانے لگا تو ایمان کی توبہ قبول
نہین ہو اور گناہ کی توبہ قبول ہو اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری و مقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد مین ہو۔ ف عرائس البیان
مین ہو کہ قولہ تعالیٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ اس آیت کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ مین علی بمعنے من ہو اے انما
التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ۔ یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہین لوگون کے لیے ہو جو معصیت کرتے ہین حالت جہالت مین۔ اور
اہل تصوف کے نزدیک اس مین اشارہ یہ ہو کہ جو شخص گناہ مین پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی مین پڑ گیا اس کو ہدایت کی راہ نہین نظر آتی ہو اور کسی بشر
کی قدرت مین یہ بات خود نہین ہو کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ دینے والا ہی پاک پروردگار ہو اور ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہو اور یہ
محال ہو کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم پر ہوجاوے پس اب سمجھو کہ علی اللہ۔ اسکی نعت و وصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہو کیونکہ وہی ہادی
اپنے متحیر بندے کی طرف رجوع فرماوے جسکا قدم اسکی طبعی خواہش مین پھسل گیا ہو کہ وہ تو خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہین کرسکتا اسکا چھٹکارا
ایسی فیاض کریم کی شرط کرم پر ہو جسنے اپنے گنہگار بندون کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہو اور یہ گنہگار وہ بندے ہین جو بدون اختیار کے بشریت
کی خواہشون کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالیٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا۔ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ یعنی اوتعالیٰ نے جو تمھارا پروردگار ہو اپنے
اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہو پس حرف علی اپنے ظاہر پر رہا بدلیل قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ۔ اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی شرط
سے ہو جسکے حق ہو سبقت رحمتی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگئی ہو۔ اور یہ توبہ قبول کرنا بروجہ مذکور حضرت حق عزوجل کی سنت
سابقہ ہو کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہون کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا۔ فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ثم
اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی۔ یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اسپر اور راہ دیدی۔ اور خصوصیت توبہ رجوع کی ان لوگون کے واسطے

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالےٰ پر فقط انھین بندون کے واسطے ہے جو جہالت مین بدکاری کرین پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہون۔ اگر کہو کہ توبہ تو ہر شخص کر لیتا ہے مفسرؒ نے جواب دیا یعنے التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ۔ یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر قبول کرنا اسکا محض اپنے فضل سے کہو کہ علی حرف ایجاب ہے پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوے کہ واجب ہے اللہ تعالیٰ پر حالانکہ اللہ تعالےٰ پر کوئی چیز واجب نہین بمعنے آنکہ اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی اعتقاد و مذہب ہے یعنے سب ہی اسکے قائل ہین ہان معتزلہ البتہ اللہ تعالیٰ پر وجوب اعدل و اصلح وغیرہ واجب بکتے ہین سو یہان شبہہ پڑتا تھا کہ علی حرف ایجاب ہے پس قبول توبہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہے سو مفسرؒ نے معنے بیان کر دیے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے بمقتضاے وعدہ قبول کرے کیونکہ اوتعالےٰ نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہین ہوتا تو ضرور پورا ہوگا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی فی السراج) اور یہ کلام متین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس انما التوبۃ علی اللہ ای انما قبول التوبۃ مرتب علی فضل اللہ۔ یعنی قبول توبہ کا ظہور تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے۔ (ابو حیانؒ) اور اہل معانی جنھون نے نظم قرآن مین معانی بیان کیے ہین مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے وہ کہتے ہین کہ معنے یہ ہین کہ واجب کیا اللہ تعالےٰ نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ اوتعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون۔ یعنی اے مومنو سب کے سب اللہ تعالےٰ کی طرف توبہ و رجوع لاؤ۔ پس تمام امت متفق ہے کہ مومنون پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے کن لوگون کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا۔ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ۔ المعصیۃ یعنے ان لوگون کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہین برائی یعنے گناہ کو۔ بِجَہَالَۃٍ۔ حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم۔ درحالیکہ جاہل ہین جبکہ رب عزوجل کی نافرمانی کی پس بجہالۃ حال واقع ہے یعملون کی ضمیر سے۔ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ۔ زمن قَرِیْبٍ قبل ان یغرغروا۔ پھر توبہ کرتے ہین زمانہ قریب مین یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا غرغرہ لگے۔ فَاُولٰٓئِکَ یَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ۔ یقبل توبتہم۔ پس ایسے لوگون کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کرین بغیر جانے بوجھے تو مفسرؒ نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہین جبکہ انھون نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا ہی نادانی ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت مجاہدؒ و بہتون نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی خواہ عمدًا یا خطا سے تو وہ جاہل ہے جبتک اس گناہ سے باز نہ آوے۔ اور قتادہؒ نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پس وہ جہالت ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور عبد الرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوے کہ جس فعل مین اللہ تعالےٰ کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خواہ عمدًا نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت مین جاہل ہے اور عطاء ابن رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدکاری ہے۔ بالجملہ اگر زید بیوقوف نے جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمدًا کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاوے گی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہے فافہم۔ پھر اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ مین توبہ کرے تو اُسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ مدتون آدمی گناہ کرتا ہے اور ہوش ہی نہین ہوتا پھر مدت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق مین موت کا غرغرہ لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے اگرچہ اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر غرغرے سے پہلے توبہ کر لی تو قبول ہے دیکھو اللہ تعالیٰ نے قیامت کو قریب فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہے اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

رکھو- لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت مین فاحشہ مصرح ہی اور اسمین فاحشہ کی طرف ضمیر ہی تتامل- اور ابومسلم اصفہانی نے موافق
روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہی اور بعض نے کہا کہ قرائن و امور اسکے مؤید مین- واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لوطی کی
حد وہ نہین جو سورۂ نور مین زنا کی مذکور ہی اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہی تو فاعل و
مفعول بہ دونون کو قتل کرو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بریکہ اللذان یاتیانہا سے مراد لواطت ہو سزاے زنا مردون کے حق مین کچھ مذکور نہو ئی
جیسے اوپر کی آیت مین عورتون کی سزاے زنا مذکور ہی- اسیواسطے شیخ مفسرؒ وغیرہ نے اسمین زنا و لواطت دونون کو شامل کیا تاکہ مردون کی سزاے
زنا بھی معلوم ہو جاوے اور رہا ایک خاص حکم لواطت جو مردون ہی مین ہوتا ہی وہ بھی معلوم ہو جاوے- اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہی اور اللذان
سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہی لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اولی خاصۃً عورتون کے حق مین قید کی سزا کا بیان ہی چنانچہ
قتادہؒ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے مین مرد و عورت دونون مشترک تھے یعنے عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرتے
اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصۃً مردون کے حق مین ہی اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہی اسکو قرطبیؒ نے مستحسن
کہا اور نحاسؒ نے اختیار کیا یعنی مردون مین سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہوا اگر زنا کرے تو دونون قسم کو سزا دیکر چھوڑو تاکہ ضرورت جہاد وغیرہ مین
شریک ہو- اور سدیؒ وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتون کے حق مین ہی اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہین اور دوسری آیت مرد و عورت
کنوارے کے حق مین ہی اور اسی کو ابن جریرؒ نے ترجیح دی اور نحاسؒ نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت مین و اللاتی بصیغہ مونث ہی پھر باوجود شمول مردون
کے تغلیب مؤنث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہی اور مفسرؒ نے کہا کہ اللذان یاتیانہا مین لواطت مراد ہونا اظہر ہی بدلیل تغلیبہ ضمیر مذکر کے اور
جسنے زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہی اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہی کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہی اور یہ ضمیر مردون
کے واسطے مخصوص ہی اور علاوہ اسکے اللذان دونون سزاے اذیت مین اور توبہ و اعراض مین مشترک ہین اور یہ مخصوص مردون کے لیے ہی کیونکہ عورتون
کے حق مین پہلے بیان ہوا کہ محبوس رکھے جانے کی سزا ہی **قال المترجم** یعنی عورتون سے اعراض کا حکم نہین ہی اور بیان عرضو عنہما فرمایا یعنی ان
دونون سے اعراض کرو پس عورت کیونکر مراد ہو سکتی پس مفسرؒ کے نزدیک ارجح یہ کہ مراد لواطت ہی اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا مین لواطت
کا یہ حکم تھا جو بیان مذکور ہی پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہی کیونکہ یہ بیان جو جوڑا
وہان اسی کا حکم نازل ہوا ہی تو عورتون کی زنا اور مردون کی لواطت دونون کا وہان بیان آیا مگر شافعیؒ کے نزدیک لواطت مین مفعول بہ پر
خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو کسی حال مین رجم نہین ہی بلکہ درّے اور ایک سال کی نفی ہی **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی
کہ فاعل و مفعول بہ کو قتل کرو امام شافعی پر حجت ہی اور اسی کے موافق بعض خلفاے راشدین نے عمل فرمایا فافہم- قولہ فاذوہما- ای بالسب
والضرب بالنعال یعنے ایذا دینے سے مراد یہ ہی کہ انکے ساتھ بدزبانی کرو اور جوتیون سے مارو- اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہی
چنانچہ ابن عباس و سعید بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و عار دلانے و جوتیون مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے اسکو
درّے مارنے و سنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کردیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہین ہی کہ اسکی جگہ بھی وہی زنا کی حد مقرر
ہوئی فتامل اور قولہ فاعرضوا یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونون کو ایذا دینے سے اعراض کرو- اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا- اللہ تعالے
تواب ہی ف یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق مین ظاہر فرماتا ہی جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کریگا- رَّحِيمًا
اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہی ف پھر اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگون کی توبہ ہی- اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ-

واجب نہیں ہی بلکہ وہ منسوخ ہی اور امام شافعیؒ پر وارد ہوتا ہی کہ انھوں نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے تجویز کیا حالانکہ ثیب کے لیے قبل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور صحیح یہین قول امام ابوحنیفہ کا ہی یہ حدیث صحیح ہی اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہی ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایکسال کا شہر بدر کرنا یا قبل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہی جو امام المسلمین کی رائے پر ہی ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہی فقط کوڑے و فقط رجم ہی لیکن اسمین بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہی کہ امام کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہی جو کسی حدالٰہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہی اور جواب یہ ہوسکتا ہی کہ منع یہ ہی کہ اس بارہ مین جو حد مقرر ہی تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہوسکتی ہی

وفیہ نظر ایضاً فافہم واللہ اعلم۔ وشرائط حد سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کرلین اور سنورین تو انسے اعراض کرو　اللہ تعالیٰ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی　توبہ تو اللہ تعالے کو قبول ہی انھین کی جو کرتے ہین برا　نادانی سے　پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

تو ایسون کو اللہ تعالے معاف فرماتا ہی اور اللہ تعالے سب جانتا حکمت والا ہی

وَالَّذٰنِ۔ بتخفیف النون وتشدیدہا۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ تخفیف نون ہی اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ نے کہا کہ اسمار متمکنہ و مبہمہ مین فرق کے لیے یا بتخفیف حذف ہوئی۔ اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین تشدید نون ہی پس یا کے عوض یا محذوفہ ہی يَأْتِيٰنِهَا۔ ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ۔ یعنے ضمیر مؤنث راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہی اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہی مِنْكُمْ ای من الرجال۔ مردون مین سے (المعنے) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا و لواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہی کہ فَاٰذُوْهُمَا۔ دونون کو ایذا پہونچاؤ۔ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا۔ پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپکو صلاحیت پر لاوین تو انسے درگذر کرو۔ ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنے کا حکم ابتدا اسلام کا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا پھر مفسرؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہی اور خطیب نے کہا کہ امام شافعی کے نزدیک لواطت کرنا بھی مانند زنا کے ہی لیکن جس سے لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہی اگرچہ وہ بیاہا یعنی محصن ہو بلکہ سو کوڑے مار کر ایکسال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسرؒ یہ منسوخ ہی آیۂ سورۂ نور کے حکم حد سے اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیت النور سے منسوخ ہی یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے سیا امام شافعی کے نزدیک ہی لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہو امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہی بلکہ ہر صورت مین اسپر درے ہین۔ کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہی اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہی اور امام مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک لواطت مین فاعل و مفعول یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون پر ہر حال مین رجم ہی خواہ محصنین ہون یا نہون۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری پس واللذان مرد و عورت زنا کرنے والی مراد ہین تو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہین - فَاِنْ شَهِدُوْا علیهن بہا پس اگر چارون مردون مسلمان نے ان عورتون پر فاحشہ زنا کی گواہی
دی ف تو بالفعل کوئی سزا ے ضرب نہین بلکہ - فَاَمْسِكُوْهُنَّ - احبسوہن - فِی الْبُيُوْتِ - قید رکھو ان عورتون کو گھرون مین
ف وامنعوہن من مخالطۃ الناس - اور منع کرو انکو یعنے باز رکھو لوگون کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو
حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ - یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دین (انکے وقت مقدر پر) اَوْ - الی ان يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا
یا یہانتک کہ اللہ تعالی ان عورتون کے لیے کوئی راہ مقرر کردے ف لیعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مرین یا یہانتک کہ اللہ تعالی انکے
واسطے راہ مقرر کردے پس یہ بطور شک کے نہین ہے بلکہ ابتدا مین ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی مین موجود تھا کہ بعد ایک زمانہ کے نازل
ہوگا پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مر جکین تو انکا معاملہ اسیقدر پر ختم ہوا یا زندہ رہین تو وہ حکم انپر جاری
ہوگا اور گواہون مین عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے لقولہ تعالی اذا جاءکم فاسق بنباء الآیۃ - اور مترجم کے نزدیک یہان
ایک نکتہ ہے جس سے عادل کا ذکر نہین فرمایا - وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اربعۃ منکم - فرمایا یعنے تم مین سے چار ہون حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ
عادل ہو پس عادل کہنے کی ضرورت نرہی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہؓ مین بعض عادل و بعض غیر عادل ہین پھر چونکہ یہ حکم فقط
صحابہؓ تک رہا بلکہ سورۃ النور نازل ہوکر منسوخ ہوگیا تو وہان منافقون کو خارج کیا اور فاسق قرار دیا اور عورتون کے لیے راہ نکال دی حتی کہ کوئی
فاسق اسپر بہتان باندھنے کی بھی گنجایش نہ پاویگا مفسر رح نے لکھا کہ قولہ سبیلا - ای طریقا الی الخروج منہا - یعنی اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امر ا
بذلک فی اول الاسلام ثم جعل اللہ لہن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبہا عاما ورجم المحصنۃ - ابتداء اسلام مین مومنون کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالی نے
عورتون کی راہ نکال دی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو
پتھرون سے سنگسار کرکے ہلاک کردی جاوے **اقول** یہ شافعی رح کا قول ہے اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک فقط سو کوڑے ہین اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع
اسکو سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ مرجاوے - وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم - اور حدیث
مین ہے کہ جب یہ حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالی نے ان عورتون کی راہ نکال دی رواہ مسلم
ف ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء اسلام مین یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہون سے ثابت ہوا تو ایک گھر مین محبوس
رکھی جاتی اور نکلنے نہین پاتی تھی یہانتک کہ مرجاتی - اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے سورہ نور کو نازل
فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ
حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے **قال المترجم** سورہ نور مین ہے قولہ تعالی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل احد منہما مائۃ جلدۃ الآیۃ - اور قول
ابن عباسؓ کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا ہ، یعنی کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے - اور جمہور اسی طرف گئے ہین کہ یہ آیت
اور مابعد کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہین ہے اور حدیث عبادہؓ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالی نے ان عورتون
کی راہ نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو درے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے
(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح وقد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمد رح بمقتضاے حدیث موصوف کہتے ہین
کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاوین اور سنگسار بھی کیا جاوے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہین ہین اور حجت
انکی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زنا کارون کو فقط رجم کیا اور درے نہین مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

نہ فنا ہی ۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا۔ اور جسنے نافرمانی کی اللہ و اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالی اسکو آگ مین داخل فرماویگا درحالیکہ اسکے لیے آگ مین رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہوگا ف ضحاک رض نے کہا کہ یہان عصیان سے مراد شرک ہی یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباس رض نے فرمایا یعنے اللہ تعالی کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی ہی اس سے تجاوز کیا اور کلبی رح نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالی نے مقرر فرمائی ہی اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ مین پڑا رہے گا۔ قولہ یدخلہ یہان بھی بیاء تحتیہ یا بنون ہی یعنے ہم اسکو آگ مین داخل کرینگے۔ وَلَهٗ ۔ فیہا۔ اور اس کافر کے لیے (دوزخ مین) عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۔ ذوا ہانتہ ۔ ایسا عذاب ہی جو اہانت دینے والا ہی ف یعنے ایسا عذاب ہی جسمین اہانت ہی پس مہین صیغہ نسبت ہی ۔ واضح ہو کہ لفظ من مفرد ہی اور معنے اسکے جمع کے بھی ہین اسی وجہ سے برعایت معنے کے خالدین ۔ جمع فرمایا اور یدخلہ مین ضمیر مفرد لفظی ہی ف عرائس البیان مین فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللّٰہ الآیہ ۔ اللہ عزوجل نے امر والفض و مواریث مین تمام مخلوق کے دخل کو صاف میٹ دیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم الٰہی مین معلوم و مقدر و محدود ہی تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی مین عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکا دین اور اللہ عزوجل نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق مین سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہی کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی ایک حد مقرر ہی جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہی پھر اسکی صمدیت و احدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہی ۔ اور حدود اللہ ایک برزخ ہی حدوث و قدم کے درمیان کہ دونون مین کوئی خلط نہین ہوسکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہی شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ حدود اللہ اسکے اوامر و نواہی ہین سو جس نے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہی کہ اہل ارادت کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمین یہ ہی کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہوجاوین مترجم کہتا ہی جیسے اول سے مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتدا مین اسکو طریق سنت پر استقامت و علم تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے ۔ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی کی حد پر رہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہوگا ۔ اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا انقلاب جملہ اوقات مین حدود تک ہوتا ہی پس بیشک حرمت سے بچے اللہ تعالی نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہی وہ کبھی نہ کبھی اسمین جا پڑتا ہی قال المترجم حدیث صحیح مین ہی من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ ۔ جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمین جا پڑنے کے قریب ہی فافہم پھر اللہ عزوجل نے حد و دور زنا وغیرہ کا حکم ابتدا اسلام مین اسطرح نازل فرمایا

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتون مین تو شاہد لاؤ اون پر چار مرد اپنون مین سے پھر اگر وے گواہی دیوین تو اونکو بند رکھو گھرون مین جب تک کہ اٹھا لیوے انکو موت یا کردے اللہ اونکی کچھ راہ

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ ۔ الزنا ۔ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ای من رجال المسلمین ۔ جو عورتین کہ تمھاری عورتون مین سے فاحشہ یعنی زناکاری کرین تو ایسی عورتون مین سے چار گواہ کرلو ف منکم سے مرد مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہی یعنی چار گواہ مرد مسلمان ہون جنکو تلاش کرلو بشرطیکہ عادل ہون اسواسطے کہ حدود مین عورتون کی گواہی نہین

دوسرا امر یہ اُسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکلے اسکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصّہ مین پہلے میت کے مال سے
کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اِن حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر اُنمین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین
موافق مذکورۂ بالا کے تیسرے پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر
نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کر دو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر۔ اور بیٹی مسماۃ ہندہ اور جورو مسماۃ سلمی چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مسماۃ
کبری اور جورو مسماۃ صغری اور بہن مسماۃ ہندہ مذکورہ اور مان مسماۃ سلمی مذکورۂ بالا چھوڑی۔ اب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا
تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا ۔۲۴۔ سے مسئلہ
ہوا تو بکر بیٹا ۔۱۴۔ اور ہندہ بیٹی کو ۔۷۔ اور سلمی جورو کو ۔۳۔ حصے ملے ۔ پھر بکر مرا ہے جسکے پاس اول ترکہ سے ۱۴ سہام ہین تو اسکی مان کو چھٹا
حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہے اور بہن عصبہ ہے ۔ لہذا یہ مسئلہ بھی ۲۴ ۔ سے ہوا یعنے بکر کے مال کے ۲۴۔ حصے کیے جاوین
جسمین سے کبری دختر کے ۔۱۲۔ صغری جورو کے ۔۳۔ اور ہندہ بہن کے ۔۵۔ اور سلمی مان کے ۔۴۔ ہوئے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس چودہ ۱۴
سہام ہین اور ۱۴۔ و ۲۴۔ مین توافق ہے کیونکہ ۔۲۔ پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا ۔۷۔ کو ۔۲۴۔ مین ضرب دیا ۔۱۶۸۔ ہوئے پس اسی عدد
۷۔ سے اوپر کے کل سہام کو مع عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر ۔۹۸۔ ہندہ ۔۴۹۔ سلمی ۔۲۱۔ ہوگئے ۔ اور اسی طرح بکر کے وارثون کے کبری دختر ۔
۸۴ ۔ صغری جورو ۔۲۱۔ اور ہندہ بہن ۔۳۵۔ اور سلمی مان ۔۲۸۔ ہوگئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین انمین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ بھائی
دونون کی میراث ملی اور اسیطرح سلمی کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہے اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبری کے ۔۸۴۔ اور صغری کے ۲۱
اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کر دو تو ۔۸۴۔ اور سلمی کے ہر دو میراث کے ۔۴۹۔ ہوئے واللہ تعالی اعلم بالصواب

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اپنے باغون مین جنکے نیچے بہتی ندیان

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
رہ پڑے اونمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور نکل جاوے اسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع
داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا ۔ اسمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

ع ۲ ۱۴

تِلْكَ ۔ الاحكام المذكورة من امر اليتامى وما بعده ۔ یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے یتیمون کے بارہ مین اور اسکے مابعد
مین فرائض و مواریث ذکر فرمائے ہین یہ ۔ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۔ شرائعه التى حدها لعباده ليعملوا بها ولا يتعدوها ۔ حدود الہی ہین ف یعنی شرائع
ہین جنکو اللہ تعالی نے بندون کے لیے حد کر دیا ہے تاکہ انپر عمل کرین اور انسے تجاوز نہ کرین ۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۔ فیما حکم بہ
اور جسنے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی ف یعنے اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کر دیا ہے تو ۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ اللہ تعالی اس کو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین ۔ درحالیکہ انمین مقدر ہو گا
خلود و ہمیشہ رہنا انکے واسطے ۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ اور یہ فوز عظیم ہے ف پوری فلاح و پوری مراد ہے ۔ یدخلہ بیای تحتیہ اکثر کی قرات
ہے اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قرات ہے بمعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات بےمثال مین اس شان سے کہ جیسے داخل ہون انمین ہمیشہ رہین کبھی موت نہین :

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھوان حصہ ہے اور باقی عصبہ ہین پھر جب چھٹا و آٹھوان جمع ہوے تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا لیکن چھٹا
و آٹھوان نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہین کیونکہ دونون بیٹے اور تینون بیٹیون کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۷ اور ۲۴
مین تباین ہے پس ضرب دونو ۱۶۸ ہوے پس باپ کا چھٹا حصہ ۲۸ اور جورو کا آٹھوان ۲۱ اور تین دختر کا ۵۱ جسمین سے ہر ایک
کے سترہ ۱۷ اور دو پسر کا ۶۸ جسمین سے ہر ایک کے چونتیس ۳۴ ہوے پس مجموعہ ۱۶۸ ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاوین (مثال ۹)
اگر مثال مذکور مین بجاے ایک زوجہ کے تین جورو ہون تو زوجہ کے حصہ مین جو ۲۱ سہام آئے وہ تین زوجات پر پورے تقسیم ہو جاتے ہین پس
ہر جورو کو ۷ حصے ملینگے اور حساب مذکور مین کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہون تو بوجہ تباین کے ۲۱ سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ
۱۶۸ کو چار مین ضرب دینا پڑیگا تاکہ ہر جورو کا حصہ بھی مسلم نکل آوے۔ اور واضح ہو کہ حصص مین کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثون کے سہام ملکر
کل سے زائد ہو جاتے ہین مثلاً اصل مسئلہ بارہ ۱۲ اور مجموعہ حصص ملکر ۱۳ ہو جاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ ماں۔ شوہر۔ ایک دختر وارث چھوڑے تو
۱۲ مین سے باپ کو ایک۔ ماں کو ایک۔ شوہر کو ۳ اور دختر کو ۶ ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ، شوہر کو چہارم، دختر
کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ ہو جاتے ہین تو کل مال کے ۱۳ حصے کرکے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے۔ اور واضح ہو کہ عول کے
برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴
سہام دختر کو دیے اور ۳ سہام باقی بچ رہے تو لوہ بھی اسی حساب سے انھین وارثون کو واپس رد کیے جاوین پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کرکے ایک
حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصہ دختر کو دیدو تو کل مال انھین مین فرض و رد سے تقسیم ہو گیا اور ہر ایک کے حق مین زیادتی ہو گئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ
مین سے دو آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچوان یعنے تین آنہ دو پائی ملے جبکہ آنہ کی بارہ پائی مانو اور دختر کو باقی ملا۔ اور
اسکا نام اصطلاح مین رد ہے۔ پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ مین تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم نہوا پھر ان وارثون مین سے کوئی
مرا پھر اسکے ورثہ مین سے کوئی مرا غرضکہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انھون نے تقسیم چاہی تو اسکو مترجم نے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ مین مفصل لکھدیا
ہے وہان سے تلاش کرو۔ یہان مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ مین مثلاً ۴۲ سہام ہون تو ہر ایک کو ۱۴ سہام ملے اور اگر
انھین کے ۱۲ سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۴ پورے ملے لیکن اس سے کم نہین ہو سکتے ہین تو فرائض مین یہ ضروری لحاظ ہے کہ اعداد مین کسی کی نسبت رکھو اور
نسبت چار ہین اول تماثل جیسے ۴ و ۴ اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۳ و ۵ ۔ ۷ و ۱۱ ۔ ۳ و ۸ جنمین بڑا چھوٹے پر تقسیم نہو سکے سوم تداخل جنمین
تقسیم ہو سکے جیسے ۳ و ۱۲ ۔ ۴ و ۱۲ ۔ ۵ و ۱۵ ۔ ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہو جاوین جیسے ۶ و ۸ ہین کہ ۲ پر پورے
تقسیم ہو جاتے ہین پس تماثل مین ایک عدد لیلو۔ تباین مین دونون کو ضرب دے لو۔ تداخل مین فقط بڑا عدد کافی ہے توافق مین ایک کے وفق
کو دوسرے مین ضرب دو جیسے ۶ و ۸ مین سے دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کرکے ۳ حاصل کو ۸ مین ضرب دیکر ۲۴ لے لو وعلی ہذا القیاس تو ایسا کرنے
سے حساب مین اختصار ہوگا اور اگر ۶ کو ۸ مین ضرب دو تو اس سے دو چند یعنے ۴۸ ہو جاوینگے حالانکہ جب وارثون کے حصص ۲۴ سے نکل آتے ہین تو بیفائدہ
۴۸ حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہین ہے پس جسطرح وارثون کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کر لے آپ
جاننا چاہیے کہ فرائض مین جو شخص ان تمام حصص کو یاد کر لے جو قرآن مجید مین مذکور ہین اور اس حساب کو یاد کر لے وہ علی بینۃ کی میراث اوسکے
وارثون مین تقسیم کر لیگا انشاء اللہ تعالی لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر بٹوارہ ہوتا ہے تو اس حساب فرائض مین مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتا ہون
انشاء اللہ تعالی سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہو جاویگا۔ جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو پھر جو

ذوی الارحام ہون اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالی واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض الآیہ مین انشاء اللہ تعالی آویگا اور جب کوئی شخص
کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کرلی پھر لاوارث مرا تو یہی مولی اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال داخل بیت المال
عام ہوگا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ مین فتوی دیا کہ بیت المال کو بادشاہون نے حق طور پر قائم نہین رکھا لہذا جو کچھ اہل فرائض
سے بچ جاوے وہ بھی انھین پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال اسی کے نام پر خیرات ہو۔ اور یہ تفصیل مطولات فقہ مین مع تحقیق مذکور ہے
بیان مختصر بیان تخریج وتقسیم مناسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ فرائض مین حصص تہائی و دو تہائی وچھٹا یا نصف چہارم وآٹھوان ہے اور قواعد موافق کتب فرائض
کے طول چاہتے ہین مختصر بیان یہ ہے کہ قسم اول یعنے تہائی و دو تہائی وچھٹا سب کا نکالنا چھ سے ممکن ہے اور قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے پس اگر ورثہ قسم
اول سے جمع ہون تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہو وہی عدد مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی اور دوسرے کا دو
تہائی ہے تو (۳) سے مسئلہ فرض کرکے ۱ و ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی وچھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے
چھٹا حصہ ہے تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوے یعنی مثلاً نصف وچہارم ہے تو
(۴) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف وچہارم وآٹھوان مثلاً جمع ہوسکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہون مثلاً نصف وتہائی
وآٹھوان وتہائی کا مخرج ۳ اور آٹھوین کا (۸) ہے تو انمین نسبت دیکھو جو اس مثال مین تباین ہے پس ۳ کو ۸ مین ضرب دو (۲۴) سے نکالو
اور اگر نصف وچھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہین۔ اسی طرح تہائی وچوتھائی مین (۱۲) سے مسئلہ ہوگا۔ اسی طرح اعداد ورثہ مین اور انکے حصص مین بھی
نسبت دیکھکر برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرلو۔ ان مثالون مین غور کرو (مثال ۱) زید مرا۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہین ہے تو
دختر کی تعداد ایک ہے اسکو پسر کی تعداد ایک کے دو چند یعنے دو مین جمع کرو تین ہوے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے پسر
کو ایک حصہ دختر کو دیدو (مثال ۲) اگر مثال مذکور مین دو پسر تین دختر ہون تو دخترون کی تعداد ۳ کو پسر کی تعداد ۲ کے دو چند ۴
مین جمع کرو ۷ ہوے یہی جواب ہے تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو۔ (مثال ۳) زید مرا
باپ۔ مان۔ ایک پسر۔ ایک دختر۔ چھوڑی تو اولاد کی صورت مین مان باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ ہین پس ۶ سے کسر ہوگی
ایک حصہ باپ اور ایک حصہ مان۔ اور باقی عصبہ مین چار سہام ہین حالانکہ ۳ سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس ۳ کو
۶ مین ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ ۳ باپ کو اور ۳ سہام مان کو اور باقی ۱۲ مین سے ۸ پسر کو اور ۴ دختر کو مل گئے۔
(مثال ۴) زید مرا۔ باپ۔ مان۔ دو پسر تین دختر چھوڑے۔ پس مان باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک مان
و ایک باپ کو دیکر باقی ۴ سہام ہین حالانکہ دختر سے پسر کو دو چند کے حساب سے (۷) سہام چاہیے تو ۶ کو ۷ مین ضرب سے ۴۲ ہوے
پس مان وباپ کے ششم حصہ کے حساب سے ۷-۷ سہام باپ کے ۷ سہام مان کے ۸ ہر پسر کو اور ۴ ہر دختر کو ملین گے۔ (مثال ۵)
زید مرا۔ باپ ومان چھوڑے تو ظاہر ہے کہ مان کو تہائی ہے باقی باپ کا پس ۳ حصہ کرکے ایک مان کو ۲ باپ کو ملیگا (مثال ۶) زید مرا
اور باپ۔ مان۔ جورو چھوڑی۔ تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام مین سے تہائی کا ایک سہم مان کا اور باقی دو حصے
باپ کے ہین (مثال ۷) باپ۔ مان۔ دو بھائی یا بہن جو مان کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہین تو مان کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ
حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہین کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہین لیکن انھون نے اپنی مان کو تہائی سے محجوب کرکے چھٹے
حصہ پر نقص کردیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو مان کو تہائی ملتا فافہم۔ (مثال ۸) باپ۔ بیٹا دو بیٹی تین۔ جورو ایک ورثہ چھوڑے

اور حاصل جواب یہ ہے کہ باپ مختار اسپ کوئی ہے اور تم بہ نسبت اولاد مادری کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہے جو اصحاب فرائض کی
مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن یہاں اسوجہ سے نہ ملا کہ کچھ بچا نہیں اور یہ وجہ نہیں کہ وہ وارث نہیں ہیں فافہم۔ وکیع بن الجراح نے کہا
کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسمین کوئی مختلف روایت نہیں ہے اور یہی قول ابی بن کعبؓ وابو موسیٰ اشعریؓ کا ہے اور یہی مشہور قول ابن
عباسؓ کا ہے اور یہی مذہب شعبی ابن ابی لیلیٰ وابو حنیفہ وابو یوسف ومحمد بن الحسن اور حسن بن زیاد وزفر بن ہذیل واحمد بن حنبل ویحییٰ بن آدم ونعیم
بن حماد وابو ثور وداؤد ظاہری وغیرہ کا ہے۔ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ۔ یہ سب جو مذکور ہوا
بعد ادا ے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہے درحالیکہ وہ وارثوں پر ضرر ڈالنے والا نہیں ہے باینطور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت
کی ہو آیت کریمہ میں وصیت صرف ایسی ہو کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی ہو باقی مطلق ہے ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ تہائی
سے زیادہ وصیت روا نہیں ہے اور ائمہ علمائے نے اسپر اتفاق کیا ہے اور قرطبیؒ نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہیں جائز
ہے اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہوگی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو اسمین سے تہائی یا کم کچھ بھی نافذ نہوگی۔ اور حضرت ابن
عباسؓ سے روایت ہے کہ وصیت میں ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہے رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر۔ اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں جور وظلم کر جاتا ہے پس خاتمہ بدکام پر ہو کر دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور آدمی ستر برس
بدیوں کے کام کرتا ہے پھر وصیت کرنے میں عدل وانصاف کرتا ہے پس خاتمہ نیک کام پر ہو کر جنت میں داخل ہوتا ہے پھر ابو ہریرہؓ نے کہا کہ پڑھو تم اگر
جی چاہے تلک حدود اللہ تا قولہ عذاب مہین۔ رواہ ابن ماجہ والبیہقی واحمد وعبد بن حمید وابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور حضرت
انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت میں اللہ تعالیٰ اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ
قال ابن کثیر اماموں میں اختلاف ہے کہ وارث کے حق میں قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہے یا نہیں اسمین دو قول ہیں ایک یہ کہ نہیں صحیح ہے بسبب تہمت
کے اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہیں ہے
اور یہی مذہب امام مالکؒ واحمد وابو حنیفہ کا اور قول قدیم شافعی کا ہے اور شافعی کے قول جدید میں صحیح ہے اور یہی مذہب طاؤس وعطا وحسن وعمر بن
عبد العزیز کا ہے اور اسی کو امام بخاریؒ نے صحیح میں اختیار کیا بدین حجت کہ رافع بن خدیجؓ نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر میں جو کچھ ہے وہ کھولا
نجاوے قال المترجم یہ احتجاج بچند وجوہ محل نظر ہے اول آنکہ لاتکشف الفزاریۃ عما اغلق علیہ بابہا۔ یعنی فزاریہ زوجہ پر جسطرح اسکا دروازہ بند کیا
گیا ہے کھولا نجاوے" یہ کچھ اقرار نہیں اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہے دوم قول کو اس مراد
مین نص نہیں کما لایخفی سوم آنکہ شاید ان لوگوں کی طرف سے اسکے حق میں ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم غرضکہ الفاظ
مذکور اس بات میں صریح نہیں ہیں فافہم۔ وَصِيَّةً۔ مصدر موکد فیوصیکم یعنے وصیۃً منصوب بنا بر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور
موکد مضمون یوصیکم ہے۔ مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ۔ یہ وصیت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علیم ہے ف
یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہے اور حلیم باین معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہے اور واضح رہے کہ جن لوگوں کو
میراث دلائی انمین دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہے کہ انمین کوئی بات وارث ہونے سے مانع ہو اور مفسرؒ کے نزدیک مانع یہ ہیں کہ مورث قتل کیا ہو یا
اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ اختلاف الدار بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہے یعنے وارث ومورث میں سے ایک کا مسکن
دار الاسلام ہو اور دوسرے کا مسکن دار الحرب ہو۔ واضح ہو کہ جسکو اسکے مولیٰ نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی مرا تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہے جبکہ

ما ترک - تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ (ترکہ سے) ہے۔ **قال ابن کثیر** کلالہ مشتق از اکلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے کنارون سے محیط ہو اور مراد یہان وہ حواشی ہین جو اصول و فروع کے سوائے آدمی کے وارث ہون چنانچہ شعبی نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین اسمین اپنی راے سے کہتا ہون اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالی کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہین پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند نہو اور باپ نہو پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوے تو کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی راے سے خلاف کرون رواہ ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمر و علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند و باپ نہو اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہ و زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہم سے صحیح ہوا اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہاء سبعہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا بھی قول ہے اور اس اجماع کو بہت لوگون نے نقل کیا ہے اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالی **وله اخ** او اخت ای من ام - یعنے مان کیجانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قراءۃ بعض سلف کی ہے جنمین سعد بن ابی وقاص بھی ہین الحاصل اگر کسی میت کے وارث سوا اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہون جنکا تعلق از جانب ولادت مادری ہے اور وہ مادری بھائی بہن ہین جو ان کے کسی شوہر سے سوائے پدر میت کے ہون پس مرکر ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اسمین مذکر و مونث مین کمی بیشی نہو گی۔ **فان كانوا** - ای الاخوة والاخوات من الام - پھر اگر یہ بھائی و بہنین جو مان کی جانب سے ہین۔ **اكثر من ذلك** - ای من واحد - اس سے زیادہ ہون یعنی ایک سے زیادہ ہون - **فهم شركاء في الثلث** - تو وے ایک تہائی مین شریک ہون گی - یستوی فیہ ذکورہم واناثہم - اس تہائی مین انکے مذکر و مونث برابر کے حصہ دار ہونگے یعنے بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہین ملیگا۔ **قال ابن کثیر** مادری بھائی بہن دیگر وارثون سے کئی باتون مین مخالف ہین اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ بھی وارث ہوتے ہین جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی مان کے ہوتے ہوے بھی وارث ہوتے ہین دوم انکا مذکر و مونث برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہین ہوتے ہین مگر جب ہی کہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسری اولاد تو وارث نہون گے۔ چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہین ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہون اور زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ مادری بھائیون بہنون کی میراث آپس مین اس طرح ہے کہ جس قدر مذکر کو اسی قدر مونث کو - **زہری** رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ مین علماء نے خلاف کیا ہے جس کا نام مسئلہ حماریہ ہے وہ یون ہے کہ میت کے ورثہ مین زوج ہے اور مان یا نانی سگی۔ اور دو اولاد مادری و میت کی حقیقی یعنی بھائی بہن ایک یا زیادہ ہین تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور مان یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی مین عینی شریک ہون گے اور یہ مسئلہ زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین واقع ہوا تو انھون نے شوہر کو نصف اور مان کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے بھائی بہنون نے جو مان باپ دونون کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ اے امیر المومنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد کے ساتھ ان کی طرف سے بھی شریک نہین ہین کہ ہم سب کی مان ایک ہے پس عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو شریک کر دیا اسیطرح عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا ہے اور دو روایتون مین سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاوس و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبد العزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحق بن راہویہ کا ہے - اور حضرت علی بن ابی طالب انمین باہم شریک نہین کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت مین عینی یا دری و پدری اولاد کو کچھ نہین دیتے کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہین اسمے سے وہ اعتراض رفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیون نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہین سہی مگر ہماری مان تو ایک ہے

يُوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ - پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمھارے واسطے انکے ترکہ میں سے چہارم حصہ ہی بعد ادائے وصیت کے جو وہ وصیت کر کے مریں یا بعد ادائے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونوں دیکر باقی میراث ہی - واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے بعد کہ قرضہ بالاجماع ہر حال میں مقدم ہی اور وصیت کو آیت میں اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثوں کے حق متعلق ہیں اور آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ مختصر بیان ہر ایک وارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم کہ انشاء اللہ تعالیٰ - اور یہاں آیت میں بیان ہیکہ اگر زوجہ مرنے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہیں موجود ہی تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر موجود ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت میں وہ ہی جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کیلئے جو نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہی مفسر رح نے کہا کہ والحق البالغ فی ذلک ولد الابن بالاجماع - یعنے میراث میں پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور یہ اجماع ہی یعنے سب علما میں اتفاق ہی کہ جو صلبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہی ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال میں ایک یہ کہ فرزند نہ ہونے کی صورت میں نصف اور عدم فرزند ہونے کی صورت میں چہارم - یہ امر بالاجماع ہی اس میں کچھ خلاف نہیں ہی اور ایسے ہی حکم زوجات میں بیان فرمایا - وَلَهُنَّ - ای للزوجات تعددن اولا - الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تمھارے ترکہ سے چہارم ہی - یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہوں فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہو تو کل چہارم لے اور کئی ہیں تو اسی چہارم میں برابر شریک ہوں یہ چہارم حصہ اسوقت ہی کہ - اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ - اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو - یعنی وہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی و علی ہذا القیاس - منھن او من غیرھن - نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمھارا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی موجود ہو تب زوجات کو چہارم - فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ - منھن او من غیرھن - اور اگر تمھارا کوئی فرزند ہو - خواہ موجودہ جورو سے ہو یا اسکے سوائے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلا شبہ وغیرہ ہو غرضکہ جو بھی شرعی حلت سے تمھارے تحت میں تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا مانند اسکے جدا ہو گئی بخلاف اس کے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو وہ بمنزلہ نہونے کے ہی - فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ - تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہوں سب کو ایک آٹھواں حصہ ملے گا مگر یہ سب اس کل مال سے ملیگا جو بعد قرضہ و تجہیز و تکفین کے و وصیت کے باقی رہا - مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ - بعد دینے وصیت کے جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے دا اگر قرضہ و وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسر رح نے کہا کہ وولد الابن کالولد فی ذلک اجماعا - اور پسر کی اولاد اس میراث میں مثل فرزند صلبی کے ہی بالاجماع - اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہیں ہی کما تقدم - وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ - صفتہ والخبر - كَلٰلَةً - یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہی اور خبر اس کی کلالۃ ہی یعنے وان کان رجل مورث منہ کلالۃ - اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی - یا کہا جاوے کہ یورث خبر کان ہی اور کلالۃ حال ہی ضمیر یورث سے کما فی المدارک بہرحال کلالہ کے معنے مفسر رح نے بیان کیے ای لا والد لہ ولا ولد - اسکا باپ نہ ہو اور فرزند بھی نہ ہو - اَوِ امْرَاَةٌ - تورث کلالۃ یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی - وَّلَهٗ - ای للمورث الکلالۃ - اور مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو - اَخٌ اَوْ اُخْتٌ - ای من ام وقراءۃ ابن مسعود وغیرہ - بھائی یا بہن ہو یعنی ماں کی جانب سے بھائی بہن ہو تو اسکی میراث اسطرح ہی جو آگے مذکور ہی) حضرت ابن مسعود رض وغیرہ کی قراءت میں ولہ اخ او اخت من ام - واقع ہوا ہی - حاصل آنکہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند و باپ نہ ہو اور اس کی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اس کے بھائی یا بہن ماں کی جانب سے وارث ہوں - فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

سگے ہون یا باپ کی طرف سے ہون اور انکے ساتھ مین جد کی تہائی سے کمی ہوگی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصہ سے جد کا حصہ کم نہ ہوگا بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعی ؒ۔ اور بھائیون کی اولاد دادا کے ہوتے ہوئے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہے اور رہی جدہ یعنے دادا یا یعنے ماں کی ماں تو علما کا اتفاق ہے کہ اگر میت کی ماں نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہے کہ ماں کے ہوتے ہوئے ساقط ہے اور اجماع ہے کہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہین ہے اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جدہ وارث ہوگی یہی قول مالک و ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ وغیرہم کا ہے۔ اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ وارث ہوگی اور یہ عثمان و علی رض سے بھی مروی ہے اور یہی شریح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہے **فائدہ ثانیہ** عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالیٰ آباؤکم و ابناؤکم لاتدرون ایہم اقرب لکم نفعا۔ اشارہ یہ کہ بزرگون کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ بسا اوقات انہین سے کسی فریق سے کوئی ایسا دل ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الٰہی عز و جل مین سفارش کی اجازت پاویگا اور بیان مبہم رکھنے مین حکمت یہ ہے کہ سب پر رحمت و شفقت رکھین تیوقع اس ولی صادق کے۔ اور حضرت ابن عباس رض نے اقرب لکم نفعا کی تفسیر مین فرمایا ای آباو ابنا مین تم سب سے زیادہ فرمانبردار اللہ عز و جل کا اور تم سب سے بلند درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز۔ اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنون مین سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر اپنے والدین سے بلند درجہ ہوگا تو والدین کو اپنے درجہ پر لاویگا تاکہ اسکی آنکھین ٹھنڈی ہون اور اگر والد بدرجہ اعلیٰ ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہوگا تاکہ اسکی آنکھین خنک ہون

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مرین تمھاری عورتین اگر نہ ہو ان کی کوئی اولاد اگر ان کی اولاد ہے تو تم کو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو دلوا مرین یا قرضے کے اور عورتون کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو اور اگر تمھارے فرزند ہو تو تمھاری جورون کو آٹھوان اس سے جو تم نے چھوڑا بعد اس وصیت کے جو دلوا مرو تم

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہے جو باپ بیٹا نہین رکھتا یا عورت ہے اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہے تو دونون سے

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہون تو سب کے سب شریک ہون گے تہائی مین بعد

وَصِيَّةٍ يُّوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ

وصیت کے جو کی گئی ہے۔ یا قرضہ کے جب اورون کا نقصان نہ کیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہے

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ۔ جمع زوج یعنے جورو و نیز بمعنے شوہر و یہان مراد اول ہے المعنے اور تمھارے لیے نصف اس مال کا جو تمھاری زوجات نے چھوڑا۔ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ منکم او من غیرکم بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی نہو۔ نہ لڑکا اور نہ لڑکی اور نہ تمھارے نطفہ سے اور نہ پہلے خاوند سے۔ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ ...

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغہ ماضی تھا تو مفسر رح نے کہا یعنے برابر ہمیشہ اس صفت علم و حکمت سے متصف ہے اور حاصل جواب یہ
کہ کان یہاں استمرار و دوام کے معنے میں ہے اور یہ عرب کی زبان میں شائع ہے ف جاننا چاہیے کہ آیہ یوصیکم اللہ فی اولادکم - یہاں تمام
ہوئی ہے اور بنظر تسہیل میں نے باپ و ماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کر دیے تاکہ عام نفع اُٹھاویں اور توضیح یہ ہے کہ ماں و باپ
کی چند حالتیں ہیں اول آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہوں تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو
نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لے لیگا پس ایسی حالت میں باپ کو فرض و عصوبت
دونوں ہونگے - دوم آنکہ والدین تنہا ہوں تو ماں کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب میں لیگا پس باپ اس حالت میں محض عصبہ ہے اور اگر انکے ساتھ
زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت میں بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما میں خلاف ہے کہ ماں کو کیا ملیگا
اسمیں تین قول ہیں ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ میں ماں کو باقی کا تہائی ملیگا گویا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہے اور اللہ عزوجل
نے ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہے پس وہ باقی کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے - اور یہی قول حضرت عمرو عثمان کا اور ہر دو (زوج ہو یا زوجہ ۱۲)
روایت میں اصح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت کا ہے اور اسیکو فقہاء مدینہ اور چاروں اماموں
اور جمہور علماء نے اختیار کیا ہے - اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہو یا نہو ہر حال ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد و ورثہ ابواہ فلامہ
الثلث عام ہے اور یہ قول ابن عباس و معاذ بن جبل و شریح و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ظاہر عموم آیت تو
جمیع ترکہ سے ہے اور بیان بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی ملیگی - اور تیسرا قول یہ ہے کہ ماں کو فقط زوجہ کے مسئلہ میں
کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ میں سے چہارم یعنے تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنے چار ماں کو ملیں گے اور باقی پانچ باپ کو رہیں گا اور اگر شوہر ہو تو
ماں کو باقی کی تہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے پس صحیح وہی قول اول
ہے حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہوں خواہ سگے ہوں یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہوں سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے
وارث نہیں ہو سکتے لیکن ماں کو تہائی حصہ سے محجوب کرکے چھٹے حصہ پر کر دیتے ہیں پس اگر سوائے اخواہ کے اور کوئی نہو تو ماں کے چھٹے
حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب میں ملیگا - پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہے ایک یہاں اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے
فاحفظ - پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہے جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہے اور ابن عباس رض سے اسمیں خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہے
اور صحیح سند سے من طریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہے کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ اخوان بھی اخوہ کہلاتے ہیں اور ایک بھائی ہو تو وہ ماں (یعنے دو ۱۲ — یعنے جمع کے لفظ سے ۱۲)
کو کچھ محجوب نہیں کرتا اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست میں اخوہ کا محجوب کرنا ماں کو اسی جہت سے ہے کہ باپ ان کے شادی بیاہ
کر دینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہے نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہے لیکن ابن عباس رض سے بسند صحیح مروی ہے کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے ماں کو
محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہے اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ تمام امت سے مخالف ہے - اب باقی رہا بیان اسکا کہ دادا بھی بمنزلہ
باپ کے ہے اس امر میں کہ اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط ہوں یا نہیں ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رض کا مذہب یہ ہے کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہے اور انکے
ایام خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباس
وعبداللہ بن الزبیر و عائشہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابو الدرداء و ابو ہریرہ و عطاء و طاؤس و حسن و قتادہ و ابوحنیفہ و ابوثور و اسحاق کا قول
ہے اور حضرت علی بن ابیطالب و زید بن ثابت و ابن مسعود رض کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیوں بہنوں کے ساتھ وارث کیا جاوے جب کہ

جب باپ نہ ہو تو دادا بمنزلہ باپ کے ہی میت کی ماں اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہو اور اگر کوئی فرزند نہو تو ماں کو کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں اثنک مذکور ہوے ہیں باقی آگے آتے ہیں

آبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ

تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انمیں کون تمھارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہی حصہ باندھا اللہ کیطرف سے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اللہ تعالے خوب دانا وحکمت والا ہی

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہی کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو حالانکہ انمیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانہ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر۔ اور عطاء نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث تو اولاد کا تھا اور والدین کے لئے نصیحت تھی پس اللہ تعالے نے اسمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے ہے چھٹا حصہ وتہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا نصف رکھا رواہ البخاری اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتداے اسلام میں جس حال پر تھے کہ کل مال اولاد کا اور اسمیں سے وصیت فقط والدین کو تھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دینوی یا اخروی یا دونوں اسکے باپ سے اسقدر پہونچتا ہی کہ اولاد سے نہیں پہونچتا اور کبھی برعکس ہوتا ہی اور اسکا دانا اللہ تعالی ہی بندہ نہیں اسیواسطے بیان فرمایا۔ اٰبَاۤؤُكُمْ وَاَبْنَاۤؤُكُمْ۔ مبتدا۔ اور خبر اسکی لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ فی الدنیا والآخرۃ فظان ان ابنہ انفع لہ فیعطیہ المیراث فیکون الاب انفع وبالعکس وانما العالم بذلک اللہ تعالے۔ تمھارے آبا و ابنا تم نہیں جانتے ہو کہ کون ان میں سے اقرب ہی تمھارے واسطے از راہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا اٹکل لگاویگا کہ میرا بیٹا میرے حق میں زیادہ نافع ہی تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے برعکس ہوا اور بات یہ ہی کہ اس امر کو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہی۔ ففرض لکم المیراث۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ پس فرض کردی تمھارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالی کی طرف سے۔ حاصل آنکہ تمھاری راے واجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہوا اور یہ جملہ معترضہ ہی اسکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہی کذا فی المدارک۔ اور ایہم مبتدا مرفوع اور اقرب لکم خبر اور نفعا تمیز ہی یعنی۔ اقرب از روے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل نصب میں لاتدرون کا مفعول ہی پھر فریضۃ کو نصب بنا بر آنکہ مفعول مطلق ہی اسیواسطے مفسر رحمہ نے کہا ففرض لکم المیراث فریضۃ من اللہ۔ اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہی کہ یہ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظہ ہی از قبیل قولک لہ علی الف درہم عترافا اور حاصل آنکہ مقادیر مختلفہ مفروضہ ومساوات وارثوں میں اصل میراث میں فریضہ ہی اللہ تعالے کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم کیا گیا ومقدر کیا گیا ہی کیونکہ وہی دانا ہی ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہی اسی واسطے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا بخلقہ۔ اللہ تعالی علیم ہی۔ یعنے اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہی۔ حَكِيْمًا۔ فیما دبرہ لہم ای لم یزل متصفا بذلک حکیم ہی اس تدبیر میں جو اپنی مخلوق کے

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تخصیص علیحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہے مگر اگر یہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع و انفراد میں فرق بھی ہے پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہیں بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اجتماع و انفراد دختروں کے حق میں دراصل مختلف ہے کیونکہ اجتماع میں دختر بھی عصبہ ہیں اور انفراد میں ذوی الفروض میں سے ہیں فافہم پس سب سے اصح دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث جابرؓ ہے جو ہم نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی دونوں دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہے اور مؤید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم اب آگے اکیلی ایک دختر کا حکم فرمایا - لقولہ تعالیٰ عزوجل - وان کانت واحدۃ فلہا النصف - یعنی اولاد میں اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے نصف ہی اسکا ہوگا - قولہ فلامہ الثلث - یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر والدین کے ساتھ شوہر و جورو میں سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہیں رہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہوگا اسواسطے کہ باپ بہ نسبت ماں کے میراث میں اقوی ہے کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دو چند ہے پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنے جورو یا مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ رہ گیا بایں طور کہ کل مال کے چھ حصہ کرکے تین ۳ سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین - ہو جائیگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہے پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصہ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے تو یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین میں سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاوے اور دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دو چند ملا - وہو الحق - قولہ سبحانہ تعالیٰ - فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنے اگر میت کے بھائی بہن ہوں (یا اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے - اسمیں ماں کے محجوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے اعیانی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنے کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب ماں کو تہائی سے محجوب کرکے چھٹے حصہ پر لاتے ہیں اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہیں کر سکتا - پس اخوۃ جمع سے مراد دو یا زیادہ ہے کیونکہ میراث میں کمتر جمع دو ہے - اور اخوۃ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنے ایک ماں و باپ سے سگے - علاتی یعنے باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں - اور اخیافی یعنے ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمیں سے کوئی وارث نہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہے ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی باپ باقی کا عصبہ ہے اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا میں سے کوئی نہو تو عیانی اخوہ وارث ہونگے ورنہ علاتی - پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زائد ہوں تو تہائی میں سب مساوی مشترک ہونگے اور انکا مذکر و مونث یکساں ہے - الحاصل **میت کا پسر** ہمیشہ عصبہ ہے اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہے اور اگر کوئی پسر نہو تو پوتا بھی مانند پسر کے عصبہ ہے لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا پاویگا **میت کی دختر** - اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہے کہ بعد ذوی الفروض کے حق دینے کے باقی ان بھائی بہنوں میں اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دو چند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہو تو وہ ذوی الفروض میں سے ہے کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی ملے گا **میت کا باپ** اگر میت کا پسر موجود ہو تو چھٹا حصہ فریضہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فریضہ پھر بعد فریضہ دختر کے باقی مال کا عصبہ ہوگا **میت کا دادا**

تالک ہے۔ رہی لڑکی تو وہ ایک صورت مین عصبہ ہے اور ایک صورت مین ذوی الفروض سے ہے چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ
عصبہ ہے اور اگر ساتھ نہو تو ذوی الفروض مین سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقرر ہے اور عصبہ وہ ہے کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہو کہ میت
کے ترکہ سے اولاً تجہیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تہائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ
میراث ہے جسمین سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیدیا جاوے اگر ہون پھر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے۔ اولاد تین حال سے
خالی نہین یا تو مذکر و مونث دونون ہونگے تو یہ حکم آیت مین مذکور ہے یا فقط مذکر تو سب مال بعد اہل فرائض کے لے لیگا یا فقط مونث تو اللہ تعالے
نے آگے فرمایا۔ بقولہ سبحانہ تعالی۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیان اور ایک لڑکا ہو تو نصف
دونون لڑکیون کو اور نصف ایک پسر کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیان دو سے زائد ہون خواہ تین ہون یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تہائی
ملیگا۔ اس تقریر سے دو لڑکیون کا نصف حصہ گویا بیان ہو گیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباسؓ کا قول ہے لیکن جمہور صحابہ
نے کہا کہ دو لڑکیون کا بھی دو تہائی ہے اور اسی کو چارون اماموں نے اپنا مذہب قرار دیا ہے سو بعضے لوگون نے خیال کیا کہ یہ قرآن مجید کے سیاق نظم
سے اسطرح ثابت ہے کہ لفظ فوق زائدہ ہے اور تقدیر یہ کہ فان کن نساء اثنتین جیسے قولہ فاضربوا فوق الاعناق مین فوق زائد ہے کیونکہ
یہ غرض نہین کہ کافرون کی گردن کے اوپر سے مارو بلکہ گردن مارو۔ اور نحاسؒ و ابن عطیہؒ نے اسکو رد کردیا کہ یہ خطا ہے کیونکہ ظروف
تمام اسما کلام عرب مین بے معنے زائد نہین ہو سکتے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون آیتون مین فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہے اور ممتنع
ہے کہ قرآن مجید مین بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا یعنے بمنزلہ فان کن نساء اثنتین۔ تو آگے فلھما ثلثا ما ترک
ہوتا حالانکہ فلھن ثلثا ما ترک ہے مترجم کہتا ہے کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر مشقت اٹھائی اور وہ فی مصیبت بڑھائی کیونکہ اگر
تین دختر ہون تو انکا حکم مذکور نہین اور چار ہون تو معلوم نہین علی ہذا القیاس اور یہ ایسی مشقت ہے کہ اسپر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر
نہین بخلاف ان لوگون کے جو زائدہ نہین کہتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ اس سے دو سے زیادہ چاہے جسقدر ہووین سب کا حکم معلوم ہو گیا رہا
فقط دو کا حکم تو یہ دلالت قرآن سے معلوم ہے کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تہائی ملا تو منفرد دو دختر کو یعنے ہر ایک کو مونث کے ساتھ
بدرجہ اولی تہائی ملیگا پس دونون کی دو تہائی ہوئی اور نحاسؒ نے اسمین کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختر مین جب ہے کہ پسر سے تنہا ہون
اور نیز معارضہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہون تو دونون کے لیے نصف ہے پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقرر بھی یہی ہے اور یہ ماخوذ ہی مذہب
ابن عباسؓ سے جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنون منفردہ کے لیے دو تہائی فریضہ منصوص ہے تو دو
دختر منفردہ کے لیے بدرجہ اولے ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ پوشیدہ نہین کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہے لیکن موارث کی تقدیر مین قرابت
رحم کی علت ہونا یا یہی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہے پھر قیاس کہان ہوسکتا ہے خصوص جبکہ فرمایا۔ آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایہم
اقرب لکم نفعا۔ فریضۃ من اللہ۔ ان اللہ کان علیما حکیما۔ اور ایسے ہی شیخ ابن کثیرؒ نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے ایک دختر کے لیے
نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہوتا تو منصوص ہوتا پس اکیلی منفردہ کی تخصیص نصف نے دلالت کی کہ دو دختر کا حکم سہ دختر
ہین مترجم کہتا ہے کہ اسمین وہی مناقشہ ہے جو مین نے بیان مذہب حضرت ابن عباسؓ مین اشارہ کیا یعنے دو کا حکم نصف کا تفصیل بعد اجمال
سے سمجھا گیا یعنے للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام اس قوت مین ہے کہ اگر اولاد مین ایک پسر ہو اور دو دختر ہون تو دو دختر کا فقط نصف
حصہ ہے اور نصف مذکر کا ہے پس جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا الگ منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور وارد ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے ایک پسر

وارث ہوگا اور اسی طرح اگر اسنے عمداً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد یہ چار باتین علی العموم
میراث سے مانع ہین پس اگر اولاد مین بھی کوئی پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی۔ اور ترکہ وہ ہی جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمین سے وہ ہی جو وارثون
کو ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہی اور قرضہ ایسی بڑی بلا ہی کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ
گز کے کفن کی تھی تو درصورت قرضہ کثیر ہوئے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو اسکو دو تین آنہ گز کا کفن ملیگا۔ اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے
منقطع ہوجاتا ہی سوائے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہی۔ اور واضح ہو کہ آیات میراث مین چند باتین پہلے جاننا ضرور ہین۔ اول آنکہ کمتر
جمع دو ہی دوم وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہی جیسے جورو مرد ہین اور ایسون کو ذوی الفروض کہتے ہین دوم جنکا
حصہ مقدر نہین بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہین جیسے بیٹا اور ایسون کو عصبہ کہتے ہین سوم وہ جنکا
حصہ بھی مقرر ہی اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہوجاتے ہین جیسے باپ کہ درصورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقدر حصہ لیگا اور دختر کے مقررہ
حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہوکر لے لیگا۔ چہارم وہ کہ کسی صورت مین ذوی الفروض مین سے اور کسی صورت عصبہ مین سے ہوتے ہین جیسے
میت کا باپ و دختر ہو تو دختر کو نصف مقدر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لے گی۔ اب مین اللہ تعالے کی توفیق و طاقت سے
استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہون قال تعالے۔ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ اللہ تم کو حکم دیتا ہی تمھاری اولاد کے حق مین اور مراد اولاد
سے وہ تمام بیٹے و بیٹیان ہین جنمین رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج
ہو یا کافرون کے ملک مین رہتی ہو یا اسنے باپ یا مان کو یعنے مورث کو عمداً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہی۔ پھر اولاد جمع کا لفظ کمتر دو ہی یعنی اولاد
کے بارہ مین حکم دیتا ہی۔ اگرچہ دو ہون کیونکہ میراث مین کمتر جمع دو ہی اور اولاد مین وہ حمل بھی داخل ہی جسکے علوق کا وقت وفات میت کے
ہونا یقینی معلوم ہو بایں طور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر جنے اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہی
یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسر کی اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور اسمین آئمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہین اختلاف اسمین ہی کہ یہ شامل ہونا مجازاً
ہی یا حقیقتاً ہی تو حنفیہ کہتے ہین کہ حقیقتہً شامل ہی اور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہین بہرحال شمول مین اتفاق ہی اور اولاد مین خنثی بھی شامل
ہی یعنے وہ بچہ جسکے نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علما نے اجماع کیا ہی کہ خنثی اگر مرد کی علامت سے پیشاب
کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جاے گا۔ اور اگر دونون سے پیشاب کرتا ہو تو جس سے
پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثی مشکل ہی اس کے حصہ مین اختلاف ہی اور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ
جو زمانہ شرک سے لوگون مین جاری تھا کہ حلیف ہونے اور مہاجرت اور معاقدت وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہوگیا
پھر اللہ تعالے نے اس کی تفصیل فرمائی۔ للذکر مثل حظ الانثیین۔ نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونث کے
برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دوچند پاوے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہی لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے
للذکر منھم۔ مگر چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب ہان دو وجہ سے ایک تو میت کے زیادہ قریب اولاد ہی
ہین دوم اکثر بعد میت کے یہی ہوتے ہین پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دوچند دیا جاوے اور اسپر اجماع ہی کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض ہون
انکو انکا حصہ مقدر نکالکر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہی اور عصبہ وہ ہی جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی بلکہ جن لوگون کا
حصہ مقدر ہی وہ دیکر باقی سب کا مالک ہی اور جنکا حصہ مقدر ہی انکو ذوی الفروض کہتے ہین حتی کہ اگر ذوی الفروض مین سے کوئی نہو تو بیٹا کل میراث کا

ودارقطنی اور ایک جماعت صحابہ وتابعین سے اسکی ترغیب مین آثار وارد ہین مجھے زیادہ تطویل کی گنجایش نہین یہی کافی ہے کہ اس علم کا فضل وکمال
ودرباوت اجر وثواب کلام الٰہی واسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ وتابعین ومجتہدین امت سے ثابت ہے لہٰذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات
کی تفسیر مین اسطرح بیان کردے کہ اہل ایمان وصلحا رامت اس سے واقف ہوکر فرائض کے جاننے والون مین داخل ہوکر ثواب جمیل کے سزاوار ہوجاوین
اگرچہ تمام تفصیل سے بیان معذوری ہے تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہوجائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابرؓ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلعم وابوبکرؓ نے پیدل آکر بنی سلمہ مین میری عیادت کی اس حال مین کہ مین بیہوشی سے کچھ نہین سمجھتا تھا پس پانی منگا کر وضو فرماکر چھینٹ
چھڑکا کہ مین ہوش مین آیا پس مین نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہین اپنے مال مین کیا کرون پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات
رواہ البخاری ومسلم والنسائی والجماعۃ کلہم شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے حق مین اس سورہ کی آخری آیت درباب
کلالہ اتری ہے جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہے جو انھین جابرؓ سے روایت ہے کہ سعد بن الربیعؓ کی جورو آئی رسول اللہ
صلعم کی حضور مین اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ لڑکیان دونون دختران سعد بن الربیع ہین جو احد مین آپکے ہمراہ شہید ہوا اور ان دونون کے
چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہین چھوڑا اور انسے کوئی نکاح نہ کریگا جبتک انکے پاس مال ہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اسمین حکم فرماویگا
پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعدؓ کو دو تہائی اور ان دونون
کی مان کو آٹھوان حصہ دیدے اور باقی تیرا ہے رواہ احمد وابوداؤد وابن ابی شیبہ وابن ماجہ وابویعلی وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی و
الترمذی وقال لایعرف الامن حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہین اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر وفوائد سے کان کھولکر سننا چاہیے
قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہے فی اولادکم۔ تمھاری اولاد کے بارہ مین اور مراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہے اسکو وصیت
سے تعبیر فرمایا جسمین بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہے کہ بندون کے مان وباپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق مین وصیت کی تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
بندون پر اس سے زیادہ مہربان ہے جسقدر مان باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے کہین
زیادہ مہربان ہے جتنا بچے پر اسکی مان مہربان ہوتی ہے اور حدیث مین قصہ ہے وقد ذکرناہ فی بعض المواضع۔ اور یہان سے تفصیل بیان اس اجمال کا
ہے جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ۔ مین گذرا اور یہین سے نکلا کہ بیان مین تاخیر ہونا روا ہے کما مر منہا کہ وہان انکے
خطاب سے تو زمانہ جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو دور فرمایا اور یہان عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی بمعنے فرزند خواہ لڑکا
ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سعید ہو۔ خواہ ایک ہی ولایت مین ہو جہان مورث نے انتقال کیا یا دوسری
ولایت مین ہو اور وہ وضع ہو کہ مملوک اگر مرجاوے تو اسکا کچھ مال ہی نہین وہ تو خود اپنے مولی کا مملوک ہے پھر آزاد میت کا مال میراث ہے اور ایک
کی صورت کہ اسکا بیٹا غلام ہو یہ ہے کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد مین پکڑی آئی تھی یا اسکی مان یا نانی اصل اسکی اسطرح کی تھی اور اپنے
مالک کے سوائے کسی دوسرے کے نطفہ سے ہے اس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی مان کے تابع قرار دیا جاتی
ہے پس عمرو کی ملک ہے اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک اور بیٹا آزاد ہو وے
ظاہر ہے مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد مین سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث نپاویگی
اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہے مثلاً زید مسلمان اور اولاد مین بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر
اور اسکا بیٹا مسلمان ہے تو زید کا وارث نہوگا۔ اور نیز اگر زید دارالاسلام مین ہے اور اس کی اولاد مثلاً لڑکا دارالحرب مین ہے تو کوئی دوسرے کا

فَلِاُمِّهِ - بضم الہمزۃ - یعنی ام بضم ہمزہ اکثرون کی قراءت ہے - اور حمزہ و کسائی نے اِمہ بکسر ہمزہ پڑھا - **الثُّلُثُ** - تو اسکی ماں کے واسطے ایک تہائی ہے - ای ثلث المال او ما یبقی بعد الزوج والباقی للاب - اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہے کہ کل مال کی تہائی ہے سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہے اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال کی تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا پس حاصل یہ نکلا کہ والدین بہرحال وارث ہیں پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ دارون کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا - اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو فقط والدین ہیں یا میت کا جفت بھی موجود ہے پس ایسی صورت میں حکم یہ ہے کہ میت کے ماں کے واسطے تہائی ہے لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک ماں کو کل کی تہائی ملے گی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہیں بلکہ میت کا بھائی بہنیں ہوں - تو فرمایا - **فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ** - ای اثنان فصاعدا ذکورا او اناثا - **فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ** پھر اگر میت کے اخوۃ یعنے بھائی بہن ہوں - یعنے دو ہوں یا زیادہ ہوں تو ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہیں کیونکہ اخوۃ جمع ہے کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہے خواہ مذکر ہوں یعنی بھائی ہوں یا مونث ہوں یعنے بہنیں ہوں ہرحال ان کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہیں یہ جبھی ہے کہ بھائی ہوں والباقی للاب ولا شئی للاخوۃ - یعنی اسکی ماں کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہیں ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگوں کی ذات سے انکی ماں بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہوگیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگون کو ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہے چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارث من ذکر ما ذکر - **مِنْۢ بَعْدِ** - تنفیذ **وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ** - بالبناء للفاعل والمفعول - بِھَا - اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جاتے وصیت کے جس کے ساتھ میت نے وصیت کی یا وصیت کی گئی ہے پس یوصی اکثرون کی قراءۃ میں بصیغہ معروف بر بناء فاعل ہے اور ابن کثیر و ابن عامر و ابو بکر و عاصم نے بضم اول و فتح صاد بر بناء مفعول یعنے بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے یہاں مانند جمہور کے اور آئندہ مانند ان بعض مذکور کے پڑھا ہے حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہے ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہے اور دوم - **اَوْ** - بعد ادائے **دَيْنٍ** - علیہ - یا ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو - پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہے کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر بچا ہوا میراث ہے - اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہے تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ وتقدیم الوصیۃ علی الدین والکانت موخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیت کریمہ میں اگرچہ وہ نافذ کیے جانے میں پیچھے ہے تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھیں ضائع نہ کریں اور شیخ **ابن کثیر** رحؒ نے ذکر کیا کہ علماء سلف و خلف نے اجماع کیا ہے کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہے اور یہ انکے نزدیک امعان نظر سے آیت کریمہ کے فحوی سے ثابت ہے تنقیح واضح ہو کہ آیت میراث یہی ہے اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہؒ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ آدمی سب مبتلا ہوتے ہیں - ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگوں کو کہ میں ایک مرد ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجکو وفات دینے والا ہے اور عنقریب علم لوگون سے لیا جائیگا اور فتنے پھیلیں گے حتی کہ دو آدمی فرائض میں جھگڑینگے اور کوئی ایسا نہ پاوینگے جو انہیں فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگون کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہے اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی وابن ماجہ

حصہ دو تہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دو تہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالےٰ فلہما الثلثان مما ترک۔ تو دو
دختر کا استحقاق بدرجہ اولی ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ ولان البنت
تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولی۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی مستحق ہوتی ہے تو دوسری مونث کے
ساتھ میں بدرجۂ اولے تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوا تو دونوں کے لیے دو تہائی
ترکہ ہوا۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسرؒ نے کہا۔ وفوق قیل صلۃ۔ یعنے فوق کی لفظ کی
نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یون بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنے یا بڑھتی کے معنے مراد نہین ہین
وقیل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العدد لما فہم استحقاق الثنتین لثلثین من جعل الثلث للواحدۃ مع الذکر۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ
اسواسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصون کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دو تہائی اور تین کو تین تہائی
یعنے کل مال ملجائیگا حالانکہ ایسا نہین بلکہ دو ہون یا زائد انکو دو تہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دو تہائی مال کا جبھی سے
سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا۔ وَاِنۡ كَانَتۡ۔ المولودۃ۔ وَاحِدَةً۔ وفی قراءۃ بالرفع فکان تامہ
یعنے کانت کا اسم مولود و دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنابر خبر ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قراءۃ میں واحدۃ
کو رفع ہے تو بمعنے حصلت واحدۃ ہے پس کان تامہ ہوگا۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو تو فَلَهَا
النِّصۡفُ۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مونث سے دو چند جبکہ دختر ہو ور نہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی
فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہ ہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہون یا دو سے زیادہ ہون تو دو تہائی ملے۔ اب
سوائے اولاد کے دیگر قرابتیون کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا۔ وَلِاَبَوَيۡهِ۔ ای المیت۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے یعنی
اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہین بلکہ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے
السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ اِنۡ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ
ذکر او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو۔ ونکتۃ البدل افادۃ انہما لا یشترکان فیہ مفسرؒ نے کہا کہ لابویہ سے لکل
واحد منہما۔ کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہین ہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت ضعیف
نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یون کہنا اولی ہے کہ بدون بدل کے اور
کے اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہین لیکن
مرد و عورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو مان سے دو چند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ یا بھائی کو بہنون سے
اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافہم پھر مفسرؒ نے افادہ فرمایا کہ والحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد۔ اور لاحق کیا گیا
فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر ہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہوگا کیونکہ وہ
میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور نیز لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہ ہو بلکہ دادا اسکا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے۔ فَاِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ
لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ۔ فقط۔ او مع زوج۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونوں مان و باپ خواہ
فقط یا مع زوج کے یعنی جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا جفت ہو

اور باقیون نے بفتح یاء بر بنا ر فاعل پڑھا اہی یدخلون معروف یعنے داخل ہونگے۔ سَعِیْرًا۔ نارًا شدیدۃ یحترقون فیہا۔ (المعنی) اور ایسے مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ مین جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یاء از صلی النار یصلی صلیا۔ قال تعالی سیصلی نارًا ذات لہب۔ اور فرمایا الا من ہو صال الجحیم۔ اور پھر زید بن اسلم رح نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکون کی ہی جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنی وہ ہین جو مشرک و کفار کرتے تھے کہ جو شخص مرگیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے پس انکا حق مار کر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالی عزوجل نے ان گمراہون کی حالت و بد انجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام اجتناب کرین اور حدیث مین ہی کہ سعید وہ ہی جو غیر سے نصیحت پکڑے مترجم کہتا ہی کہ آگے اللہ عزوجل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہی لہذا مترجم چاہتا ہی کہ آسان طور پر بیان کردے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ

اللہ تعالے وصیت کرتا ہی تم کو تمھاری اولاد مین نرینہ اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر نری مونث ہون

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہی تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہی اور میت کے والدین مین

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کا کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِنْ بَعْدِ

اور مان باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اس کی مان کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی مان کے لیے چھٹا حصہ ہی بعد اس

وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ

وصیت کے جو کسی کو دلوا مرا ہی یا بعد قرضہ دینے کے

يُوصِيكُمُ۔ یامرکم۔ حکم دیتا ہی تم کو۔ اللَّهُ فِي۔ شان۔ أَوْلَادِكُمْ۔ اللہ تعالے تمھاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر فرمایا ہی کہ۔ لِلذَّكَرِ منہم۔ مذکر کے لیے ان اولاد مین سے مِثْلُ حَظِّ نصیب الْأُنْثَيَيْنِ۔ اذا اجتمعا معہ فلہ نصف المال و لہما النصف فان کان معہ واحدۃ فلہا الثلث ولہ الثلثان وان انفرد حاز المال برابر حصہ دو مؤنث کے ہی مفسر رح نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مؤنث ایک مذکر کے ساتھ مین تو مذکر کو نصف اور دونون مؤنث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مؤنث ہو تو مؤنث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لیگا۔ فَإِنْ كُنَّ۔ ای اولاد۔ یعنی کن کا اسم اولاد جمع ولیہ ہی اور کن بصیغہ مؤنث برعایت خبر کے ہی یا اولاد بتاویل مولودات اسم ہی نِسَاءً فقط۔ پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد مذکر نہو۔ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ہی میت نے الحاصل اگر اولاد مین سے فقط عورتین ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہی قال المترجم چونکہ ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہی پس دو کے واسطے نہ ہوگا جیسا کہ ابن عباس رض سے مروی ہی حالانکہ دو عورتون کے واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہی تو مفسر رح نے بیان کیا کہ وکذا الاثنتان لانہ للاختین بقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے اور یہی

تو آپ صاحبون کا حق پہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو مودی
ہو - شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تو نگر ہون انکو پروانہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہی کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کر دیوے
اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہی کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہی کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالی سے یتیمون کے مال سے
معاملت مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھا جاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہی اسکی تائید اسکے
مابعد سے حاصل ہوتی ہی جس مین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہی چنانچہ فرمایا - إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ
ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنے ناحق کھا جاتے ہین - إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا
وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنے بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم بمعنے ملأ بطونہم یعنی بھر پیٹ بنا بر محاورہ عرب
کے ہی چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنے پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہی کہ وہ لوگ
کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہو گا - اور یہ دو معنے کو محتمل ہی ایک یہ کہ اسوقت جو وہ ماکول معلوم
ہوتا ہی در حقیقت آگ ہی کہ مآل کار مین اس کا ظہور ہو گا اور یہ قول بنا بر اسکے کہ جو ابھورنا زوروزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین انکے
واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورہائے قرآنی کا بصورت پارۂ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہی
اس گروہ کا موید ہی اور یہی مفسر رح نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین محقق کہا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب
ہوگا آگ دوزخ سے پس یہ فعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہوا پس مجازاً سبب کی تعبیر مسبب سے کر دی - اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ
صحیحین مین حضرت ابوہریرۃ رضی سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین عرض کیا گیا
کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا اول اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جس کو اللہ تعالے نے
حرام کیا ہی الا اسطور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا
ہفتم شوہر وار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا - اور سدی رح نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس
حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منھ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا
کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہی - اور ابو برزۃ الاسلمی رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلے گی
اس حال سے کہ آگ انکے منھون سے شتاجج ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالی نے فرمایا
ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ وقد اخرجہ الطبرانی وابو یعلی وابن ابی شیبہ
اور یہان اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباس رض سے
روایت مذکور ہو چکی ہی کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے
کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اس کو کھاتا
یا وہ بگڑ جاتا تھا پس یہ برتاؤ انپر بہت گران گذرا پس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالی نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ
مین ہی ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملایا - وَسَيَصْلَوْنَ
بالبناء للفاعل والمفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یای پڑھا بر بناء مفعول بمعنے یدخلون مجہول یعنی داخل کیے جاوینگے

ان یترکوا کے اس فائدہ کے واسطے ہی کہ مرنا امر یقینی ہی پس مفروض مقدر بمنزلہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہی ای ضیاع یعنے برباد وضائع وتباہ ہونا اور بدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے باقی کل مال بفرض الٰہی وارثان میت کا ہوجاتا ہی میت کا حق اس سے منقطع ہوجاتا ہی حتی کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کرکے مرے تو تہائی کی مقدار مین نافذ ہوگی زیادہ مین باطل ہی الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدین اور یہ اجماعی مسئلہ ہی پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاص کو فرمایا ہی کہ تہائی پوری بھی بہت ہی اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تونگر چھوڑے تو بہتر ہی اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگون کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھرین جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث مین ہی لہذا علما نے کہا ہی کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت مین مستحب ہی اسی بنا پر مفسر نے تفسیر کی ہی اور تہائی سے کم وصیت بھی جب ہی کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمایش قول سدید ہوگی چنانچہ ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثون کو بالغ ودولتمند خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہی کیونکہ اُس کے حق مین یہ بہتر ہی اور اگر نابالغ یا محتاج ہون تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہی کیونکہ ذریات محتاج کو پہونچنے مین مساکین سے زیادہ ثواب ہی- پھر واضح ہو کہ اس خطاب مین بھی مفسرین کا اختلاف ہی چنانچہ **بیضاوی** وغیرہ نے ذکر کیا کہ قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافا خافوا علیہم یہ حکم ہی ان لوگون کو جنکو میت نے اپنی اولاد ویتیم پر وصی مقرر کیا اور غور وپرداخت کی وصیت کرگیا ہی یعنے ان لوگون کو چاہیے کہ یتیمون کے معاملہ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہین اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کرین جیسے اپنے مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسرون کا برتاؤ چاہتے ہین- یا یہ حکم ان لوگون کو ہی جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہون یا ئین یعنے ڈرین اللہ تعالیٰ سے یا خوف کرین اولاد مریض پر اور انپر اپنی اولاد کے موافق شفقت کرین پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دین جو وارثون کے حق مین مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھرین اور علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے یہی معنے روایت کیے اور ایسا ہی مجاہدؒ وبہتیرے سلف نے فرمایا ہی **ذکرہ ابن کثیر** اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہی اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثون کو ہی یعنے ضعفاء اقارب ویتیم ومساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہون انپر شفقت کرین یہ تصور کرکے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اس طرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند نکرتے اور مترجم کہتا ہی کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہی اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت انکی اولاد وضبط مال بدست عرفجہ وسوید در دعویٰ ام کجہ واولاد سے فلیتامل- اور بعض نے کہا کہ خود مریضون کو خطاب ہی کہ وارثون پر نظر رکھین اور وصیت کرنے مین اسراف نہ کرین- **بیضاویؒ** نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی آخرہٖ صلہ قرار دیا الذین کا معنے آنکہ ولیخش الذین حالہم وصفتہم انہم لو شارفوا ان یخلفوا ذریۃ ضعافا خافوا علیہم الضیاع- اور اسی امر کو مرتب کرنے مین اس سے مقصود کا اور اسمین علت کا اشارہ ہی اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید ہی یعنی اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہی قال تعالےٰ فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیہ کا حکم دیا پھر تقوی کا حکم کیا جو نہایۃ خشیہ ہی برعایت مبدء ومنتہی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہین ہی پھر قول سدید مین بھی موافق اقوال مذکورہ بالا کے مختلف تفاسیر ہین یعنے وصی لوگ یتیمون سے ایسی باتین شفقت وحسن ادب کی کہین جیسے اپنی اولاد کے حق مین پسند کرتے ہین- یا مریض سے سامعین ایسی باتین کہین جس سے وہ وصیت مین اسراف نکرے اور وارثون کو برباد نہ کرے- اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ میت کو کلمۂ شہادت وتوبہ یاد دلا دین اور بعض نے کہا کہ جو مساکین ویتیم ومحتاج اقارب سے ہین کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتون سے عذر کرین اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے نہین دیا تو اچھا وعدہ بھی کرین کہ ہم تو مختار نہین معذور ہین اور یہ صغیر وارث عنقریب بڑے ہو جاوینگے

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم مین میت کسی کے واسطے وصیت کر جاوے اور ہمارا مذہب یہ ہہ کہ کسی وارث کے حق مین وصیت نہین ہہ لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث یعنی وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہہ کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے بیان روایات مختلف وارد ہوئی ہین چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذرین اور بعض روایات مین ہہ کہ آیت محکم ہہ اور بعض روایات مین ہہ کہ مراد اس سے وصیت ہہ چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا شیخ ابن کثیر رحؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہہ کہ جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہین ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہون تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ ابتداء اسلام مین واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہہ پھر آمین اختلافی دو قول ہین کہ آیا یہ منسوخ ہہ یا نہین تو عکرمہ نے ابن عباس رحؒ سے روایت کی کہ یہ آیت محکمہ ہہ منسوخ نہین ہہ وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسم رحؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہہ اسپر عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر اور مجاہد رحؒ نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہہ کہ جہانتک نکلے دل کی خوشی ہہ دیوین اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و ابو موسی و عبد الرحمن رضؓ بن ابی بکر و ابو العالیہ رحؒ و شعبی رحؒ و حسن رحؒ سے مروی ہہ اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی و عطاء بن ابی رباح و زہری و یحیی بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہہ پھر ابن کثیر رحؒ نے عبد الرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہ رضؓ زندہ تھین پس انھون نے احاطہ مین کوئی مسکین و قرابت دار نہین چھوڑا مگر آنکہ اسکو اپنے باپ کی میراث سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ قاسم رحؒ نے کہا کہ پھر مین نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھون نے ٹھیک نہین کیا یہ تو وصیت کے حق مین ہہ یعنی میت جب ان لوگون کے حق مین وصیت کر جاوے رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہہ اور یہی صحیح معتمد ہہ اور بحسب دلیل وہ ارجح ہہ جو مجاہد رحؒ سے مروی ہہ کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر رہتے ہین کما لا یخفی اور امام محی السنۃ رحؒ نے معالم مین بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال مین سے اولی یہ ہہ کہ امر مذکور استحباب کا ہہ وجوب کا نہین ہہ اور آیۂ کریمہ منسوخ نہین ہہ اور بنا برین آیت کریمہ کے معنے یہ ہین کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہون جو میّت کے ناتے دار ہین مگر وارث نہ ہونگے تو انکو کچھ دو تاکہ انکی دل شکنی نہ ہو اور یتیم آوین یا مساکین آوین تو انکو دو کہ سبب برکت ہہ اور شکر نعمت ہہ وَلْيَخْشَ ای لیخف علی الیتامی - یعنی اور چاہیے کہ خوف کرین یتیمون پر - الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا - ای قاربوا ان یترکوا - وہ لوگ کہ نزدیک پہونچے اسکے کہ چھوڑین - مِنْ خَلْفِهِمْ - من بعد موتہم - اپنی موت کے بعد - ذُرِّيَّةً ضِعَافًا - اولاد صغیر - خَافُوا عَلَيْهِمْ - الضیاع - خوف کرین انپر یعنے ضائع ہونے کا - فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ - فی امر الیتامی ولیأتوا الیہم ما یحبون ان یفعل بذریتہم من بعد موتہم - پس چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالے سے یتیمون کے معاملہ مین اور چاہیے کہ بجالاوین یتیمون کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہین کہ انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے - وَلْيَقُولُوا - للمیت - اور چاہیے کہین میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسپر موت کے آثار ظاہر ہون اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے - قَوْلًا سَدِيدًا - صوابا بان یامروہ ان یتصدق بدون ثلثہ ویدع الباقی لورثتہ ولا یدعہم عالۃ - قول صواب بایں طور کہ میت کو سمجھاوین کہ اسکے ترکہ مین سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہہ اس تہائی سے کم کو صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثون کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثون کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی نے لوگون کو ارشاد کیا خصوص ایسے لوگون کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہین کہ تمھارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاؤ چاہتے ہو ویسا ہی تم بھی اپنی حیات مین یتیمون کے حال پر کیا کرو - ف مفسر رحؒ نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہہ اور لو ترکوا - بجائے قاربوا

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ۔ للمیراث۔ ایسا ہی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہی یعنی قسمت و بٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہی اور اولیٰ یہ ہی
کہ بلفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق مین ضمناً مذکور اور یہان الف لام سے معہود ہی اور ظاہر احضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہی اُولُوا
الْقُرْبٰى۔ ذووا القرابة ممن لا یرث۔ یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہین جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اسوجہ سے کہ ایسے عصبہ ہین
جو دوسرے کے ہوتے ہوے محروم ہین یا ذوی الارحام ہین کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے سوائے
یہان مراد ہین اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہی وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ شیئا قبل القسمة (المعنی)
اور جب بٹوارہ میراث مین ایسے صاحبان قرابت حاضر ہون جو وارث نہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہون تو میراث مین سے
بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ مین سے اس کے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو یا میت کے
وصی کو ہی اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہون اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوے ہین حاضر ہون تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ مین سے
انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ مین سے دے سکتا ہی پس ترکہ سے انکو کچھ نہین ملیگا۔ وَقُوْلُوْا۔ ایہا الاولیاء
لَهُمْ۔ اذا کان الورثة صغارا۔ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ اور کہو اے اولیاء میت یا وصی میت ان حاضرین مذکور سے جبکہ میت کے
وارث نابالغ ہون یا انہین سے کوئی نابالغ ہو قول معروف۔ یعنی قول جمیل بایں طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہین ہمکو
اختیار نہین ہی کیونکہ ورثہ تو نابالغ ہین چونکہ یہ امر پایا نہین جاتا ہی تو مفسرؒ نے اسمین اختلافی اقوال یون بیان کیے کہ۔ قیل انہا منسوخ
وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فهو مذہب وعن ابن عباس واجب بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہی اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہین
ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگون نے تہاون کر کے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغہ امر جو آیت مین مذکور ہی استحباب کے لیے ہوگا یعنی مستحب ہی کہ انکو بھی
کچھ دیدو پس لوگون نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ ایسا کرنا واجب ہی مترجم کہتا ہی کہ وجہ اختلاف بیان اسطرح ہی
کہ فارزقوہم کا امر وجوب کا ہی یا استحباب کا ہی اور یہ حکم بالغ وارثون کو ہی یا اولیاء میت کو ہی خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ پھر منسوخ ہی یا نہین بلکہ
محکم ہی اور روایات و اقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہین چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عوفیؒ نے
ابن عباسؓ سے قولہ واذا حضر القسمة اولوا القربی الآیۃ۔ مین روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل فرمایا
پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمین رہا جو میت بیان کر جاوے۔ رواہ ابن مردویہ وقال رواہ ابن ابی حاتم من
طریق عطاء عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی
روایت کیا اور یہی قول قتادہؒ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول
عکرمہ وابو الشعثاء و قاسم بن محمد و ابو صالح و ابو مالک و زید بن اسلم و ضحاک و عطاء خراسانی و ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن و مقاتل بن حیان سے
مروی ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی اور یہی مذہب جمہور فقہاء و چارون مشہور اماموں ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد اور انکے اصحاب کا ہی اور مترجم
کہتا ہی کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہین اور حق انکا بروجہ میراث نہین تا کہ کہا جاوے کہ آیت سواریث سے منسوخ ہی لیکن
اگر کہا جاوے کہ اولوا القربی جو یہان مذکور ہین وہ وارثین ہین تو نسخ کی وجہ البتہ ہوسکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ نادانی ہے اور جواب یہ ہی کہ قائلین نسخ
کہتے ہین کہ ابتداء اسلام مین واجب تھا کہ ترکہ مین سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین و یتامی و مساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام
ترکہ کی مفصل تقسیم وارد نہین ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہوگیا اور ماورائے میراث کے صدقہ ...

کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہون جو آگے بیان ہوگی۔ نَصِیْبٌ - حظ - مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ - المتوفون - مردون کے
لیے یعنی اولاد اور اقارب کے لیے حصہ ہی اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا یعنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ
مین ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہی مفہوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہی
اولاد و اقارب دونون کو کیونکہ اقربین کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونون طرف سے ہی۔ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ - نسار سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہین خواہ بچہ ہون حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہون تو بھی
وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہین خواہ طفل ہون یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہون حتی کہ حمل مذکر کو بھی شامل ہی
اور یون نہ فرمایا کہ وللنساء کذلک اسمین فتوی دینے کی تعلیم ہی کہ صاف لبط سے ہو اور حدیث صحیح مین ہی کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل کرکے تین
بار فرماتے تھے مِمَّا قَلَّ مِنْهُ - ای المال - اَوْ كَثُرَ - یہ بدل ہی قولہ مما ترک سے باعادہ حرف جار اور منہ کی ضمیر مبدل منہ کی طرف راجع
ہی اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہی لہذا مفسر رح نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر
ہون یا مونث ہون بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہوا اگرچہ نطفہ سے ہو انکو میت کے مال متروکہ مین سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر
ہو حصہ ہی پھر اس حصہ کو فرمایا - جعلہ اللہ - نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا - یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالی نے حصہ فرض کیا ہوا پس مفسر رح نے نصیبا کو
جعلہ اللہ مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم مین فرمایا کہ نصب اسکو بقطع ہی یعنے مفعول مطلق فعل محذوف کا ہی اور مفسر رح نے مفروض کی
تفسیر کی - ای مقطوعا بتسلیمہ الیہم - یعنے ان وارثون کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنے قطع لیا - اور مترجم کہتا ہی کہ لغت مین فرض
بمعنے قطع و تقدیر ہی جیسے قولہ فریضۃ من اللہ - مین ہم نے کہا ہی و سیاتی انشاء اللہ تعالی اور یہان بمعنی قطع ہی اور ہمارے نزدیک فرض
و واجب مین شرعا فرق ہی پس فرض وہ ہی جو بدلیل قطعی ثابت ہو اور واجب مین گونہ ظن و گمان ہوتا ہی لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا ورنہ
اسوقت دونون متحد تھے - اور یہ فقط اعتقادی فرق ہی ورنہ عمل کرنا تو دونون پر حتمی ہی اور شافعیہ نے یہ فرق نہین کیا اور صحیح یہ ہی کہ یہ فرق معقول
ہی اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہی پھر چونکہ آیت کریمہ مین یہ حصہ اللہ تعالے کی طرف سے مفروض ہی تو ثابت ہوا
کہ وارثون کے ساقط کرنے سے ساقط نہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط نہوگا
اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثون کو ہبہ کر دیا تو چاہیئے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صحیح نہو اسلیئے کہ اسمین
غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہی فافہم

اور جب حاضر ہون تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ رزق دو اور کہو

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا

ان کو بات معقول اور چاہیے کہ ڈرین وہ لوگ کہ اگر چھوڑین اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کرین

لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا

اپنر پس چاہیے کہ ڈرین اللہ سے اور کہین بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہین یتیمون کے مالون کو

عَلَيْهِمْ ص فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى

ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝ ع

ظلم سے یہی ہی کہ کھاتے ہین اپنے پیٹون مین آگ اور جلدی پہونچین گے آگ مین

کرلو اپنیر اسکے کہ انھون نے وصول پایا یا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور درصورت اختلاف پڑنے کے تم گواہون کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہین بلکہ امر ارشاد ہی یعنی دنیاوی کام مین ڈھنگ بتلا دیا کہ شرعی مواخذہ ظاہر سے تمھارے حق مین بچاو اسطرح ہی اور بیضاوی وغیرہ مین ہی کہ اس کلام مین دلیل ہی کہ جو متولی یتیم ہی اگر دعوی کرے کہ مین نے یتیم کو اس کا مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہی تو اسکے قول کی بدون گواہون کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعیؒ و مالکؒ کا مذہب ہی اور امام ابو حنیفہؒ نے اسکے خلاف فرمایا ہی کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہین ہی **وَكَفَىٰ بِاللَّهِ** - البار زائدۃ - یعنی باللہ کی بار زائد ہی **عکبریؒ** نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ ہی کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہ ہی اکتف باللہ ای اکتفا کر ساتھ اللہ تعالی کے **حَسِيبًا** حافظا لاعمال خلقہ محاسبھم - کہ وہ حافظ ہی اپنے مخلوق کے کامون کا اور ہی انکا حساب کرنیوالا ہی قیامت وغیرہ مین اور اس کلام مین وعید شدید ہی پس اولیاء یتیم تو ڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاوین اور بلوغ پر دیدین اور درستی کو پیش نظر رکھین اور یتیمون کو تہدید ہی کہ وصول پاکر انکار نکرین اور تشکر گزار رہین ف عرائس البیان مین ہی قولہ تعالی فان انستم منھم رشدا - رشد سے یہان واللہ اعلم یہ اشارہ ہی کہ معرفت الٰہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالی کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنھم کے طور پر سنت کا برتاو ہی اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہے اور ابن عطارؒ نے کہا کہ رشید وہ ہی جو الہام و وسوسہ مین فرق کرے -

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردون کے لیے حصہ ہی اسمین سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتون کے لیے بھی حصہ ہی اسمین سے جو چھوڑ مرین

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے مین سے یا بہت مین سے حصہ مقرر کیا ہو

ونزل رد الما کان علیہ الجاھلیۃ من عدم توریث النساء والصغار - نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جسپر اہل جاہلیت قائم تھے کہ میراث نہین دیتے عورتون کو اور نہ صغیر بچون کو مترجم کہتا ہی کہ **شیخ ابن کثیرؒ** نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیر و قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون کا قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردون کا کر دیتے اور عورتون کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہون کچھ نہین دلاتے پس یہ آیت نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ ام الحراۓ رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیان ہین انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ نہین ہی پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی وسیاتی انشاء اللہ تعالے - اور معالم مین ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی اور تین بیٹیان چھوڑین اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جو سوید و عرفجہ اسکے چچازاد بھائیون نے لیا اب ان بیٹیون کے پاس کچھ کھانے کو نہین ہی اور حضرت صلعم سے سوید و عرفجہ نے کہا کہ یا رسول اللہ اسکی اولاد گھوڑے پر سوار ہونا اور دشمن کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہین ہی پس آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکی بیٹیونکا حق مقرر فرمایا ہی تم اسکے مال کو ہاتھ نہ لگانا یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالی نے نازل فرمایا - یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ - و عنقریب آتا ہی یہ حوادث مین شان نزول بطریق جید بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی جسمین سے **بیضاویؒ** نے کہا کہ خطاب پہلے اترا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا **قال المترجم** اسقدر تو ائمہ حنفیہ بھی قائل ہین اور شاید اسمین تو کسیکو بوجہ وجیہ کلام نہو ہان خلاف اسمین البتہ ہی کہ ضرورت کے وقت سے بیان مین تاخیر ہونا جائز ہی یا نہین فافہم **لِلرِّجَالِ** - الاولاد والاقارب - یعنی مردون سے عام مراد ہین خواہ اولاد ہون یا ناتے دار ہون اگرچہ استحقاق مین ایک درجہ

تاکلوھا - ایہا الاولیاء - یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہی - اسرافا - بغیر حق - مراد اسراف سے بغیر حق ہی ای لاتاکلوہا مسرفین ومبادرین
وبدارا - ای مبادرین الی انفاقہا مخافۃ - ان یکبروا - رشدا فیلزمکم تسلیمہا الیہم یعنی ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسرافا و
بدارا ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت وجلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے مین اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہوں رشد کے ساتھ
پس تمیز بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کردو یعنے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہوے تو سب دینا
پڑے گا - پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاوین لہذا اسراف وبدار سے کھانا تو مطلقاً حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے
تفصیل فرمائی کہ - ومن کان من الاولیاء غنیا فلیستعفف - ای یعف عن مال الیتیم ویمتنع من اکلہ - یعنی اولیاء مین
سے جو تونگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے - ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے - اور عفت بمعنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہین پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہی - ومن کان فقیرا فلیاکل - منہ -
بالمعروف - بقدر اجرۃ عملہ - اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری - یعنی بالمعروف کی یہ تفسیر
ہی کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے - اور ایسا ہی بخاری رح نے عائشہ رض سے روایت کیا - پس مال یتیم مین اگر تجارت کرے یا اسکی زمین مین زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہو اسقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسیر
قرضہ رہے گا اور یہی قول حضرت عائشہ رض وایک جماعت اہل علم مانند عطاء بن ابی رباح وعکرمہ وابراہیم نخعی وحسن بصری وغیرہم کا ہی اور
بعضین مین سے جو کہتے ہین کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر حاجت ضروری کھالیوے
اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت مین سے جو کم مقدار ہی وہ کھاوے بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہی کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہین ہی اور یہی جمہور فقہا کا قول ہی - اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہی
کہ حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب وابن عباس وعبیدہ سلمانی وابن جبیر وشعبی
ومجاہد وابو العالیہ واوزاعی وغیرہم سے مروی ہی چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ عمر رض نے مجھ سے فرمایا کہ مین نے
اپنے آپ کو اللہ تعالے کے مال مین یعنے خزانہ بیت المال مین بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہی جو یتیم کا والی ہوتا ہی کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو مین اسمین سے بقدر ضرورت لیتا ہون پھر جب اللہ تعالے نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر اسمین واپس رکھدیا
ہون اور اگر حاجت نہین ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہون رواہ سعید بن منصور قال ابن کثیر باسناد صحیح ونحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثہ
بن مضرب عنہ - مترجم کہتا ہی کہ یہ کمال پرہیزگاری واحتیاط ہی اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہی کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھا لینا
بدون ضمان کے روا ہی وقد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہین اور میری ولایت مین ایک یتیم ہی تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال مین سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو - اور ابن ابی حاتم کی روایت مین فرمایا
کہ بطور معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو - ورواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ اور ایسا ہی مضمون ابن حبان وابن مردویہ نے
جابر رض سے مرفوعا روایت کیا ہی - فاذا دفعتم الیہم - ای الیتامی - پھر جب تمنے دیدیے انکو یعنے یتیمون کو یعنی اموالہم
فاشہدوا علیہم - انہم تسلموہا وبرئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ وہذا امر ارشاد - انکے مال تو انپر گواہ کرلو - یعنے گواہ

یہانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک میں کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہے اور اگر بدون اجازت
تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا۔ حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ۔ حتی کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہونچ جاوین۔ ای
صار واھلا لہ بالاحتلام او السن وھو استکمال خمس عشرۃ سنۃ عند الشافعی۔ یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہین بلکہ مراد یہ کہ نکاح
کے لائق ہو جاوین خواہ باین طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آدے یا سن بلوغ کو پہونچ جاوین اور وہ امام شافعی رح کے نزدیک
پورے پندرہ برس ہین۔ قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی و ابن وہب و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہ رح سے ہے
اور یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمر و صحیحین آور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت مین اٹھارہ برس ہین اور یہی قول سفیان ثوری رح کا ہے اور امام مالک
و احمد و اسحاق ولیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہے اور شافعی رح نے کہا کہ ایسی باتون سے کافر کے حق مین بلوغ کا حکم
ہوگا مسلمان کے حق مین نہوگا قال المترجم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہین تاکہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے
اور کافر اس خوف سے نہین جمنے دینے کہ انپر جزیہ مقرر ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق مین بلوغ ہے کیونکہ یہ امر جبلی ہے اور
معالجہ کا احتمال بعید ہے اور امام احمد رح نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈالکر نکلے اور سعد رض نے بحکم
بدا انکے یہ حکم لگایا کہ انمین سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاوین اور نابالغ قید کیے جاوین یعنی لونڈی غلام بنائے جاوین تو حضرت صلعم
نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہین پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہین جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور مین ان مین تھا جو چھوڑا گیا
وقد رواہ اصحاب السنن بنحوہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ۔ البصرتم۔ تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہے نہ آنکھ سے مِّنْهُمْ
رُشْدًا۔ صلاحا فی دینہم و مالہم۔ یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین مین اور مال کے تصرف کرنے مین یعنی دین مین صالح ہو جو راہ
صواب پر مال خرچ کرتا ہے اور مال کی حفاظت رکھتا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس و حسن و سعید بن جبیر و دیگر ائمہ فقہا سے
مروی ہے یعنی پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو۔ فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ۔ انکو انکا مال دیدو۔ یعنی حد بلوغ سے بدون
تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعی و ابو یوسف و محمد کا ہے اور امام ابو حنیفہ
کے نزدیک بنا بر نکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس زائد یعنے پچیس ۲۵ برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت
تغیر احوال کے واسطے معتبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اسقدر انتظار کرکے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے
رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت مین لفظ رشد نکرہ ہے پس ادنی رشد
جسپر بولا جاتا ہے مراد ہوگا اور اس سن پر اسقدر پایا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جائیگی پس وہ اصل ہونے مین درجہ نہایت پہونچگیا۔ اگر کہا جاوے
کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہین جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک مین تصرف کرنے سے منع نہین کرسکتا بایطور کہ اسکا تصرف
نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنے ہین تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہے نہ آنکہ حجر ہے پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف
و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہووے حجر جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفیہ کے محجور ہونے پر استدلال
کیا اور مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درم کو ایک ریتلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مین عثمان رض کے پاس جاتا ہون
تجھے محجور کرانے کو پس زبیر بن العوام رض نے کہا کہ ہان مین اسکا شریک ہون تو عثمان رض نے کہا کہ بھلا مین ایسے شخص کو کیونکر محجور کرون جس کے
شریک زبیر بن العوام ہین پس یہ دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین محجور کرانا آزاد بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمین طویل ہے۔ وکلا

وَلَا تُؤْتُوا۔ ایھا الاولیاء۔ یعنی یہ خطاب اولیا کو ہی خواہ مجنون و بیوقوف وغیرہ مردون کے ولی ہون یا عورتون کے یا بچون کے جو بالغ نہین خواہ یتیم ہون یا نہون۔ السُّفَهَاءَ۔ المبذرین من الرجال والنساء والصبیان۔ یعنی ایسے بیوقوفون کو جو بے ڈھنگ مال برباد کرتے ہین مرد ہون یا عورتین یا نابالغ لڑکے لڑکیان۔ اور نہ دینے کے معنے یہ کہ انکو قابو مت دو اور سفہاء کی تفسیر مین سلف کے اقوال یہ ہین کہ ضحاک عن ابن عباس وہ تیرے بیٹے اور جوردین بے ڈھنگ ہین اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ و حسن و ضحاک کا ہی۔ عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیان اور مترجم کہتا ہی کہ اس قول پر مراد یہ کہ یتیمون کے مال انکے ہاتھ مت دو کہ برباد کرین پس اموالکم کے یہ معنے کہ انکے مال جو تمھارے پاس ہین نہ آنکہ اپنے ذاتی مال مت دو۔ عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ۔ وہ عورتین ہین۔ اور ابو امامہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتین سب سفیہ ہین سوائے اسکے جو اپنی قیم یعنے کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابوہریرہؓ سے ہی کہ وہ باندی غلام ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ بالجملہ شاید مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ سفہاء کا لفظ ان سب کو شامل ہی لیکن کلام مابعد اسکو مساعد نہین۔ اَمْوَالَكُمُ۔ ای اموالھم التی فی ایدیکم۔ یعنی اموالکم مین اضافت ملک نہین بلکہ قبضہ ہی اور انکے مال جو تمھارے قبضہ مین امانت ہین۔ الحاصل اے اولیا تمھارے پاس جن یتیمون لڑکون یا لڑکیون وغیرہ کے اموال ہین تم ان اموال کو انہین سے احمقون کو مت دیدو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالیٰ نے تمھارے سامان آخرت کا قوام کردیا ہی چنانچہ ان اموال کی صفت بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ۔ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا۔ مصدر قام ای تقوم بمعاشکم و صلاح اولادکم فیضیعوھا فی غیر وجھہا۔ یعنی اکثر کی قرارت مین قیاما بالف مصدر قام لقوم قیاما ہی یعنی جس سے تمھاری زندگی اور تمھاری اولاد کی درستی کا قیام ہی اور حاصل یہ کہ مت دو بیوقوفون کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کر ڈالین۔ وفی قراءۃ قیما جمع قیمۃ ما یقوم بہ الامتعۃ۔ یعنی نافع وابن عامر کی قرارت مین قیما بدون الف کے جمع قیمت ہی بمعنے وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہی۔ و متعہ جمع متاع ہی جس سے انسان زندگی مین نفع اٹھاتا ہی پھر وہ فنا ہوتی ہی اور معنے یہ کہ بیوقوفون کو اپنے وہ مال مت دو جنکو اللہ تعالیٰ نے تمھاری زندگانی کے متعہ کے واسطے قیمت کردیا ہی۔ وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا۔ اطعموھم منہا۔ اور کھانا دو انکو ان اموال مین سے۔ اشارہ کیا کہ فی بمعنے من ہی اور زمخشری نے اپنے معنی پر رکھا ہی ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ بایں طور کہ تجارت کرکے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معالم مین فرمایا کہ فیہا مین اشارہ ہی کہ انکو رزق کا محل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہی بلکہ مقدر ہی اور یہ ان لوگون کے حق مین جنکا نان نفقہ اسپر واجب ہی الا آنکہ مراد فقط یتیم مکفول ہون۔ وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا۔ عدوھم عدۃ جمیلۃ باعطائھم اموالھم اذا رشدوا۔ اور انکو کپڑا دو اور انسے قول معروف کہو۔ قول معروف کہنے سے یہ مراد ہی کہ انکو بھلا وعدہ دو بایں طور کہ یہ سب مال تمھارے ہین جب تم راہ پر آؤ گے ہم تم کو دیدینگے۔ اور علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے تمام آیت کے معنی یہ روایت کیے کہ تو یہ مت کر کہ جو مال تجھے اللہ تعالیٰ نے دیا اور تیری معیشت کیا ہی اسکو اپنی جورو یا دختر کو دیدے پھر تو انکا دست نگر ہو جاوے بلکہ اپنے پاس رکھ اور اسکو درست کر اور تو ہی انکے کھانے کپڑے کی خبرگیری کر۔ وَابْتَلُوا۔ اختبروا۔ امتحان کرو۔ الْيَتَامَىٰ۔ قبل البلوغ فی دینہم و تصرفھم فی اموالھم۔ یتیمون کو انکے بالغ ہونے سے پہلے انکے دین کے معاملہ مین اور انکے اپنے مالون مین تصرف کرنے کے معاملہ مین بایں طور کہ اگر ملکیہ ور کا بچہ ہی تو اپنے ملکیہ مین ڈھنگ سے چلتا ہی یا نہین اور اگر زمیندار ہی تو اسمین انتظام اچھا کرتا ہی اور تاجر ہی تو تجارت مین کماتا ہی اور خطیب شافعی نے کہا کہ یہ امتحان قبل بلوغ کے ہی اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا نہوگا۔ یہ صرف امتحان ہی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کو ایسی چیز دیدے جسمین تصرف کرے

فرق یہ ہی کہ کابین سردست دیا ہوتا ہی اور وہ آخر زندگی تک ادا کر سکتا ہی - اور نحلہ مصدر بمعنی عطیہ لطیب نفس یعنی نحلہ بخوشی خاطر دینا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہی اور عن عائشۃ ہی الفریضۃ و نحوہ عن قتادۃ و مقاتل و ابن جریج ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن زیدؒ نے کہا کہ نحلہ کلام عرب میں واجب ہی اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی عورت سے بلا مہر نکاح نہین کر سکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہی کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہین اور مترجم کہتا ہی کہ ائمہ حنفیہؒ کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہی مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاوائے عالمگیری سے تلاش کرو اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہی کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہی خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہی کہ مہر کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہین اور کم کی جانب اختلاف ہی **قال المترجم** چنانچہ شافعیؒ سے روایت ہی کہ بیع مین جو مول ہو سکتا ہی وہ نکاح مین مہر ہو سکتا ہی اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہین ہو سکتا - اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہین کہ اسکو ادا نہین کر سکتے تو عاقبت مین انپر وبال ہوگا اگر دنیا مین عفو نہو پس اس سے احتراز واجب ہی اور مہر مین سے جبراً لینا حرام و قبیح ہی - **فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا** - تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسهن لکم عن شئ من الصداق فوہبنہ لکم یعنی نفسا جو تمیز واقع ہونے سے منصوب ہی فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی دراصل طبن کا فاعل تھا ای اگر خوش ہون نفس ان عورتون کے تمھارے واسطے کچھ چیز دینے پر اس مہر مین سے جو تمنے انکو خوشی سے ادا کیا ہی پس یہ چیز مہر مین سے تم کو ہبہ کردین - **فَكُلُوهُ هَنِيئًا** - طیبا - تو کھاؤ تم اس چیز کو کھانا پاکیزہ - **مَّرِيئًا** - محمود العاقبۃ لا ضرر فیہ علیکم فی الآخرۃ - جسکا انجام کار اچھا ہی آخرت مین تمپر اسکا کچھ ضرر نہین ہی اگر کہا جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہی پھر کیا حکمت ہی کہ بیان فرمایا تو مفسرؒ نے جواب دیا نزل ردا علی من کرہ ذلک یعنی جس نے اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا - اس سے ظاہر ہوا کہ کلوہ کا امر واسطے وجوب کے نہین بلکہ جواز کے واسطے ہی کیونکہ رد ہی اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ آتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہی چنانچہ ابو صالح سے روایت ہی کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہین لینے دیتا پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا و آتوا النساء صدقاتھن نحلۃ پس اس سے منع کردیا رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ

اور مت دیدو بے عقلون کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالے نے تمھارے واسطے گذران اور انکو اسمین کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم

اور کہو انسے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیمون کو جب تک پہونچین نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان مین

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن

ہوشیاری تو حوالہ کرو انھین انکے مال اور کھا نہ جاؤ انکو اوڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ

يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

بڑے نہ ہو جاوین اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کرلو ان لوگون پر اور اللہ بس ہی حساب سمجھنے والا

من طرق عن اسمعیل بن علیه وغندر ویزید بن زریع وسعید بن ابی عروبة وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبد الرحمن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم من الحفاظ الثقات وقد توبع معمر بل والزہری ایضا فی روایۃ البیہقی من طریق النسائی لسیار بن محشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر ہکذا رواہ النسائی وقال ابو علی بن السکن تفرد به سیار بن محشر وہو ثقۃ وکذا وثقہ ابن معین - مترجم کہتا ہے کہ یہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ ہے پھر فرمایا کہ یہ دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتیں تو رسول اللہ صلعم اس کے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اس کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھیں جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت میں تصریح ہے - اور نوفل بن معاویۃ الدیلمی سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں پانچ عورتیں تھیں پس رسول اللہ صلعم نے مجھسے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواہ الشافعی - مگر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل و انصاف رکھنے پر گمان غالب ہو - **فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا** - فیہن بالنفقۃ والقسم - یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نہ کر سکو گے ف ان عورتوں میں نفقہ دینے میں اور باری رکھنے میں - **فَوَاحِدَةً** - انکحوا - تو ایک ہی کو نکاح میں لاؤ ف اشارہ کیا کہ واحدۃ کو نصب بنا بر نیکا انکحوا کا مفعول ہے - **أَوْ** - اقتصروا علی - **مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** - من الاماء - یا اقتصار کرو اسپر جسکے مالک ہوئے تمھارے داہنے ہاتھ ف یعنے باندیوں پر جنکے تم مالک ہو - اگرچہ وہ کئی ہوں - اذ لیس لہن من الحقوق ما للزوجات - اسواسطے کہ مملوکہ باندیوں کے حقوق ویسے نہیں جیسے نکاح کی ہوئی عورتوں کے ہیں اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدۃ کیوں نہیں کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدۃ انکحوا سے اشارہ کیا کہ ما ملکت کا عطف واحدۃ پر نہیں تا کہ انکحوا ما ملکت ہو حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہیں ہو سکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہیں ہے کہ خوف کی صورت میں ایک عورت سے نکاح ضرور کرنا کہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح میں نہیں لا سکتا ہے - اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اسمیں دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیوں میں قسم واجب نہیں لیکن مستحب ہے - **ذَٰلِكَ** - ای نکاح الاربعۃ فقط او الواحدۃ او التسری - یعنی ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیوں کو تحت تصرف میں لانا - **أَدْنَىٰ** - اقرب الی - نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ - **أَلَّا تَعُولُوا** - تجوروا - تم جور نہ کرو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید بن اسلمؒ وسفیان بن عیینہؒ وشافعیؒ نے الا تعولوا کی تفسیر میں کہا کہ ان لا تکثر عیالکم - یہ کہ تمھارے عیال بہت نہ ہو جاویں اور یہ ماخوذ ہے قولہ تعالی وان خفتم عیلۃ - سے اور عرب کہتے ہیں عال الرجل یعیل عیلۃ - جب کہ فقیر ہو جاوے اور ابن العربی وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی میں اعال ہے نہ عال یعنے از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد - ابو حاتم لغوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہونگے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی یہاں نہیں بنتے ہیں اسواسطے کہ جیسے آزادہ عورتوں کی کثرت سے اس امر کا خوف ہے ویسے ہی باندیوں کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح اسمیں جمہور کا قول ہے کہ ان لا تعولوا معنے ان لا تجوروا ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار - اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباسؓ ومجاہدؒ وعکرمہؒ وحسن وابو مالک وابو رزین ونخعی وشعبی وضحاک وعطاء وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لا تعولوا کے معنے ان لا تمیلوا مروی ہیں اور یہ معنے حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہیں پس مراد وہ جور ہے یعنے میل نکرو طرف جور وظلم کے - اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال - ماضی کا صیغہ سات معنے میں آتا ہے - مال - میل کیا - زاد - زیادہ کیا - جار - جور کیا - افتقر - فقیر ہوا - اثقل - بھاری ہوا - قام بمئونۃ العیال یعنی عیال کی پرداخت کی - غلب - غالب ہوا کما یقال عیل صبری یعنی میرا صبر مغلوب ہو گیا - پس اکثر مفسرین کے نزدیک بمعنے جور ہے - **وَآتُوا** - اعطوا - یعنی و یدو - **النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ** - جمع صدقہ مہور ہن - عورتوں کو صدقات ان کی خوشدلی سے - یہ جمع صدقہ کی ہے یعنی مہر انکے - وضم ہو کر صدقۃ کا ہن **نِحْلَةً**

بالجملہ حاصل یہ کہ خطاب جمیع امت کو ہی اور تمام عورتین انکے لیے محل تصرف اسطرح قرار دی گئین کہ جو عورتین جس مرد پر مباح ہین انین سے تصرف نکاح کے واسطے درصورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہی کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہین ہوئی اور آخر مین جو فرمایا۔ فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ۔ تو یہ اس صورت مین کہ جمع کا ارادہ نہین اگرچہ تنویع و توزیع ایک صورت مین ہی اور واحدہ دوسری صورت مین ہی پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہی بدلیل آخر آیت تو یہ پہلی ہی جہالت پر مبنی ہی جسپر مین نے اول متنبہ کیا اور ایسے شخص سے عجب نہین جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ تو نک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہی اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی یہان گنجایش نہین ہی تو مین مفصل نقل کر کے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہی اللہ تعالی اپنی راہ مستقیم کی ہدایت پر رکھے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح مین ایک وقت جمع کرنا حقیقۃ یا حکماً جائز نہین ہی اور اہل ایمان کسی مفسد کے شبہہ مین نہ پڑین جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہین کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہین جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اسپر اجماع ہی کہ امت مین سے کسی فرد کو روا نہین کہ چار سے زیادہ ایک وقت مین نکاح سے جمع کرے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس مین آپ کے ساتھ امت مین سے کسی فرد بشر کو مشارکت نہین ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چار ہی عورتون پر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہی جیسا کہ ابن عباس و جمہور علما نے فرمایا ہی کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہی اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرما دیا جاتا اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عز و جل کی طرف سے مبین ہی دلالت کرتی ہی کہ سوائے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہین ہی اور یہ جو امام شافعیؒ نے فرمایا ایسا قول ہی کہ اسپر تمام علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ کتاب اللہ تعالی اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہین ہی اب احادیث سننا چاہیے۔ قیس بن الحارثؓ کی تحت مین آٹھ عورتین تھین پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس قیسؓ نے جن عورتون سے انکی اولاد ہوئی تھی کہنا شروع کیا کہ ای فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کہا کہ ای فلانہ تو واپس آ کذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارث سے روایت کی کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین آٹھ عورتین تھین مین نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے مین نے ایسا ہی کیا و رواہ ابوداود ایضاً۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام احمدؒ نے مسند مین کہا کہ۔ حدثنا اسمٰعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا معمر عن الزہری۔ قال ابن جعفر فی حدیثہ انبانا ابن شہاب عن سالم عن ابیہ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ غیلان بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اسکے تحت مین دس عورتین تھین پس نبی صلعم نے اس سے کہا کہ انہین سے چار کو پسند کر لے پھر جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اسنے اپنی ان چار عورتون کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمرؓ کو یہ خبر پہونچی آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہی کہ شیطان جن باتون کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہی وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل مین ڈالدیا اور شاید تو زندہ نہ رہیگا مگر تھوڑے دنون اور قسم ہی اللہ تعالی کی کہ یا تو اپنی عورتون سے رجعت کر اور اپنا مال بھی سب واپس کر ورنہ مین تو ان عورتون کو تجھسے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کے راوی سب ثقہ ہین اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہی اور اس روایت کو تا قولہ چار کو پسند کر لے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہی و قد رواہ عبدالرزاق عن معمر عن الزہری مرسلا و کذا مالک عن الزہری مرسلا اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ و قد روی

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کر سکین تو ان عورتون کے سوا ے اور عورتین بہت ہین جو خوش آوین اُنسے نکاح کر لین پھر حضرت عائشہ رضہ نے
کہا کہ اس آیت کے بعد لوگون نے رسول اللہ صلعم سے استفتاء طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالی ویستفتونک فی النساء الآیہ - اور عائشہ رضہ
نے فرمایا کہ دوسری آیت مین اللہ عزوجل نے فرمایا - وترغبون ان تنکحوہن الآیہ - یعنی کوئی تم مین سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت
ہوتا ہی جبکہ اُسکا مال وجمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال وجمال والی ہو تب بھی اس سے نکاح نکرین مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دین
بجہت اسکے کہ جب کم مال وجمال والی ہوتی ہی تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ خلط وخبط اقوال پریشان طویل چھوڑکر مترجم
نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا - اب یہان یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ مین چار ہی عورتون پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور شیخ مفسر رح نے
کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنی وثلث ورباع - الفاظ معدولہ ہین اور کوفیون وابو اسحق کے نزدیک ان مین قیاس جاری ہو سکتا ہی اور اصح یہ ہی کہ
ان مین قیاس کو دخل نہین بلکہ یہانتک سنے گئے ہین انھین پر مقصور ہی اور یہی بصریین کا قول ہی پھر مسموع گیارہ لفظ ہین - احاد - موحد - ثناء
مثنی - ثلاث - مثلث - رباع - مربع - مخمس - عشار - معشر - اور سواے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہین ہین اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر
منصرف آتے ہین - پس مثنی وثلث ورباع کے معنے دو دو - اور تین تین اور چار چار ہین قال البیضاوی رح اس تکریر یعنی دو دو وغیرہ
فرمانے مین ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہی یہ اجازت ہی کہ عدد مذکور مین سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے بالاتفاق
دو ہی دو یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح مین لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درمونکو دو دو یا تین تین یا چار چار
تقسیم کر لو پس تکریر مین تفریق وتوزیع نکلی اور اگر تکریر نہوتی بلکہ مفرد اثنین وثلاث واربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو
جمع کر لو جو نو ہوتے ہین - اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح مین لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک الخ
اگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تو دو امر مین سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہی پس تمام امت جنکو خطاب ہی سب کے سب یا
تو اتفاق کر کے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب مین سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم یہان ایک مقدمہ دیگر ضروری ہی وہ یہ ہی کہ
اہل ایمان جو شرع پر مامور ومکلف ہین وہ تمام مخلوق مین سے جس چیز مین تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے ہین شرع کی اجازت تک مختار ہین
اگرچہ غیر مامور مین انکو اصلی اباحت حاصل ہو پس عورتون مین نکاح سے تصرف کی اجازت مین چار چار تک حکم ہوا پس زیادت رو انہوگی جیسے مال کا
مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کر کے ایکبار لے لو تو اسی حکم پر مقصور ہوگا کہ انمین سے انتہائے درجہ چار چار سب لے
لین اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہین ہو سکتا کہ دس دس کر کے تمام مال ختم کر دین - اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہی کہ مال معین ہو
مثلا اس توڑے مین سے یا ان ہزار درم مین سے تو یہی حکم ہی اور اگر مطلقا ہو مثلاً کہا کہ درمون کو باہم بانٹو یعنی جو کچھ کماو تو یہ معنی نہین ہوتے
ہین اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہی از قبیل اول نہین ہی اور مترجم کہتا ہی کہ یہ دو وجہ سے خطا ہی اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کر لینا مبحث قرار
دیا حالانکہ مین نے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہین ہی بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار ہین سے کسی تعداد پر ایکبار لیلو اور باقی چھوڑ دو پس اسمین اعتراض کو
دخل نہین اور دوم آنکہ آیت مین عورتین مانند درمون کے ہین کہ ہر ایک متعین نہین علاوہ برین اللہ تعالی کے نزدیک سب معلوم معین ہین
پھر مترجم کہتا ہی کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالے جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنی وثلث ورباع مین
بالاتفاق قائل ہو کہ فرشتون کے بازو فقط چار ہی نہین ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہین ہوتا کیونکہ یہان فقط اخبار ہی اور
انشا نہین یعنی آیت مین تو تصرف مباح کا بیان ہی کہ یہانتک تصرف روا ہی اور اسمین خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہان یہ اور کہان وہ

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کرسکے تو نکاح کرنا مکروہ ہی بلکہ جواز بلکہ سنت اسی حد تک ہی کہ عدل کرنیکا اسکو یقین ہو لہذا فرمایا۔ فَانْكِحُوا
تزوجوا۔ مَا بمعنے من آور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہین وقال تعالی والسماء وما بناہا۔ اور فرمایا فمنہم من یمشی
علی بطنہ۔ یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپر من کا اطلاق کیا۔ طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ ای
اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا۔ ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح مین لاؤ عورتین یعنے ایک سے زیادہ کی صورت مین اسقدر نکاح
مین لاؤ کہ وہ تمھارے واسطے خوشگوار ہون دو دو اور تین تین اور چار چار ف اور ایک عورت کا نکاح انمین مشروع ومعلوم تھا صرف زائد مین یاری
کے ساتھ عدل کرنے مین حرج کا شبہہ تھا تو اسکا حکم بیان کردیا پس اس مقدار سے زائد مت کرو۔ قال المترجم جسطرح مفسر رح نے بیان
ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ ای یتیمون کے ولی ووصی تمکو حکم دیا جاتا ہی کہ جب یتیم بالغ ہوجاوین تو انکو انکا مال جیسا
تھا پورا دیدو اور جو تمنے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانورون کے بچہ وغیرہ ہوکر بڑھا ہی سب دیدو اور یہ مت کرنا کہ انمین سے کھرا عمدہ لیکر
بجاے اسکے خراب وکھوٹا اپنا مال ملادو کہ یہ حرام کھانا ہوگا۔ (اسوقت دوکہ انمین صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کرلو اور جبتک یتیم
ہین تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کرمت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہی پھر اگر تم کو اس معاملہ مین احتیاط وعدل کرنا گران ہو اور حرج دیکھتے ہو اور
خوف ہی کہ انصاف نہوسکیگا تو آٹھ دس عورتین رکھنے مین بھی انصاف نہونیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتین یا اگر زیادہ چاہے
تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہے تو چار نکاح مین لاوے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ۔ قال المترجم اور اکثر مفسرین نے قولہ وان
خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی کو ان لڑکیون یتیم کے بارہ مین کہا جنسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہی جسکی پرورش مین ہین مثلا زید کا چچا مر گیا
اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش مین صرف اسطرح ہی کہ یہ اسکا ولی ہی یہ اس سے نکاح چاہتا ہی پس کم مہر پر نکاح مین لاتے تھے
اور اسطرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب مین شمار فرما کر حکم دیا کہ وآتوا الیتامی اموالہم یعنی ای ولی ووصی لوگو نہ قرض
ہی کہ یتیم جب بالغ ہون تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہین انکے مال سے تجارت کرکے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ مین جاتا نرہے اور
ہرگز اپنے مال مین ملا کر بھی انکا مال نہ کھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت مین اپنے میل مین رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی ہی پس
مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہی ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہی اور نہ انکے مال سے اچھا لیکر خراب برا داخل کردو کہ یہ حرام
ہی اور یتیمہ سے نکاح کرلینے مین تو مضائقہ نہین لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کرلینے مین عدل نکرسکو گے
تو اسکے سوا اور بہت عورتین ہین انمین سے تمکو چار تک مباح ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ ارتباط جیسا ہی اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے
روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت مین ایک یتیمہ عورت تھی پس اس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما نہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے
یہی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق مین نازل ہوا قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا۔ اور عروہ بن الزبیر رض کہتے
ہین کہ مجھے خیال آتا ہی کہ میری خالہ حضرت عائشہ رض نے یون کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے اس باغ ومال مین شریک بھی تھی شیخ ابن کثیر رح نے
کہا کہ امام بخاری رح نے عروۃ بن الزبیر رض سے روایت کی کہ مین نے عائشہ رض سے قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی الآیہ۔ کی تفسیر پوچھی تو
فرمایا کہ ای میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق مین ہی جو اپنے ولی کی پرورش مین ہو اور اسکے ساتھ مال مین شریک ہو اور
اپنے مال وجمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرلے بدون اسکے کہ اسکو اسکا پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو وہ
دیوے پس اللہ عزوجل نے ولی مردون کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتون سے اسطرح نکاح کرین ہان اگر چاہین تو اسکا پورا مہر اعلی دیکر نکاح کرین

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اِس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پر گناہ باقی رہا - **وَاٰتُوا الْيَتٰمٰى** - الصغار الاولی للا لہم - یعنی یتامی جمع یتیم کی یعنے صغیر بچہ جنکے باپ نہو - اور اَوّل اسم موصول جمع مذکو بروزن عُلی آور لا اب لہم اسکا صلہ ہی اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے یتیم نہین پس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہی - **اَمْوَالَهُمْ** - اذا بلغوا - اور دیدو یتیموں کو انکے مال جبکہ بالغ ہوں یہ خطاب یتیم کے ولی ووصی کو ہی اور دینے کے وقت وہ بالغ ہو چکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہی یا بنا بر اصل لغت ہی کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعاً یتیم نہین ہی - اور مفسرؒ نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنی عام طور پر یہ حکم دیا گیا کہ جو یتیم ہی اسکو اوسکا مال دیدینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آوئیگا لہذا مترجم نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہان ایک قید دیگر معتبر ہی یعنی رُشد ظاہر ہونا کما قال تعالی فان آنستم منهم رشدا فادفعوا الیهم اموالهم الآیہ - کذا قیل - **وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ** - الحرام - خبیث سے مراد حرام ہی - **بِالطَّيِّبِ** - الحلال - ای لا تاخذوه بدله کما تفعلون من اخذ الجید من مال الیتیم وجعل الردی من مالکم مکانه - طیب سے مراد حلال ہی (اور معنے یہ کہ) مت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کرتے ہو کہ مال یتیم مین سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھونٹے درم یا دُبلی بکری اسکی جگہ دیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی والضحاک والسدی آور مفسرؒ نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لینا مطلقاً منع ہی جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ لوگون کے مال سے حرام کو مت بدلوا اپنے حلال مال سے - اور ابو صالح نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے واسطے مقدر ہی مترجم کہتا ہی کہ یہین سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سود کھاتا ہی حالانکہ اسکے مذہب مین حرام ہی یا مانند اسکے کمائی اسکی حرام ہی جیسے کسبیان وکاہن ورمال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہی واللہ اعلم - **وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ** مضمومۃ - **اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ** بعض نے کہا کہ الی بمعنے مع ہی ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالون مین مت کھاؤ" اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس بدون ملائے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہی کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہین ہوتا اس لیے کہ یہ مفہوم مخالف ہی جسکے وہ قائل نہین ہین اور حق یہ ہی کہ شافعیہ پر بھی وارد نہین ہی سو جہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہین جاتی کیونکہ یہان وہ اشنع ہی تامل - **اِنَّهٗ** - ای کلها - اسطرح یتیم کے مال کھانا - **كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا** - ذنبا عظیما - گناہ کبیرہ ہی ف اسی سے کہا گیا کہ منجملہ گناہ کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا - ولما نزلت تحرجوا من ولایۃ الیتامی - اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگون کو یتیمون کے ولی بننے مین تنگی حرج لاحق ہوا تب وہ آیت اُتری جو سورۂ بقرہ مین گذری ہی ای قولہ وان تخالطوہم فاخوانکم الآیہ - مگر یہان اللہ تعالے نے انکے عذر حرج پر گرفت فرمائی کہ کثیر عورتون سے نکاح کرکے تم پر کچھ حرج لاحق نہین ہوتا ہی چنانچہ مفسرؒ نے ذکر کیا وکان فیهم من تحته العشر او الثمان من الازواج ولا یعدل بینهن فنزلت - **وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا** - تعدلوا - **فِي الْيَتٰمٰى** - فتحرجتم من امرهم فخافوا ایضا الا تعدلوا بین النساء اذا نکحتموهن - یعنی حال یہ تھا کہ یتیمون کے اولیا مین سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت مین دس یا آٹھ جورؤین تھین اور انمین عدل نہین کرتا یعنی اونکے روز کی باری سب مین برابر نہین رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزون مین برابری نہین رکھتا تھا تب نازل ہوا حکم فان خفتم تا آخر (المعنے) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکو گے یتیمون کے بارہ مین (چنانچہ تم نے انکے بارہ مین عذر حرج ظاہر کیا) تو اسمین بھی خوف کرو کہ عورتون مین عدل نہ کرسکو گے (جب تم انکو نکاح مین لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہی پس اگر کسی شخص کو غالب گمان ہو کہ عورتون سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نکرے اور علمائے نے کہا کہ اسمین چند عورتون کی شرط نہین ہی

بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف و اکناف و ابتدا و انتہا و اول و آخر و سفل و اعلیٰ سے بنظم واحد مہیا کر دیا اور ایسا کیا کہ اسمین خلل و تفاوت کچھ نہین اسکو اپنی تدبیر سے محکم کر دیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزا بلحاظ تفرقہ اجسام و ہیأت و تخطیط و تصویر کے اور بلحاظ تفرقہ اماکن کے مختلف ہین اور جملہ مصالح سے راست کیا پس ہر لود الجد و د تقدیر و منفصل بحسن تدبیر موجود ہوا اور خلقت آدمؑ سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنمین قدرت و مشیت کی تدبیرین پھیلی ہین استادؒ نے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوها یعنی پرہیز کرو ارحام سے ای قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا مین اللہ تعالیٰ کی یاد اور نگاہبانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا مین اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت خود فرماتا ہے **قال المترجم** معنی یہ ہین کہ ابتدا حال مین بندہ تکلف سے ہر بات مین اللہ تعالیٰ کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خارج اور فنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو حفظ قدرت مین محفوظ فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع و راہ مستقیم صادر نہین ہوتی ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک۔ یعنے اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کو حفظ دیا در کھ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرماوے گا (کمافی رواہ البخاری) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہین کہ اس کو گناہ و خطا سے محفوظ رکھے اور اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے یعنے اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالیٰ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ۔ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ یعنے جو کچھ تو اپنے سر باطنی مین پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجھ پر رقیب ہے

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ

اور دیدو یتیمون کو انکے مال اور مت بدل لو گندے کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالوں کو

اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

اپنے مالوں کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیم لڑکیون کے حق مین تو نکاح مین لاؤ

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

جو تم کو خوش آوین عورتون مین سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نہ رکھو گے

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ وَاٰتُوا النِّسَآءَ

تو ایک ہی یا جو تمہارے ہاتھ کے مال ہین یہ ملتی بات ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو اور دیدو عورتون کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـئًا مَّرِيْٓـئًا ۝

انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑین تم کو مہر مین سے کچھ دل خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا

ونزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ۔ یہ کلام ایک یتیم کے حق مین اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا چنانچہ محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچا نے دینے سے انکار کیا پھر دونون نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطاعت اللہ تعالیٰ و رسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر لینے گناہ کبیر سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اس نے لے کر سب خیرات کر دیا۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اب پورا ہوا اور گناہ رہا

و الارض الآیۃ میں اویگذری ہی فتذکیر آور نیز ای اپنے نفس کو بھولنے والے بندے تیرا نفس تو مخلوق ہی کہ مجھسے آگاہ نہیں بے خبر ہی پھر ڈر نہیں
کہ تو نے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہیں بلکہ قدیم سے ہی اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہی یعنی ای ایسے لوگو
جنھوں نے اپنے کو پانی و مٹی سے بنے ہوے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدم کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول ہوتے
کیونکہ مین نے تم کو تمام مخلوقات مین سے اپنے مشاہدہ و خطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہیں سنا و لقد کرمنا بنی آدم یہ خطاب
ان لوگون کو عتاب ہی جو درگاہ سے دور پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہی تو اسکا نام نہین لیتا
ہی بلکہ کہتا ہی کہ او آدمی اور یہ نہین کہتا کہ ای زید یا ای خالد اور اشارہ اسمین یہ ہی کہ اللہ تعالی نے ام معرفت اپنے بندون کو پہچنوایا کیونکہ
اسکے سواے وہ غیر سے مشغول ہو رہے ہین گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنے ای عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھسے
شرماتے نہین ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب و عتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یا ایہا الناس کے اشارت مین کہا ای نادانی و فراموشی کی اولاد
اور ابن عطاءؒ نے کہا یعنی ان لوگون مین سے ہو جو آدمی ہین اور آدمی وہ ہین جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسواے سے وحشت ہی۔ اور
جعفرؒ نے فرمایا کہ ان آدمیون مین سے ہو جاؤ جو واقعی آدمی ہین۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جسنے پہچنوا دیا کہ تم وہ آدمی
ہو جس کی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہی کہ اسکی ہمت پست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عز و جل ہو و ثم الی ربک
المنتہی۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفت الہام سے ہی جو اسکے ساتھ مخصوص ہی۔ اور بعض نے فرمایا کہ یا ایہا الناس خطاب عوام ہی اور
یا عبادی خطاب خاص ہی پھر خاص الخاص کا خطاب یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ہی۔ قولہ اتقوا ربکم۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی۔
اسمین اشارہ ہی کہ اسکی طرف جانے مین جسکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ و یحذرکم اللہ نفسہ۔ اور بعض نے فرمایا کہ جملہ
مخالفات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عز و جل تقوی ہی۔ واسطیؒ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہی عوام کو تقوی شرک
خواص کو تقوی معاصی۔ اولیا خاص کو تقوی توسل با فعال انبیا کو تقوی از او تعالی با و تعالی قولہ تعالی الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالی نے
رمز سے اس آیت مین اپنے حکم و مشیت وغیرہ افعال و صفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالی نے جب پیدایش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اس کو
عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب و ارواح مین رکھے تو ذات سے صفات پر اور صفات سے افعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی ام
مین علم و حکمت و قدرت کو جمع کیا پس ارادہ متعلق بامر ہو پھر امر مین بکاف و نون قدم سے عدم کیطرف نظر کی پس ایک جوہر بسیط ظاہر ہوا
جسمین اجسام و ارواح و جواہر و اعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت و عظمت و تجو دگی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزین اسکے
خواتیم افعال مین جس صورت و نقش سے اسکے سابق علم مین تھین موجود ہوئین۔ اور یہ مبدء جس سے سب چیزین موجود ہوئین حضرت محمد صلوات اللہ
وسلامہ علیہ ہین پھر ارواح و اشباح و انوار و اسرار کو قبضہ عزت مین جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز مین صبح ازل و ابد سے خمیر فرمایا یہانتک
کہ اسکو اپنے خلق و روح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل و ابد کے فیض سے اسمین قدس
قدیم بہمہ اسما و صفات و افعال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین و آخرین جو جمل اسرار قدیم ہین شاخون کی طرح شروع ہوے
اور یہی صورت عین الجمع ہی جس سے حق عز و جل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہی تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات مین کیونکر فرمایا کہ ان اللہ
خلق آدم علی صورتہ قولہ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا و نساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدۃ سے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس
قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزون کی طرف مین نے اشارہ کیا اسمین سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ المکین عمرو بن عثمان مکیؒ نے

اور مفسر رح نے ذکر کیا کہ تساءلون دراصل تتساءلون تھا تار فوقیہ کو سین مین ادغام کیا تساءلون بتشدید سین مہملہ ہوا اور یہ جمہور کی قرارت ہے اور عاصم و حمزہ و کسائی نے بتخفیف سین پڑھا پس تار مذکورہ کا حذف ہوا ہے اور بعض نسخہ تفسیر مین الشدہ پکا اللہ بدون بار ہے اور یہ بھی صحیح ہے وَ اتَّقُوا الْاَرْحَامَ - ان تقطعوہا - اور بچو ارحام سے ف ناتوان کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جن حق حقوق کے ساتھ ہے اسکو ملائے رکھو ہکذا فسر بن عباس و عکرمہ و مجاہد و حسن و ضحاک و ربیع وغیرہم گویا اسمین اشارہ ہے کہ اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے نبی صلعم کے ہم نسب ہوے پھر اتقا رارحام کے حکم مین تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناتے کا ایک مرتبہ ہے - اور حدیث مین حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن عزوجل سے کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالیٰ اسکو ملا دے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالیٰ اسکو کاٹے رواہ البخاری و مسلم اور قرطبی رح نے کہا کہ ملت کا اتفاق ہے کہ صلہ رحم یعنی ناتے کا ملانا واجب ہے اور کاٹنا حرام ہے پس احسان سے اور ناتے وار محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتون سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح مین ہے کہ صل من قطعک - جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل - اور یہ حسن خلق کا بیان ہے - پھر امام ابوحنیفہ رح نے ہبہ سے رجوع صحیح ہونا انھین ناتے والون کے ساتھ خاص کیا جو ذی رحم محرم ہین جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہین کر سکتا ہے اگرچہ ذوی الارحام عام ہے محرم و غیر محرم دونون کو شامل ہے - پھر حمزہ رح کی قرارة بالجر ہے چنانچہ مفسر رح نے کہا و فی قرارة بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ وکانوا یتناشدون بالرحم یعنی حمزہ رح کی قرارت مین والارحام - بالجر ہے بنا بر ینکہ عطف ہے ضمیر بہ پر یعنے بہ و بالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے تھے اور یہ تقریر اولےٰ ہے بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر مین کہا ہے یسال بعضکم باللہ و بالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع مین مستنکر ہے پس اگر یون تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہے یعنے ثابت رکھا اور زمخشری رح نے اس قرارة کو ضعیف کہا و فقد تبعہ البیضاوی بنظر عطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیری رح وغیرہ نے رد کر دیا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہے کیونکہ ثبوت اس قرارة کا متواتر ہے اور کما لین مین ہے کہ شیخ ابوحیان نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیون و یونس و اخفش و ابوعلی نے جائز رکھا اور بصریون نے جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہین بلکہ دلیل کے تابع ہین اور نظم و نثر کلام عرب مین ایسا ثابت ہوا ہے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ یہ قلیل آیا ہے - اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا - حافظا لاعمالکم فیجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک - رقیب یعنے نگہبان ہے اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کا نگہبان ہے پس تم کو اسکے عوض جزا دیگا - چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہے کہ زمانہ ماضی مین نگہبان تھا اب نہین تو مفسر رح نے جواب دیا کہ کان اگرچہ دراصل ماضی کے لیے ہے مگر دوام و استمرار کے معنے مین آتا ہے اور معنے یہ ہین کہ لم یزل متصفا بذلک برابر اس وصف سے متصف ہے اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہے جو کان سے مقترن ہون کذا ذکرہ فی الاتقان ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس - ای ناسی یعنے بھولنے والے اس عہد کے جو تمنے ازل مین قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجا لاوینگے جبکہ میرے خطاب و معرفت دینے سے مجکو پہچانو گے کیونکہ جب مین نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلیٰ یعنے ہان تو بیشک ہمارا پروردگار ہے اور غیر اسی ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزین اپنی نظر سے خوبصورت دیکھکر انسے مانوس ہوگیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہے خبردار ہو کہ یہ جبارپرو ہے کیونکہ یہ تو حادث چیزین ہین اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہین پہونچ سکتا ہے اور میرے دیدار مین مخلوق پر نظر رکھنا کفر ہے قال المترجم اسمین صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہے جو خوبصورتون سے انس پیدا کرتے ہین اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے ہین و مولوی روم رح نے کہا ہے عاشق صنع خدا با فر بود ÷ عاشق مصنوع او کافر بود ÷ اور صنع خدا صفت فعلی ہے جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

یعنی بیضاوی اور قرطبی وغیرہ مفسرین نے جیسے زمانہ جاہلیت کی قسم کو مقرر و ثابت رکھا ۱۲ م

بھی ہین۔ اتَّقُوا رَبَّكُمُ۔ ای عقابہ بان لنطیعوہ۔ یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہین کہ عقاب رب سے بچو بانیطور کہ اسکی اطاعت کرو شرک
ونا فرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت وقدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ بیان ہو تھوڑا ہے۔ تکبر اسی کو شایان ہے۔ الَّذِي
خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ آدم۔ جسنے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہین جنکی
سب اولاد ہین۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔ حوا بالمد من ضلع من اضلاعہ الیسری۔ جانو کہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظا مونث مستعمل ہے
اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہین اور زوج بمعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ (اور پیدا کیا اسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسر نے کہا کہ یعنی حوا کو
بمد ہمزہ اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعہا الیسری۔ یعنے آدم کی بائین پسلیون مین سے کسی پسلی سے پیدا کیا۔ کعب و وہب وابن اسحق نے ذکر کیا کہ جنت مین
بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ وابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت مین جانے کے اور آدم سوتے تھے۔ جاگے تو دیکھکر خوش ہوکر باہم مانوس ہوئے۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہے اسکی ہمت مرد ہی مین لگی رہتی ہے اور مرد کی پیدایش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی مین لگی رہتی ہے سو اپنی
عورتون کو روکے رکھو۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مین ہے کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہے جو ٹیڑھی ہے اگر اسکو سیدھے کرنے کی فکر کرے تو توڑیگا
اور اگر نفع لینا چاہے تو یون ہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھاوے۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہے اور
یہ اس جنس کی کیفیت ہے اسمین سے بعض کا بعض مردون سے بہتر ہونا کچھ منافی نہین ہے الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہے کہ اول سنے ایک نفس آدم
پیدا کیا پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا۔ وَبَثَّ۔ فرق ونشر۔ متفرق کیا اور چھٹکایا کما روی عن ابن عباس پس فرق از تفریق ونشر از ثلاثی مجرد ہے
مِنْهُمَا۔ من آدم وحوا۔ یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ واسکے زوج کے یعنی بجانب آدم وحوا کے ہے۔ رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔ کثیرۃ۔
یعنے نساء کثیرہ (المعنے) اور چھٹکائے ان دونون سے بہت مرد اور بہت سی عورتین یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ
بطریق مذکور پیدا کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ ایک نفس سے پیدا کیا اور بیان فرمایا۔ وبث منہا یعنے دونون سے
پیدا کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہے یعنی بایں طور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونون کے اختلاط
عجیب سے تم سب کو نکالا۔ اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہونے والون مین ہین جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نتھی سیواسطے دختر وغیرہ
ہونے کے حقوق ہین سے کوئی جاری نہین ہوسکتا بخلاف اورون کے کہ یہ دونون کے نطفہ سے پیدا ہین اور آدم وحوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دو
وقت کی اولاد سے روا تھا پس وقت کا تبدل بمنزلہ تبدل رحم کے قرار دیا گیا پھر تا قیامت منسوخ ہو گیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا۔ کا
عطف فعل مقدر پر ہے تقدیر یون ہے خلقکم من نفس واحدۃ انشاہا وخلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایسے نفس واحدہ سے کہ اسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا
اور ان دونون سے بہت مرد وعورتون کو چھٹکایا مترجم کہتا ہے کہ مآل واحد ہے فافہم بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرہ کے وصف سے تصریح نکرنے مین
لطیف اشارہ ہے کہ مردون کی کثرت بمقتضائے حکمت ہے کیونکہ ایک کے واسطے بہت سی عورتین اسکی خواہش وعفت تک وقتین حتی کہ اب بھی چار تک
روا ہین اور ایک مرد کئی عورتون کے لیے انکے کام وحاجات کی اصلاح کر سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت مین تو عورتون کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور
مردون مین کثرت کی ضرورت نتھی اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مرد بھی قلیل نہین بلکہ کثیر ہین اور مرد ہی اصل اولی ہین۔ الحاصل اللہ تعالیٰ کیساتھ شرک کرنے سے
ڈرو جو حقیقی خالق ومالک ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک باللہ وانشدک باللہ۔ اور ڈرو اللہ تعالیٰ
سے جسکے نام کے ساتھ تم باہم سوال کرتے ہو یعنی بعض تمہارا بعض سے کہتا ہے کہ اسالک باللہ مین تجھسے اللہ تعالیٰ کے واسطے سوال کرتا ہون کہ تو
ایسا کر دے اور انشدک باللہ۔ اسی معنے مین کہتے ہو اور انشد بفتح اول وسکون ثانی وضم شین معجمہ پھر دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم بمعنے اسال ہے

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس بختی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس زفاف کو بھیجی گئی محققین ورعلما نے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہ رضہ سے مدینہ مین ہوا ہے - ابن کثیر رح نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۂ النساء مدینہ مین نازل ہوئی اور ایسا ہی ابن مردویہ نے عبداللہ بن الزبیر و زید بن ثابت رض سے روایت کی اور ابن عباس سے ہے کہ سورۂ النساء مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم ویہدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ - سوم یرید اللہ ان یخفف عنکم - چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ - پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ الآیہ ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ ہفتم ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک الآیہ ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ - رواہ ابن جریر وقد روی الحاکم من طریق عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سواء ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبدالرحمن عن ابیہ فقد اختلف فیہ - امر دوم مفسر رح نے جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہے اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہے اور باوجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہے اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے آلم - و - حم - و - طہ - یس - کو آیت شمار کیا گیا اور طس - کو نہین شمار کیا جیسا کہ زمخشری رح نے کہا ہے پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو ٹھہرتے جب اسکا مقام معلوم ہو جاتا تو پھر وصل قرارت کی وجہ سے کہ وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہو جاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہے - اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون رہیگا یا نماز مین تین آیت سے کم نہون یا تبارک الذی مین تیس آیت ہے جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہانتک الحاح کیا کہ اسکو بخشوایا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر نہین - کما لایخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۰۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝

ای لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے بنایا اسکا جوڑا اور بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار ہو ناتون سے البتہ اللہ تعالی تم پر مطلع ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ - ای اہل مکہ - یعنی خطاب بکلمہ یا ایہا الناس - مکہ والون کو ہے جو اسوقت مشرک تھے - اور سراج مین کہا کہ تمام اولاد آدم کو خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون - اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام - یہ عادت خاص عرب کی ہے - تو جواب دیا گیا کہ آخر آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین - اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہے - اور قیامت تک والون کو شامل ہو جاتا ہے کسی ملک کے ہون - اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہہ خطاب مخاطبین کو ہے جو اسوقت موجود تھے جواب دیا گیا کہ اسپر اجماع ہے کہ غیر موجودین پر بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو یا موجود کو غلبہ دیا گیا اور مراد غیر موجود بھی ہے

نماز پڑھ سکتا ہی کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہی کہ کبھی افطار نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہون۔ فرمایا کہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی ف۲ عرائس مین کہا کہ اللہ عز وجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنے درد دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤن مین تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط باندھے رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب ہو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ یا بطور کہ میرے جمال و جلال کی نعمت لے اور درد فراق سے چھوٹو۔ جنید نے کہا کہ اللہ تعالی نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہی یوشیدگی کا طریر اللہ عز وجل کے ساتھ اور بلاء کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہی جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہی جو صدمۂ اولی کے وقت ہو اور حارثؓ صحابی نے کہا کہ تیر بلا کا نشانہ ہونا صبر ہی اور بعض نے کہا کہ صبر وا یعنے میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنے میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجالانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنی حق عز وجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنی اتراؤ نہین) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق کے درجہ پر تمھارے کھڑے ہونے کو بھی جگہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالی کی تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو اور ابن عطاؒ نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہی اور مصابرت محبین کے لیے اور رابطہ عارفین کے لیے ہی اور شیخ استاد رح نے فرمایا کہ صبر تو آمین جو عہد خاص کیا تھا بادا ی امانت وطاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہی اور رباط ایک نوع صبر ہی ولیکن بروجہ مخصوص ہی اور کہا جاتا ہی کہ اول صبر تو تصبر ہوتا ہی یعنی تکلف سے صابر بنتا ہی پھر صبر حاصل ہوتا ہی پھر مصابرت ہی پھر اصطبار ہی اور یہ انتہاے درجہ صبر کا ہی۔ اور کہا جاتا ہی کہ صبروا یعنے بندگی بجالانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا یعنے خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور امیدین و علاقہ قطع کرنے پر۔ اور رابطوا یعنے ہر حال مین اللہ عز وجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

سورۃ النساء مدنیۃ وھی مائۃ وخمس او ست او سبع وسبعون آیۃ

سورۂ نساء مدنیہ ہی اور وہ ایک سو چھتر یا ستتر آیتین ہین ف بیان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد پس امر اول مین نقاشؒ نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے وقت اتری اور علقمہؒ نے کہا کہ صدر اسکا مکی ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہی وہ اہل مکہ کو خطاب ہی اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا کچھ لازم نہین۔ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہی اور یہی صحیح ہی اور قرطبیؒ نے فرمایا سواے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیۃ کہ یہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہی جبکہ اصطلاح یہ لیجاوے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہی خواہ کہین نازل ہوا ہو تو اس استثناء کی کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہی اور دلیل اسپر یہ ہی کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۂ نساء مگر

اور ظاہر ہو جو مقصود رباط ہو وہ یہ ہو کہ نفس کو راہ جہاد مین روکنا اور انتظار غازیان وموسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے
مانع ہوتے ہین انمین صابر مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہان کہ شرجبیل بن السمط مع مجاہدین کے
رباط مین تھے اور انپر مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اے ابن السمط مین تجھے ایسی حدیث سناؤن جو مین نے حضرت صلعم سے سنی تھی۔ انھون
نے کہا کہ ضرور سنائیے۔ کہا کہ مین نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات ودن کا رباط جہاد مین ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز
سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی ومسلم والنسائی۔ اور سہل بن حنظلیہ رض سے جنگ حنین کی حدیث طویل مین ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج
رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یا رسول اللہ مین نگاہبان ہونگا۔ آپ نے فرمایا کہ سوار ہوجا وہ سوار ہوکر آئے تو
فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا۔ اور آخر حدیث مین ہے کہ صبح کو اُس سے فرمایا کہ رات تو اترا تھا۔ عرض کیا کہ نہین مگر آنکہ قضاء حاجت یا نماز کے لیے فرمایا
کہ تو نے واجب کرلی اب تجپر کچھ نہین کہ آیندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابوداؤد والنسائی مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر وثبات ورابطہ کے حکم مین اولاً جہاد
کے لیے اور ثانیاً عام ہے اور زید بن اسلم رح سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ ابن الجراح رض نے عمر بن الخطاب رض کو خط لکھا اور اسمین رومیون کا لشکر کثیر جمع ہونا اور
خطرات خوفناک لکھے پس عمر رض نے جواب لکھا۔ اما بعد ہر گاہ بندۂ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکے لیے آسانی کردیتا ہے اور
دو آسانیون پر کبھی ایک سختی غالب نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ رواہ
ابن جریر مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہین جن کو امام ابو اسمٰعیل الازدی البصری رحمہ اللہ نے ثقات اسانید کے ساتھ
روایت کیا ہے۔ اور الشیخ ابن کثیر نے یہان ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر وسیر واخلاق وحدیث وغیرہ ہے مین بھی تبرکاً لاتا ہون قال
روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبد اللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابرہیم بن ابی سکینۃ۔ کہا کہ عبد اللہ بن المبارک نے طرسوس مین یہ ابیات
مجھے لکھائے اور مین نے انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض رح کے پاس بھیجا اور یہ سنہ ایک سو ستر مین واقع ہوا ابیات بروردیت کے
اور ابیات یہ ہین ؎ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ٭ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب ٭ یعنی اے حرمین مکہ ومدینہ کے مشہور عابد۔ اگر تو ہمکو
دیکھے ٭ توجانے کہ تو عبادت نہین کھیل کرتا ہے ٭ من کان یخضب خدہ بدموعہ ٭ فنحورنا بدمائنا تتخضب ٭ جسکے گال اسکے آنسون
سے رنگین ہوتے ہین ٭ تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہین ٭ او کان یتعب خیلہ فی باطل ٭ فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب ٭
یا اسکی کوشش امر سخیف مین درماندہ ہوتی ہے ٭ تو صبیحہ قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہین ٭ ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا ٭
رہج السنابک والغبار الاطیب ٭ اگر تمھارے واسطے خوشبوے عبیر ہے ٭ تو ہمارے واسطے ٹاپون سے غبار پاک ہی عبیر ہے ٭ ولقد اتانا
من مقال نبینا ٭ قول صحیح صادق لا یکذب ٭ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہین ہوسکتا کہ
لا یستوی غبار خیل اللہ فی ٭ انف امرء ودخان نار تلہب ٭ کسی بندۂ خدا کی ناک مین غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھوان جمع نہوگا۔
ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا ٭ لیس الشہید بمیت لا یکذب ٭ کتاب اللہ مین تصریح ہے کہ شہید مردہ نہین ہے۔ پھر مین نے مسجد الحرام مین
فضیل کو پایا کہ حضرت عبد اللہ بن المبارک کا خط دیا۔ پڑھکر انکی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور کہا کہ ابو عبد الرحمن یعنی عبد اللہ نے سچ لکھا
اور مجھے نصیحت کی ہے۔ پھر مجھسے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے۔ مین نے کہا کہ ہان ٭ فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبد الرحمن کا خط لایا اسکی مزدوری مین
میرے پاس سے یہ بے بہا چیز یعنی حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رض کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے وہ کام بتادیجیے کہ مین اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنے والون کا ثواب پاؤن۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو استطاعت

اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارہ مین اتری - مین نے کہا کہ نہین - فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ مین ایسا جہاد تو نہ تھا کہ اسمین مرابطہ کرتے بلکہ یہ
ایسی قوم کے حق مین نازل ہوئی جو مسجدون کو آباد رکھتے ہین اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہین پھر بیٹھے اللہ تعالی کو یاد کیا کرتے ہین تو انھین
کے حق مین اتری کہ اصبروا - یعنی پانچون نمازون پر - اور صابروا - یعنی اپنے نفسون کو خواہشون سے روکو - ورابطوا - یعنی اپنی مسجدون مین
واتقوا اللہ - اپنے ہر حال مین جو تمپر طاری ہو - لعلکم تفلحون - اسکو ابن مردویہ رح نے روایت کیا وکذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد
رواہ ابن جریر من طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمن - مترجم کہتا ہے کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا
بدین غرض کہ کفار حملہ آور ہون میرے نزدیک ایک طور کا رباط ہے اور رباط وہ بھی ہے کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے
اور وہان مقیم ہوکر انتظار کرے تا کہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاوین کہ دشمنون پر بڑھنے کے واسطے کافی ہون تو دخل ہو اور مسئلہ یہ ہے کہ پورا
سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا واعدوا لہم ما استطعتم من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا
کرو کافرون کے واسطے جہانتک تمسے ہو سکے رباط الخیل یعنے گھوڑے کہ انسے وہشت ناک کرو خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو -
اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا پس جو معنے بیان رباط کے ہین وہی حکم رابطوا مین ہے اور صابروا -
باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اسمین شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ کلام پاک مین علوم بے انتہا مین از آنجملہ یہ بھی ہے کہ اگر غیر قومون سے لوگ ایمان
لاوین جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے مین ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث مین ہے کہ جب
تمھارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کردو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ وفساد عریض پیدا ہوگا (رواہ
احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگون نے فخر وتکبر اختیار کیا تب سے فتنہ وفساد عریض پیدا ہو گیا حتی کہ بہت سے کالستھ وغیرہ اسوجہ سے اسلام نہین
لاتے کہ وہ تنہا برادری سے خارج ہو کر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نومسلم وحقیر بناوینگے - معاذ اللہ وہ ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہے جبکہ وہ متقی ہو لیکن
جاہلون سے جو اسنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہے کہ جسکے وبال سے رونگٹے کانپتے ہین - اللہ تعالی ہمکو توفیق دیکر آخرت کے لیے
مقبول فرماوے اور نفس وشیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے - حدیث مین ہے - کونوا عباد اللہ اخوانا - یعنی اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی
ہو جاؤ اور حدیث مین مصرح ہے کہ آدم خاک سے بنے اور فخر بہ تقوی ہے اور اس بارہ مین احادیث بکثرت ہین جنمین فخر انساب ومال وجاہ کی مذمت ہے اور باہمی
اتحاد وشرافت تقوی کی تاکید ہے - رہا یہ وہم کہ فقہ مین کفو معتبر ہے تو ائمہ علمائے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہین ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ نکاح باہمی الفت ہے
اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نہ رہا بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضا مین فیصلہ کا قانون عرف وکفو پر ہے - کیا نہین دیکھتے ہو کہ غیر کفو مین
بالاجماع نکاح صحیح ہے لیکن اولیاء کے اعتراض کی صورت مین قاضی فسخ کر دیگا فافہم - پھر واضح ہو کہ رباط مین جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہے شامل
ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہے جو احادیث جہاد مین آیا ہے چنانچہ سہل بن سعد الساعدی رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا ایکدن کا رباط
تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبید رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مرگیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے سوائے اس
شخص کے جو ایسے حال مین مرا کہ راہ خدا مین مرابطہ تھا یعنے جہاد مین مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے بے خوف ہوتا ہے
(رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبۃ بن عامر وروی احمد وابن جریر نحوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہے کہ
یہ حکم شاید منجملہ ان احکام کے ہو جو قریب وتورع مین آنے والے ہین بشرطیکہ رباط بمعنے مصطلح حضرت صلعم کے وقت مین ہو حضرت ام الدرداء نے مرفوعاً
روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانون کے کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایکسال کے رباط سے کافی ہے رواہ احمد وغیرہ

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ - التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثَمَنًا قَلِیْلًا - من الدنیا - خریدتے نہین تھوڑا مول بمقابلہ آیات الٰہی
کے ف یعنی توریت وانجیل کی آیات مین جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوے ہین انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہین چھپاتے ہین اور
ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہین بیچنے کا طریقہ بتلایا یا بیان مکتبوا خوفا علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود
یعنی نہین بیچتے یا بین طور کہ ان آیتون کو چھپاوین بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سواے دوسرے یہود نے اس خوف
سے چھپایا - اُولٰٓئِکَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ - ثواب اعمالہم - ایسے نیک عہدبندون کے لیے ثواب ہے یعنی انکے کامون کا ثواب ہے عِنْدَ
رَبِّهِمْ - یؤتون مرتین کما فی القصص - انکے پروردگار پاس ثواب دوچند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت مین ہے اولٰئک یؤتون
اجرہم مرتین الآیۃ - اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ - یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا - اللہ تعالی سریع الحساب ہے چنانچہ
حساب لے لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر مین جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے اور بیان تحقیق طویل ہے جو آیندہ انشاء اللہ تعالی
اپنے موقع پر آویگی - اور مجاہدؒ نے کہا کہ سریع الحساب ہے سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم - احصا شمار کرنا گن لینا وقد قال ولقد احصاہم
وعدہم عدا - یعنی اللہ تعالی نے ہر ایک کو خوب شمار مین رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہین ہے پس وہ اپنی مخلوق کا حساب بہت جلد
فرماویگا حتی کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہے - پھر اللہ تعالی نے عربی خاص مومنون کو
سب قسم کے مسلمانون سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑ کر تقوے رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا تف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ مین مضبوطی کرو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا - علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی - اے ایمان والو صبر رکھو - یعنی صبر کرو عبادات
ادا کرنے پر اور مصیبتین اٹھانے پر اور گناہ کی چیزون سے باز رہنے پر - وَصَابِرُوْا - الکفار فلا یکونوا اشد صبرا منکم - یعنی غالب
رہو صبر کرنے اور جمے رہنے مین کافرون پر یہ نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہون لڑائی کی سختیون مین - وَرَابِطُوْا - اقیموا
علی الجہاد - قائم رہو جہاد کرنے پر - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - فی جمیع احوالکم - ڈرو اللہ تعالی سے اپنے سب حال مین چنانچہ معاذ بن جبل
کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالے سے جہان کہین تو ہووے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو میٹ دے اور لوگون
سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل - لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ - تاکہ تم فلاح پاؤ - تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنی فلاح یہ ہے کہ جنت پاجاؤ
اور نجات پاؤ دوزخ سے ف شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کے تحت مین بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انمین سے مفید کو
اختصار بیان مین ذکر کریگا پس حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ اصبروا یعنی پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال مین
نہ چھوڑو یہانتک کہ مر جاؤ اور قولہ صابروا - یعنی بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے اور قولہ رابطوا
تو یہ جمے رہنا یہان عبادت مین ہے اور سہل بن حنیف و ابن عباس و محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کے انتظار مین بیٹھنا
اور بعض نے کہا کہ رابطوا سے مراد ہے یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اسطرف سے داخل نہو سکین اور دوسرون نے اسکو تسلیم نہین کیا اور
حدیث مین آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا
کہ یہی رباط ہے - اور ابو سلمہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ابوہریرہؓ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہے کہ آیہ یا ایہا الذین آمنوا

ع ۱۱

مین فرمایا - الذین آتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون واذا یتلی علیہم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یوتون اجرہم مرتین الآیۃ - اور فرمایا الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ الآیۃ - اور فرمایا - ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون - یعنے موسیٰؑ کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہی کہ حق کی راہ چلتے ہین اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہین اور دیگر آیات نقل کرکے کہا کہ یہودیون سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہین جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماء یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک بھی نہین پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہون اور رہے نصاریٰ تو انمین ایسے بہت ہین جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہو گئے - اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا - ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ الآیۃ - یعنے مومنون کے ساتھ زیادہ محبت کرنیوالے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہین - اور صحیح مین ہی کہ جعفر بن ابیطالبؓ نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کہیعص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق وقس بیٹھے تھے سب یہان تک روئے کہ داڑھیان تر ہوگئین - اور صحیحین مین ثابت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ حبش مین تمھارا بھائی مر گیا پھر سب کو لیکر میدان مین گئے اور صف باندھکر اسپر نماز پڑھی مترجم کہتا ہی کہ محی السنۃ نے معالم مین حضرت ابن عباسؓ و جابر وانس رضی اللہ عنہم وقتادہؒ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ مین اتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو حبری زبان مین عطیہ کے معنے رکھتا ہی اور اس روایت مین ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہؓ کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشیؓ کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہی کہ جب نجاشیؓ نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار یعنے اس کی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگون نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہین کہ ایک گبر کے لیے جو حبش مین مر گیا ہی استغفار کرین پس نازل ہوا قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ من طرق عبد بن حمید اور حضرت جابرؓ سے روایت ہی کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارا بھائی اصحمہ مر گیا ہی نکلکر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہین اور چار تکبیرین کہین پھر منافقون نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہین جو حبش مین مر گیا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وان من اہل الکتاب الآیہ - اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ ہم کو خبرین پہونچتی تھین کہ برابر نجاشیؓ کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے رواہ ابوداؤد اور صحیحین مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہین جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انمین سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے - محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا عطاؒ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے بتیس اور روم آٹھ آدمیون کے حق مین اتری جو عیسائی تھے پھر اسلام مین اللہ عزوجل کے مطیع ہوے پس اللہ تعالیٰ نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب مین بعضے ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہین - یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین لائے تھے اب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہین - **وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ** - ای القرآن اور بس کلام پاک پر جو تمپر اتارا گیا یعنی قرآن پر **وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ** - اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا - یعنی توریت و انجیل پر **خَاشِعِينَ لِلّٰهِ** - درحالیکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خشوع کرنے والے ہین ف حال مین ضمیر یومن مراعی فیہ معنی من ای متواضعین - یعنی خاشعین کو نصب بنابر حال ہونے کے ہی اور یہ یومن کی طرف راجع ہی حال ہی اور وہ لفظ مین اگرچہ مفرد ہی مگر معنی مین جمع و واحد سب کو یکسان ہی پس یومن کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہی کہ من کے معنے یعنی جمعیت کی رعایت ہی اور خاشعین کے معنے متواضعین ہین یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے ہین **لَا يَشْتَرُونَ**

غیب کے ہمکو بتلائے گئے تھے سب موجود ہین اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنالیا کیونکہ عوام جو بدعتین جانتے ہین یہ جہال بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت و علم قرآن و حدیث سے جاہل ہین تو دوسرون کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد و غیر مقلد اور وہابی و بدعتی وغیرہ کے فساد پھیلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کر کے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا و اہل الاسلام من شرہم و وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شیٔ قدیر۔ **شیخ یوسف** رح نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ تجکو یہ بات فریب نہ دے کہ جاہل لوگ اس دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر بوجھل ہو کر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار - یعنی اللہ عز وجل نے متقیون کا درجہ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم اپنے یہان رکھے ہین وہ مبہم کر دیے بقولہ وما عند اللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالے کے یہان جو نعمت و قربت منزلت ہو وہ قیاس سے باہر اور بے مثل و بیمثال ہو اور نیز تصریح کر دی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجہ متقین کا ہو - اور تقوی یہ ہو کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو مخالفت اوامر و نواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو - اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی کبھی اعلی مرتبہ ہو اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہو کہ اے مریدین تم اس دنیا مین امتحانی محن و طراوت سے تعجب مت کرو بلکہ مجاہدہ مین جو محنتی کھینچو کے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار و قرب و مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

اور کتاب والون مین سے بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو اور جو تمھاری طرف اترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوے

لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

اللہ تعالے کے واسطے نہین خریدتے اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہو

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہو

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ - کعبد اللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب مین سے (یہود و نصاری مین سے) بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین - مانند عبد اللہ بن سلام و اسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے مترجم کہتا ہو کہ شیخ مفسر رح نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہو جو مسلمان ہوے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور یہین شک نہین کہ حکم آیہ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہو اور اسی پر امام **شیخ ابن کثیر** رح نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی بایںطور کہ اللہ عز وجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہئے ایمان لاتے ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہو جس کو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہو جو شرع اسنے مقرر فرمائی عین حکمت ہو اور محمد صلعم پر اور جو انپر نازل ہوا ایمان لاتے ہین باوجود اس ایمان کے جو اگلی کتابون جو لوگ انبیاء پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور وے اللہ تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنے اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہین اور نیز یہ نہین آیات الٰہی کے بدلے تھوڑا مول یعنے محمد صلعم کی جو نعت و صفت و بعثت کا حال اور حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ و بہتر ہین خواہ یہودی ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورۂ قصص

مین اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری مین نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجپر حق ہی ویسے ہی تیرے فرزندونکا تجپر حق ہی رواہ ابن مردویہ
وقد رواہ ابن ابی حاتم۔ عنہ موقوفا من قولہ **قال ابن کثیر** وہو الاشبہ واللہ اعلم۔ اور حسن رح نے فرمایا کہ ابرار وہ ہین جو چیونٹی کو بھی نہین ستاتے ہین رواہ ابن ابی
حاتم۔ اور ابو الدرداء رض نے فرمایا کہ کوئی مومن نہین مگر اسکہ موت اسکے لیے بہتر ہی اور کوئی کافر نہین مگر اسکہ اسکے لیے زندگی خراب و موت اسکے لیے بدتر ہے
اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم خیر لانفسہم الآیۃ۔
رواہ ابن جریر وروی نحوہ ابن ابی حاتم وعبد الرزاق عن ابن مسعود رض اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس روایت مذکورہ کے
کیا معنے ہین تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح مین جو آیا اسکے معنے یہ ہین کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہی جب تک زندہ رہیگا اسکے حق مین نفع ہوگا یعنے برا نیکی کماویگا یا توبہ کریگا۔
اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام مین عمدہ ہی کیونکہ ان اعمال خیر کا وہان بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی
اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہی اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہی اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہی کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت
اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب مین پڑیگا اور علی ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب مین بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ مین جلے
اسمین سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابو طالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے دماغ ابلیگا اور شاید
یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابو طالب کے واسطے ہی لیکن دائمی ہونے مین کمی ثابت نہین ہوئی واللہ تعالے اعلم **ف**
شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہین اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی
سزا دائمی جہنم ہی دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج و روافض وغیرہ کے ہو۔ اور یہ جب دل کفر تک نہ پہونچے تو اسلام
سے خارج نہین کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہی سوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہین یعنے یہ ایمان کے اعمال نہین ہین اور یہ درحقیقت
دو ہی قسمین ہوئین اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کہا جاوے کہ اس
شخص کا یہ فعل و عمل کفری ہی جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگون نے کفران نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہین کما فی قولہ تعالے ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ
چنانچہ اسی آیت کی تفسیر مین توضیح و تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالے شیخ رح نے کہا کہ اسمین اشارہ ہی کہ اے مخاطب تجکو فریب نہ دین وہ لوگ جو
اللہ تعالے سے اخلاص چھوڑ کر ریاکاری و شرک خفی مین دنیا و نفس کے بندے ہو گئے کہ شہرون کو منجھاتے یعنے شہرون شہرون پھرتے ہین
تاکہ فصاحت و بلاغت حاصل کرین اور آداب مین تکلف سیکھین اور زینت کرین اس غرض سے کہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرلین اور انکے
رئیس بن بیٹھین اور اولیاء اللہ تعالے کے مقابلہ مین مکاری کرین کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہین اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہی کہ
اللہ تعالے کے سچے بندون کی توقیر لوگون کے دلون سے اٹھا دین اور اپنی بدعت پھیلا دین اور اللہ عز وجل سچے بندون کا مرتبہ ہردم اپنے فضل سے
بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہی جس سے نفس پرست ہوا و ہوس کے بندون کی خواری ہو۔ اور نیز ان منکرون کی تندرستی و موٹا تازہ ہونا
اور دنیا مین عیش کے ساتھ ہونا اور لوگون کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثون نے اللہ تعالے کے ساتھ لڑائی باندھی
اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالے سے عداوت رکھتے ہین سو یہ چند دن جاینگے ہین اور مدتون خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیان چباوینگے جب دیکھینگے
کہ اولیاء اللہ تعالے کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکون کی جماعت و مجمع حشر
اور حضور کتاب و اولی الالباب و انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین مین یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہین کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیون
اور بنے ہوئے شہوت پرست عالمون کے حق مین یہ سخت وعید ہی مترجم کہتا ہی کہ ان زمانہ مین تو حدیث شریف مین جو حالات بطور معجزات

و عالم و متعلم کے (دارمی) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ مین دنیا نہین مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر مین ڈالے سو دیکھو کہ اس انگلی مین کتنا آتا ہی (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہی جسمین یہ مضمون ہی کہ مین آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک مشربہ مین خرما کی کھری بوریائی پر جسکی چٹائی بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہین پس مین نے دیکھا کہ آپکے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان پڑ گیا ہی۔ یہ دیکھکر مین رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیون روتے ہو مین نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو اس عیش مین ہون اور آپ اللہ عز وجل کے رسول ہوکر اس حال مین ہین پس آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب عمر تم اس خیال مین پڑ گئے بھلا تم اس بات پر راضی نہین کہ اونکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہی۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماکر لوگون کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک۔ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ تصرفہم۔ فِي الْبِلَادِ۔ بالتجارۃ والکسب۔ یعنی تجھے دھوکا دے کافرون کا تصرف ان ملکون مین ف یعنی شہرون مین تجارت کرنے اور کماتے پھرتے ہین۔ ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنی چلنے پھرنے مذکور ہین اور عکرمہؒ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافرون کے رات دن پلٹنا مراد ہی مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول راجح ہین یہ مَتَاعٌ قَلِيلٌ۔ تمتعون۔ فی الدنیا یسیرا و یفنی۔ یہ متاع قلیل ہی جس سے دنیا مین حقیر نفع لینگے پھر فنا ہوگی۔ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافرون کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور بُری مہاد ہی۔ اور مہاد بمعنے ما مہدوا لانفسہم۔ جو انہون نے اپنی جانون کے لیے کفر کرکے مہد کر رکھی ہی یا اللہ تعالیٰ نے انکے لیے مہیا کی ہی اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل سے تفسیر فرمائی یعنی اترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ مین مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانی متقارب ہین۔ پھر جبکہ کافرون کی دنیاوی دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی اخروی نعمت جمیل پائدار کو بیان کیا بقولہ تعالیٰ۔ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لیکن وہ بندے جنہون نے اپنے رب کا تقوی کیا۔ یعنی شرک سے بچے۔ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا۔ تو انکے لیے جنات ہین جن کے نیچے نہرین جاری ہین اسمین ہمیشہ رہین گے ف کبھی نہیں نکلیں گے اور نہ فنا ہون گے اگر کوئی کہے کہ جنت مین ابتداءً خلود کہان متحقق ہوسکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر متحقق ہوگا پس خالدین حال نہین ہوسکتا تو مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ اے مقدرین الخلود فیہا۔ یعنی درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق مین خلود اس جنت مین اگر کہا جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے اور ہمیشگی کے معنی نہ لیا جاوی تو دیگر دلائل مانند قولہ تعالےٰ لا یبغون عنہا حولا۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لیے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافہم۔ پھر اللہ عز وجل نے ان بندون کی تشریف کے لیے ارشاد فرمایا۔ نُزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ درحالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالیٰ کے یہان سے مفسرؒ نے کہا نزول وہ چیز جو مہمان کے واسطے مہیا ہو۔ اور نصب اسکو بنا بر اینکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمین ظرف کے معنے ہین یعنے ثبت لہم جنات۔ پس جبکہ سلطان عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال مین نہیں آسکتا اور جو کچھ چیزین اسکی بیان ہوئی ہین اسیقدر کہ جو بندون کی فہم مین کچھ آجاوین ورنہ اسکی سب نعمتین فہم بشر سے خارج ہین اسیواسطے یون فرمادیا۔ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ من الثواب اور اللہ تعالیٰ کے یہان جو ثواب ہے وہ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ۔ من متاع الدنیا۔ بہتر ہی ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہی ف متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سواے حضرت حق عز وجل کے سب سے بہتر ہی تو یہ بنظر سیاق کلام کے ہی۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ابرار کی تفسیر مین نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعًا روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ انہون نے اپنے باپ دادا بزرگون کی خدمتگزاری

اثابۃ مصدر رکھے ہی ورنہ دراصل وہ ایسی چیز کا نام ہی جس سے ثواب دیا جاتا ہی مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہی جو عطیہ دیجاتی ہی مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ - فیہ التفات عن التکلم یعنے من عندنا - کی جگہہ من عند اللّٰہ - فرمایا پس تکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اس کا تفخیم شان ہے - یعنے یہ عطیۂ عظمی ثواب از جانب اللّٰہ تعالی مالک کمال ہی - وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ - الجزاء اور حال یہ کہ اللّٰہ تعالے کے یہان جزائے جمیل ہی اس آیت مین مہاجرین وانصار رضی اللّٰہ عنہم کے لیے کمال منزلت وقرب عظمی ہی - ف شیخ نے عرائس البیان مین لکہا کہ قولہ تعالے فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم - اس آیت کریمہ مین اشارہ ہی کہ ہاجروا یعنے جو چیز غیر خدائے تعالے ہے اس سے اللّٰہ تعالی کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث مین ہی المہاجر من ہجر السیات - مہاجر وہ ہی جس نے برائیون وگناہون کو چھوڑ دیا رواہ فی الصحاح والسنن پھر اللّٰہ تعالی کے دشمنون کو آمادہ کیا کہ خاص بندون کو انکے دیار سے نکالین تاکہ یہ دنیاوی دیار کافرون کو ملین اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاوین اور صدق الیقین مین فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیون ووطن کی طرف میل نہ کرین اور بعض نے کہا کہ اونھون نے شریرون کو چھوڑا اور بدکارون سے دوری اختیار کی - قولہ تعالے واوذوا فی سبیلی - اہل ایمان نے جب تک منکرون کی تلخ ایذا نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل نہوا پس دشمنون کی ایذا سے اولیا کے سینے تنگی مین ڈالے تاکہ منکرین کی جہت سے انکے نفس مین جو غضب وغصہ آوے اسکو اللّٰہ تعالے کے واسطے پی جاوین تاکہ اسکے بعد ان پر ابواب خطاب مفتوح ہون اور شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیونکو اللّٰہ تعالی ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللّٰہ تعالے کی طرف پھیرا اور یہ اللّٰہ تعالے کا طریقہ تمام اہل سلوک ومعارف کے واسطے جاری ہی اور اللّٰہ تعالی فرماچکا ہی ولن تجد لسنۃ اللّٰہ تبدیلا - پھر یہان شیطان اپنے یارون کو وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیون تکلیف پاتے اور کیون ایذا اٹھاتے اور کیون مارے جاتے اور کیون گھر بار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہین کہ آخرت کی خصوصیت ومنزلت پر مومنون کو یقین کامل ہی تو دنیائے فانی وحقیر سے منھ موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیائے ملعونہ کو کافرون کے لئے چھوڑ دیا اور یہ اللّٰہ تعالی کے واسطے ہی پس اللّٰہ تعالی نے آگاہ کیا بقولہ تعالی

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وقف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط

مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہین یہ کافر شہرون مین یہ فائدہ تھوڑا سا ہی - پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہی

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہین کہ جنکے نیچے جاری ہین نہرین

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝

رہ پڑے ہین اون مین مہمانی اللّٰہ تعالے کے یہان سے اور جو اللّٰہ تعالے کے یہان ہی وہ بہتر ہی نیک بندون کے لیے

ونزل لما قال المسلمون اعداء اللّٰہ فیما نری من الخیر ونحن فی الجہد - بعضے مسلمانون نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہین کہ ایسی بھلائی مین ہین یعنے ایسے عیش فراخی مین ہین اور ہم لوگ تنگی مین ہین تو یہ آیت نازل ہوئی - لَا يَغُرَّنَّكَ - تجھے دھوکا نہ دیوے - پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت والے ہین جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا - اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت صلعم کی تثبیت مقصود ہے یعنے آپ مضبوط رہین کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیون ایسے عیش مین ہین اور مترجم کہتا ہی کہ امام محی السنہ نے معالم مین قول اول ہی پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہی اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا وما فیہا ملعون ہی سوائے ذکر الٰہی

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فار تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہے- کہا جائیگا کہ ہان و رہات یہ ہے کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب ہے- اور دعا و سوال بمعنے واحد ہین- فَالَّذِينَ هَاجَرُوا- من مكة الى المدينة- پس جن لوگون نے ہجرت کی- یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف اور اولی یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اپنے وطنون سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک مین کہا کہ اپنے وطنون سے جو دار الکفر تھا دین لیکر اللہ تعالی کی طرف بھاگے جہان اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کر سکین کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام مین بھی ہوگی جیسے ابتداے اسلام مین تھی مترجم کہتا ہے کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خطاب تو خاص ہے جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہے ولیکن یہ حق ہے کہ حکم عام ہے اور حدیث مین صحیح ہوا کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیة الی حجرها- یعنی جیسے سانپ اپنی بابنی کی طرف پھر جاتا ہے ویسے ہی دین ملک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنے آخر زمانہ مین- اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ لاہجرة بعد الفتح ولکن جہاد و نیة واذا استنفرتم فانفروا- یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہین رہی ولیکن جہاد و نیت باقی ہے اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کر کے چلو- اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہین رہی تو جواب یہ ہے کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جاوین اور اسپر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہین رہی اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح مکہ کے تمام بلاد دار الاسلام ہو گئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ مین بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکون مین دین پھیلانا علین مقصود ہے پس ظاہر فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہین ہے فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا- مبتدا ہے اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی برسبیل تعظیم ہے اور بیضاوی و مدارک نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ کہ یہ موصول کے بعد کے جملے سب صفات واقع ہین پس جو جزا و ثواب مذکور ہے وہ ایسے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک مین کہا کہ گویا یون کہا کہ جسنے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ مستحق اس ثواب کا ہے (ھ) یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے انہین سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہے واللہ اعلم- وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ- اور جو نہرے اپنے گھرون سے نکالے گئے ف وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہین کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا- وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي- دینی اور میری راہ مین ایذا دیے گئے یعنے میرے دین کے بارہ مین ف یعنے راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہے اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا مین سخت ایذا پہونچی اور ایک بلال تھے کہ حبش کا فر کے مملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالی مکہ کی جلتی گرمی مین جلتے پتھر پر لٹاتا اور گرم تیل چھڑکتا و مارتا وغیر ذلک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہوتے چیختے چلاتے مگر یہی کہے جاتے کہ واللہ مین محمد صلعم سے کفر نہ کرونگا- اور صحیح مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالے کے ساتھ شرک نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ مین جلایا جاوے- وَقَاتَلُوا- الکفار اور لڑے کافرون سے- وَقُتِلُوا- بالتخفيف والتشديد وفي قراءة بتقديمه- یعنی جمہور کی قراءة مین قتلوا وقاتلوا ہے محی السنہ نے لکھا دو وجہ اول آنکہ قتلوا وکانهم قال الباقون یعنے اول قتل کیے گئے پھر باقیون نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گئے در حالیکہ انھون نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندون مین یہ اوصاف ہین کہ انھون نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور میری راہ مین ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم ہے کہ لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ- استرها بالمغفرة- ان کے گناہون کو مغفرت سے چھپا لونگا- وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ- اور انکو جنات مین داخل کرونگا جن کے نیچے نہرین جاری ہین- ثَوَابًا- مصدر فی معنی لاکفرن مؤکد لہ یعنے ثوابا کی تقدیر یہ ہے کہ لاثیبنہم بذلک اثابة- پس یہ اپنے اقبل کا مؤکد ہے کیونکہ لاکفرن اور لادخلن بمعنے لاثیبن ہے- پس ثواب بجاے

مین دخل نہین پاسکتے ہین - اور استاذ رحؒ نے اس آیت مین فرمایا کہ مراد یہ ہی کہ اے پروردگار پورا کر دے وہ وعدہ جو اپنے رسولون کی زبان سے فرماتا ہی کہ ہم پوری نعمت دینگے اور برائیان دور کر دینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشدینگے بالجملہ جب بندون نے یہ التجا کی تو اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا بقولہ تعالے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ مین ضائع نہین کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم مین سے مرد ہو یا عورت ہو تم آپسمین

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

ایک ہو سو جنھون نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری راہ مین اور لڑے

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

اور مارڈالے گئے بیشک مین ضرور اتارونگا انسے برائیان انکی اور داخل کرونگا باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

ایسا بدلا اللہ کے یہان سے ہی اور اللہ کے یہان اچھا ثواب ہی

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعا ۲ھم - پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فا تعقیب ہی یعنی اس سے پہلی آیات مین جو ان نیک بندون کی دعائین مذکور ہوئین اسکے پیچھے اللہ عز و جل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس استجاب بمعنے اجاب بہ ہی ولیکن بہ نسبت اجاب کے اخص و اولی ہی لہذا استجاب مین تمام مرادین حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور اسمین اشارت ہی کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ - اَنِّيْ - ای بانی لَآ اُضِيْعُ - مین ضائع نہین کرتا ہون عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ تم مین سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب نہ دون - یہ نکرہ سیاق نفی مین ہی لہذا عموم کے معنے لیے گئے اور منکم عورتون کو بھی شامل ہی چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہی کہ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى - خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بَعْضُكُمْ - کائن - مِّنْۢ بَعْضٍ ای الذکور من الاناث وبالعکس - بعض تمھارے حاصل ہین بعض سے ای مرد پیدا ہوتے ہین عورتون سے اور عورتین ہوتی مرد سے اور یہ جملہ اپنے ما قبل کی تاکید ہی اور معنے یہ ہین کہ مرد و عورتین اعمال خیر پر ثواب پاتی ہین اور ضائع نہ کیے جانے مین یکسان ہین - اور شیخ ابن کثیر رحؒ نے قولہ بعضکم من بعض - مین کہا یعنی تم سب میرے ثواب مین برابر ہو - اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت مین اور بعض نے کہا موالات مین چنانچہ کہا المومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض لیکن اول اظہر و اولی ہی پھر مفسر رحؒ نے اسکا شان نزول بیان کیا نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالے ذکر النساء فی الھجرۃ بشئ یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نہین سنتی ہون کہ اللہ تعالی نے عورتون کو ہجرت مین کچھ بھی ذکر کیا ہو - رواہ الترمذی والحاکم وصححہ وسعید بن منصور - معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑ کر مرد بھی آئے اور عورتین بھی سو مردون کے حق مین تو بڑا ثواب مذکور ہی لیکن عورتون کا ذکر صریح نہین ہی اور سعید بن منصور کی روایت مین ہی کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتون مین سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہ رضؓ کی آئی تھی - اور نیز حضرت ام سلمہ رضؓ سے روایت ہی کہ قولہ تعالے فاستجاب لھم ربھم الآیۃ - یہ آخر آیت ہی جو نازل ہوئی - رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ تحقیق یہ ہی کہ معاملۂ ہجرت مین یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہی ورنہ قرآن مجید مین سب سے آخر آیت تو قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیۃ ہی کما

عرض کیا تھا کہ بلی یعنے بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہی پس ہمنے تیری منادی یعنے
رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے آپکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہ ہین کہ تصدیق کل بدیدار کل اور سبقت نظر
اسرار بجانب انوار اور قبول ظاہر بیقین باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کیساتھ قولہ تعالی ربنا فاغفر لنا
ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار - یعنے تیری معرفت مین جو ہمسے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہی کیونکہ ہمنے خواہش کی کہ ہم جو
حادث بے بنیاد ہین قدم کی معرفت حاصل کرین بھلا قدم بھی حدوث سے کہین مقارن ہوسکتا ہی - قولہ کفر عنا سیاتنا ای اپنے کرم سے ہمارے ہر
ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہی اور یہ اسوقت ہم مین آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہوچکی تھی - اور توفنا
مع الابرار یعنی وفات دے ہمکو ان بندون کے ساتھ جنپر تونے اسطرح انعام فرمایا کہ انکے دلون مین اپنی محبت ڈالدی اور انکے دلمین اپنے
جمال کا شوق دیا اور انکو اپنی رضاے قدیم کا لباس پہنایا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان مین وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے
اور شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ جن کا ظاہر تو خلق کے ساتھ تھا اور باطن حق کے ساتھ ہی انھین کے ساتھ ہماری وفات ہو - اور بعض نے
فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہین جو حد تفرید و توحید پر قائم ہین - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہین جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوے ہین
قال المترجم یہ قول جید ہی کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہی وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہی - فافہم قولہ تعالی ربنا واتنا ما وعدتنا
علے رسلک - یعنی ہم کو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تونے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہی چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنی و
زیادہ مترجم کہتا ہی کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہی کہ زیادہ سے مراد دیدار الہی عزوجل ہی اور عنقریب سوال موسی علیہ السلام
مین مسئلہ دیدار باری تعالی کے بیان مین انشاء اللہ تعالی مفصل آتا ہی قال الشیخ اور تیرے رسولون کی زبان پر وعدہ یہ ہی کہ جسنے ان کی
اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرماویگا چنانچہ فرمایا - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ - پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو
قولہ تعالی ولا تخزنا یوم القیامۃ یہ دعا کمال معرفت کی ہی اسمین قدیم تعالی شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار
عزوجل تمام بندون سے مستغنی ہی حتی کہ اگر تمام انبیا و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہین ہی اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم نہو قال المترجم
حدیث قدسی صحیح مین ہی جسکا مضمون یہ ہی کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے متقی ہی تو اسکی بادشاہت
مین ذرہ برابر رونق نہ بڑھاوینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہوجاوین جو سب سے فاجر ہی تو اسکی بادشاہت مین سے کچھ نہ
گھٹا وینگے مترجم کہتا ہی کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے بیان اشارہ کیا قال الشیخ ان لوگون نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے
واسطے ازل مین ہوچکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگون کے دلون کو تسلی دیدی ہی جو اسکے
دیدار عظمت سے خائف ہوجاتے ہین باین قول کہ سبقت رحمتی غضبی - اور شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اے ہمارے
پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا نددے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کردے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہین فرماتا جو تونے اس
قول مین فرمایا ہی کہ سبقت رحمتی غضبی - یعنے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہی - شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد - کی
تفسیر میرے نزدیک یہ ہی کہ انھون نے علت حدوث کو میدان کبریا سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہی یعنی جنکا وعدہ کسی
سبب و غرض سے ہوتا ہی وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے کبھی خلاف وعدہ کرتے ہین اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہی اور حاصل یہ
کہ تو پاک ہی اس سے کہ خلاف وعدہ فرمادے اور ہم اس سے مطمئن ہین کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہین وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

الٰہی ہر چیز مین موجود ہی اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ نظر آجاوے کہ سب چیزون کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہی وہی حی قیوم ہی یہ توضیح تفکر ہی اور فاسد تفکر یون ہوتا ہی کہ چیزون کو دیکھ کر اُنسے وجود الٰہی عزشانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع بار تعالیٰ مین جو صفت حق عزوجل ہی اور مخلوق بین تفکر نہین مراد ہی **قال المترجم** کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہی اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد سا اور فرمایا ولئن سألتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ۔ پس جیسے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہو وہ وہی کہ بلکہ مقصود و مکتر یہ ہی کہ صفات الوہیت کو پہچانین جس سے شرک جلی و خفی سب دور ہون **قال الشیخ** اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات مین اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یون حکم ہوتا و یتفکرون فی السموات والارض۔ حالانکہ یہ حکم نہین ہی بلکہ خلق یعنے صنعت مین تفکر کا حکم ہی۔ قولہ تعالیٰ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ مقام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدائش مین تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کرین اور نور ذکر سے سوختہ نہوجاوین پس صفات فعل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ مین فنا نہوجاوین اور یہ مریدین مین خواہش نفسانیت ہوتی ہی اور جہانتک رخصت دی گئی ہی اسکو لیتے ہین **قال المترجم** یعنی راہ مستقیم شرع مین ظاہر و باطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لیتے ہین چنانچہ ظاہر کی مثال جیسے شرع مین نفل پڑھنا کھڑے ہوکر اولیٰ ہی اور بیٹھکر جائز ہی یا سفر مین روزہ چھوڑنا بنا بر مذہب شیخ کے رخصت ہی پس اسکو اختیار کرنا اختیار رخصت ہی اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہی ایسے ہی باطن کے احکام حالات مین تتبع رخصت کا احتراق ذکر سے فکر مین چلے آئے اور نیز جب انھون نے نور فعل مین صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینۂ فعل مین صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت ہذا باطلا یعنے یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہی بھید یہ ہی کہ حق سبحانہ تعالیٰ جانتا ہی کہ مخلوق کو مشاہدۂ خالص اُٹھانے کی طاقت نہین پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاوین اور یہ رحمت و شفقت ہی **قال المترجم** لالکائی رحمہ اللہ المحدث نے سنت مین روایت کی کہ حق عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ ای موسیٰؑ کوئی زندہ مجھکو نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعاً جلکر خشک ہوجائے گی الحدیث وہو فی بعض السنن ایضاً- **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار مخلوقات مین اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہی۔ اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدائش آسمان و زمین مین فکر کرنے کا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کردیا کہ کہتے ہین ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان و زمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہان نہ رکین اور فوراً اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کر جاوین پس فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ قولہ تعالیٰ سبحانک فقنا عذاب النار یعنی جب مقام ذکر خالص سے افعال آیات مین تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک۔ یعنی تو ہر تذکر و فکر سے اور ہر خطرہ و اشارہ و عبارت سے پاک ہی اور تو اس سے برتر ہی کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجکو پاوے تجکو کوئی عارف نہین پا سکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنی تجھی سے تجھ تک رسائی ہی سبحانک پاک ہی تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا وصف بیان کیا۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا۔ چنانچہ تو نے فرمایا۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون یعنے پاک برتر ہی وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کرین قولہ تعالیٰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا۔ اس آیت مین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگون کا ہی جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہین اور جسمون مین ارواح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم مین فنا ہین کہ انھون نے حقتعالیٰ کے خطاب خالص ازل مین سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب و ندا سن لیا۔ اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیاتکو واسطہ و وسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا الست بربکم اور ہم نے

عاقلان حقیقت کو آسمان و زمین و رات و دن مین اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو اسمین اپنی قدرت خاصہ صفاتیہ کے انوار دکھلائے اور یہ
محل التباس و مقام تلوین ہی واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالیٰ ثابت کرے تو وہ عوام مین سے ہی کیونکہ
حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہی حالانکہ مثبت و موجد فقط عزوجل ہی اور فعل اُسی کا مخلوق ہی تو اسکے واسطے کوئی چیز یا دلیل کیونکر مثبت ہو سکتی
ہی اور یہ تمام بحث مقدمہ مین محقق ہی شیخ جنید رح نے فرمایا کہ جس شخص نے اوتعالیٰ عزوجل کو علت سے ثابت کیا تو اسنے غیر حق عزوجل کو ثابت کیا
اسواسطے کہ علت تو مصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہی اور حق عزوجل اس سے پاک برتر ہی **واسطی** رح نے اس آیت مین فرمایا کہ عوام کی معرفت مین
اور محققین کی معرفت مین امتیاز کرتی ہی۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہی اور خواص نے ایسی
چیز کے ساتھ جو اسی کے لائق ہی جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس او تعالیٰ شانہ ایسے وصف سے پاک ہی جو عوام نے بیان کیا ہی کیونکہ
عوام نے اسکو از راہ عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے از راہ ربوبیت اعتقاد کیا ہی **قال المترجم** شیخ نے جہانتک بیان مین گنجایش تھی بیان کیا و لیکن بیان
یہان سخت قاصر ہی سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت مین طاقت کہان ہی سبحانک اللھم استغفرک و اتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص
نے مخلوقات و حوادث کی طرف نظر نہین کی مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کرین اور آیات کو مشاہدہ نہین کیا مگر اسی واسطے کہ اسمین حق عزوجل
کا مشاہدہ کرین اور جسنے حق عزوجل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر مین حوادث کا لگاؤ نہین رہتا ہی اور **نصر آبادی** رح نے فرمایا کہ جو شخص اولو الالباب
مین سے نہین اسکو آسمان و زمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہین دیتا ہی اور اولو الالباب وہی ہین جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے ہین مترجم کہتا ہی
کہ اللہ عزوجل نے خود اولو الالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے
واسطے ایک تجلی خاص ہی اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون مین ملتی ہی اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام مین ایک خاص عمل ہی اور حالات مین ایک خاص
وجدان ہی پس رضائے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہی اور حب اللہ تعالیٰ سے ذکر توکل و جبروت الٰہی تعالیٰ سے ذکر قہر اور ملکوت الٰہی سے ذکر افضال اور
نعمائے الٰہی سے ذکر آلاء ہوتا ہی اور بقدر کشف صفت کے اُس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہی یعنی کشف اسماء و صفات و نعوت و ذات سے جو ذکر متوافق
ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان رکھنا چاہیے کہ موحد ذاکر خود فانی ہوتا ہی صرف باقی وہی ہوتا ہی جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنے خاص طور
سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل مین وحدہ لا شریک تھا اور **واسطی** رح نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اسکو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہی
پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہی اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہی علی ہذا القیاس
اور **نصر آبادی** رح نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما۔ یعنی اوسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ھو قائم علی کل نفس الآیۃ۔ اور قعودا
یعنے ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی مین یہ مضمون ہی کہ مین ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون
اللہ قیاما یعنے اسکو یاد کرنے مین اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہین و قعودا یعنی اسکی منہیات سے بیٹھ رہتے ہین و علی جنوبہم
یعنے ہر حال مین خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہین قولہ تعالیٰ و یتفکرون فی خلق السموات والارض خلق السموات والارض مین تفکر
کرنے کے دو معنے ہین اول یہ کہ قلب غائب ہو جاوے اُن غیوب مین جو انوار صفات کے خزانہ ہین جن صفات سے مقادیر خلق کا ظہور ہی پس
محض ربوبیت مین فکر کرتے ہین اور مراد انکی یہ ہوتی ہی کہ انوار قدرت پا جاوین جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار صرف
حقیقۃ حاصل ہونے سے پہونچ جاتا ہی دوم معنے یہ ہین کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولانی ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک مین تفکر سے مقصود
مشاہدۂ مالک ہی پس منزل توحید سے منزل جمع مین رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہی کہ اسکے اشیاء مخلوقہ مین دیدار الٰہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیہ پس حضرت صلعم نے فرمایا تم کو چاہیے کہ اسمین تفکر کرو۔ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اس روایت مین اشکال ہے کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے مکہ مین واقع ہوا تھا واللہ اعلم۔ آیت کریمہ کے مدنیہ ہونے مین شک نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہ رضہ ہے جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر روتے یہانتک کہ داڑھی تر ہو گئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہو گئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روتے یہانتک کہ بلال رضہ نے آکر نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہین فرمایا کہ اے بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر فرمایا کہ کمبختی اسکی جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نہ کیا۔ رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (اسنادہ جید) اور ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون سے یعنے حضرت میمونہ رضہ سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلال رضہ نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہے کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین۔ اور اسکو ابو داود والنسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین مانند بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہے کہ کہا اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ شِمَالِي نُورًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُورًا وَمِنْ خَلْفِي نُورًا وَمِنْ فَوْقِي نُورًا وَمِنْ تَحْتِي نُورًا وَأَعْظِمْ لِي نُورًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ف۔ عرائس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار۔ اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالی شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے ہین اپنے رب تعالے کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے انوار صفت ازل پاتے ہین یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالے شانہ سے اسی کی طرف ہے کچھ مخلوق سے نہین ہے کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق بصیر کو ادراک ہے اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہے کیونکہ حادث پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہے قال المترجم حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہے قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون وزمین مین دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالی سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہو جاتی ہے اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہو سکتا کیونکہ جب نظر حادث پر رہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ مزین بنور جلال وملتبس با نوار جمال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشف صدیقین ہے کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ اور نیز فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ اور رہی خصوصیت زمین کی تو بموقع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہے اور موحدین کے لیے۔ اور کشف عظمت بصفت ہیبت اسیوقت ہوتی ہے اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور بسط مشتاقین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین نور قدرت سے معرفت حضرت باریتعالی عزوجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالے کے دیدار سے مشرف ہوا۔

ہے وقال تعالی الخزی الیوم والسوء علی الکافرین۔ جو کچھ خزی وخواری ہوگی وہ قیامت میں فقط کافروں پر ہوگی اور مومنوں میں سے اگرچہ کسی پر بقدر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیسا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنوں کے لیے قطعاً متواتر ثابت ہے اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافروں کے واسطے بالکل نہیں ہے۔ الحاصل مومنین فکر کرکے دنیا میں عذاب خواری سے بچنے کی دعا کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ۔ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ۔ ینادی الناس۔ ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو بلاتا ہے لوگوں کو۔ لِلْاِیْمَانِ۔ الیہ وہو محمد او القرآن۔ ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہیں اور بعض کے نزدیک قرآن ہے اور پکارنے کا طریقہ یہ ہے۔ اَنْ۔ ای بان۔ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ۔ کہ ای لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ فَاٰمَنَّا۔ بہ۔ پس ہم اسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک وتعالی پر ایمان لائے۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا۔ غطِ عنا۔ سَیِّاٰتِنَا۔ پس ای ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (مواخذہ نہ فرما) اور ڈھانپ دے ہمسے ہمارے گناہ پس ان گناہوں کو اس طرح ظاہر نفرما کر تو ہمپر عذاب کرے۔ وَتَوَفَّنَا۔ اقبض ارواحنا۔ اور قبض کر ہماری روحیں۔ مَعَ۔ جملۃ۔ الْاَبْرَارِ۔ الانبیاء والصالحین ساتھ میں جملہ ابرار کے یعنی انبیاء وصالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندوں کے ساتھ کردیجیو۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا۔ اعطنا۔ ای ہمارے رب عطا کر ہمکو۔ مَا وَعَدْتَّنَا۔ جو وعدہ کیا تو نے ہم سے۔ عَلٰی۔ السنۃ۔ رُسُلِكَ۔ من الرحمۃ والفضل۔ اپنے رسولوں کی زبان پر۔ یعنے رحمت وفضل ہم کو مرحمت ہو۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے تو وعدہ خلاف نہیں فرماتا بلکہ اسپر ایمان فرض ہے پھر انھوں نے یہ کیوں کہا مفسر نے جواب دیا بقولہ۔ وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالی لا یخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالی کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا لیکن دعا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالی ہمکو بھی اس ثواب کے مستحقین میں کردے کیونکہ باوجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یہ یقین کامل نہیں ہوسکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ انھوں نے اللہ تعالی کی جناب میں صاف اقرار کیا کہ۔ انک لا تخلف المیعاد۔ ای رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہیں فرماتا ہے پس تو ہمکو اس لائق کردے کہ ہم بھی ایسے لوگوں میں سے ہوجاویں جنکے حق میں تیرا وعدہ ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہوچکے۔ جواب یہ کہ ہاں اپنے یقین میں تو بیشک مومن ہیں مگر نفس کے پردہ میں حقیقی علم فقط اللہ تعالے کو ہے کہ کیا حقیقت ہے اور کیا انجام ہے تو فضل ورحمت سے قبولیت وخاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہیں تاکہ وعدہ الہی کے لائق ہوں پھر تو وعدہ الہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الہی تعالے کا اظہار ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالی پر کسی کا حق نہیں اور وہ تعالے مختار ہے جو وہ کرے سب حق ہے اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہے۔ واضح ہو کہ ہر دعا میں کلمہ ربنا۔ مکرر آیا ہے۔ مفسر نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع وعاجزی میں مبالغہ ہے تاکہ ترحم نازل ہو۔ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ ہم کو بروز قیامت خوار مت کر جیسے کافر وظالم خوار ہونگے۔ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ الموعد بالبعث والجزاء۔ میعاد مصدر بمعنی ظرف ہے یعنے وقت وعدۂ حشر وجزاء۔ یا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم یہانتک تو ان لوگوں کی دعا تھی آگے اللہ عزوجل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہے مگر درمیان میں فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے پاس موسیٰ کیا کیا نشانیاں لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے والے اسکو آنکھوں دیکھتے تھے پھر وہ نصاری پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰ تم میں کیسے تھے بولے کہ اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرنے اور مردے کو زندہ کرتے پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالی سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کردے

کہتا ہے کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہان سلف و صالحین کے اقوال بہت پیش کیے مین نے یہان بخوف تطویل ترک کیے آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنے بعض موقع پر لاوُنگا اور آخر مین شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عز و جل نے ان لوگون کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات مین تفکر نہین کرتے ہین
چنانچہ فرمایا - وکاین من آیۃ فی السمٰوات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون - ومایومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون - یعنے بہتیری
نشانیان ہین آسمانون و زمین مین کہ انپر گذرتے ہین درحالیکہ انسے منھ موڑے ہوے ہین اور بہتیرے ان لوگون مین کے ایمان نہین لاتے
اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے مین - اور جو لوگ تفکر کرتے ہین انکی تعریف فرمائی اس آیت مین ویتفکرون فی خلق السمٰوات والارض
رَبَّنَا - ای یقولون ربنا - مَا خَلَقْتَ هٰذَا - ای ہذا الخلق الذی نراہ - بَاطِلًا - حال عبثا بل دلیلا علی کمال قدرتک - اے
رب ہمارے یعنے کہتے ہین اے رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کر کے حال ڈالا ہے اے درحالیکہ کہتے ہین کہ اے پروردگار ہمارے
نہین پیدا کی تونے یہ یعنے یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہین - باطل - یعنے عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہے قولہ باطلا حال واقع ہوا - یا یہ معنی کہ
باطل نہین بلکہ حق کے ساتھ ہے تاکہ بدکارون کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکون کو نیکی ملے - پھر انھون نے عبث و باطل پیدا کرنے سے حق عز و جل
کی پاکی بیان کی - سُبْحَانَكَ - تنزیہا لک عن العبث - یعنے عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہین - فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ - یعنے جس طرح ہم سے ہو سکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچا دے یعنے ہمکو عذاب دوزخ
سے بایںطور کہ اپنی قوت سے ہمکو عمل صالح و مرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی معافی پر ہے - رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ
اے ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم مین داخل کرے - للخلود فیہا - یعنے دوزخ مین ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے - فَقَدْ
أَخْزَيْتَهُ - اہنتہ - پس تو نے اسکو خوار کیا - یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا - یہ سب معنے بیان ہوے ہین - اور حضرت
انس رضؓ سے روایت ہے کہ من تدخل النار ای من تخلد - یعنے جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا - اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس
شخص کے لیے ہے جو دوزخ سے نکالا نہ جائیگا - اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہین کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہین ہوتا ورنہ وہ گناہ نہین بلکہ کفر
کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ - یعنے قیامت کے دن خوار
نہین کریگا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والون کو - ھ - پس گنہگار پر دائمی عذاب نہوگا بلکہ کافرون مشرکون پر دائمی عذاب
ہوگا جو ظالم ہین - وَمَا لِلظَّالِمِينَ - الکافرین - مِنْ أَنْصَارٍ - اور ظالمون یعنے کافرون کے واسطے کوئی بھی مددگار نہین ہے
ف ظالمین سے مراد کافرین و مشرکین ہین اسواسطے کہ کفر و شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم نہین ہے - قولہ من انصار مین من زائدہ تاکید نفی
ہے یعنی کوئی بھی مددگار نہین جو انکو عذاب اللہ تعالیٰ سے بچاوے واضح ہو کہ کشاف نے یہان اپنی بداعتقادی سے کہا کہ - فلا ناصر لہم من
شفاعۃ وغیرہا - یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہین تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنے کوئی انکا مددگار
نہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہے کہ اسنے ظالمون مین گنہگار مسلمانون مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کر لیا تھا تو اب اپنی
بداعتقادی پر دعوی کرتا ہے کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہین کہ اول تو اسمین کبیرہ گنہگار
داخل نہین ہے کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہے اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہین ہے دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہے چنانچہ بیضاوی رحؒ
نے رد کر دیا کہ ناصر تو وہ ہے جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے مین شفیع تو عاجزی و دعا سے چھڑاتا ہے پھر نصرت کی نفی سے شفاعت
کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافرین ہین نہ مومن کیونکہ یہان اللہ تعالیٰ نے انکے حق مین خواری فرمائی

ودیگر عجائب مخلوقات الٰہی مین قدرت کاملہ الٰہی نظر آوےگی ایک ادنیٰ سی بات ہے کہ ایک درخت کی پتی اگر ہاتھ مین لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق
عاجز ہے اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت مین ہے ولیکن سچ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہے جو عقل والا ہے وہ یہی بول اٹھتے ہین کہ ہے پاک
پیدا کرنے والے تیری ہی قدرت ہے کہ عقلین حیران ہین - یہ لطف ارشاد ہے کہ اہل عقل کو شناساے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا
کیا ہے - پھر عقل والون کی پہچان فرمائی - الَّذِينَ - نعت لما قبلہ او بدل - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہے یعنی اولوالالباب ایسے لوگ
ہین جو - يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ مضطجعاً ای فی کل حال - یاد کرتے ہین اللہ تعالیٰ کو کھڑے
اور بیٹھے و کروٹ پر ف اور مراد یہ کہ ہر حال مین یاد کرتے ہین - اور صحیح مین حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت مین
اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے - اور یہ تفسیر اسوقت ہے کہ ذکر سے مطلقاً یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز مین ہو یا کسی اور وقت ہو - وعن ابن عباس رض
یصلون کذلک بحسب الطاقۃ - اور ابن عباس رض سے اسکی تفسیر یون مروی ہے کہ نماز پڑھتے ہین کھڑے و بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت
کے - یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہین تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت مین بیٹھ کر ورنہ کروٹ سے بہرحال ترک نہین کرتے ہین کما قال قتادہ
اور یہی تفسیر حضرت علی رض و ابن مسعود رض سے بھی مروی ہے اور عمران بن حصین سے روایت ہے کہ مجھے بواسیر تھی مین نے حضرت صلعم سے سوال کیا
آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری ومسلم - وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ - اور آسمانون و زمین کی پیدائش مین غور کرتے ہین ف لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہما - تاکہ اس تفکر سے
ان دونون مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کرین یعنے راہ پاوین قال ابن کثیر یتفکرون ہے اپنی سمجھ دوڑا کر ان دونون
کی حکمتین دریافت کرتے ہین جنسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہے اور اسکا قادر مختار ہونا ظاہر ہوتا ہے اور
شیخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ مین اپنے گھر سے نکلتا ہون سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے اس مین اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر
نعمت اور اپنے حق مین عبرت دیکھتا ہون (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصری رح سے روایت ہے کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے
ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور فضیل رح نے کہا کہ حسن رح فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہے جس مین تیری بھلائیان و برائیان نظر آوین گی - اور
سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہے جو تیرے قلب مین داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے ع اذا المرء کانت لہ فکرۃ - ففی
کل شیء لہ عبرۃ - آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہے - اور عیسیٰ ع سے منقول ہے کہ بھلا حال اس کا
جس کا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکرت کا الہام ہوتا ہے اور فکرت دروازہ جنت
تک راہ بتاتی ہے اور عمر بن العزیز نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت مین فکر کرنا عبادت مین سے افضل ہے اور مغیث اسود اسکا بیان کرتے حتیٰ کہ
روکر بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارک رح اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب مین روایت ہے اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ
دو رکعتین مختصر جو فکرت سے ہون رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہین اور حسن رح فرماتے کہ تنہائی پیٹ تو تفکر کے لیے خالی
چھوڑ دو - اور بشر حافی رح فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت مین تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے - اور عامر بن قیس نے فرمایا کہ مین
نے دو تین نہین بلکہ زیادہ صحابہ رض سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہے اور حدیث مین ہے کہ ذات الٰہی مین فکر نکیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتون مین فکر کرو کما
فی الصحیح - مترجم کہتا ہے کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہے تو خواہ مخواہ شیطان کی حد مین قدم گر گیا اور چاہیے کہ اول مین اللہ
تعالیٰ کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر نور فعل سے قوت و سامان بہم پہونچاوے تو البتہ نور صفت تک اسی نور حق سے راہ پاوے (۵) مترجم

ان لوگون کا ہی جو دعوی معاملات مین جھوٹے ہین اور ہنوز اسمین نہین داخل ہوے وہ ظاہری تقشف سے اور اہل معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپکو بھی اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین۔ تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہوس پس یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعوی کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر قوم ہین اور اللہ تعالی نے یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج ہی نہین ہوے اور حجران مین پڑے ہین اور یہ اشد عذاب ہی۔ حاتم اصم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون متقرب زاہد بننے والون کی راہ نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرما دیا فلا تحسبنهم بمفازة من العذاب۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بنا انکو عذاب سے چھڑا لیگا۔ ہرگز نہین وہ تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہی کہ دیدار آلہی سے محروم اور اللہ تعالی کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

آسمان و زمین کی پیدائش مین اور رات و دن کے بدلتے آنے مین عقل والون

لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى

کو نشانیان ہین وہ جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین اے رب ہمارے تو نے یہ بیفائدہ نہین بنایا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا

تو پاک ہر عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے تو نے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ

ظالمون کا کوئی مددگار نہین اے رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہی کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا

سو ہم ایمان لائے اے ہمارے پروردگار اب بخش دے ہمارے گناہ اور اوتار ہمسے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ۔ اے رب ہمارے

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰي رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝

اور دے ہمکو جو تو نے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ وما فيهما من العجائب۔ آسمانون و زمین کی پیدائش مین ف اور جو کچھ ان دونون مین عجائبات ہین انکی پیدائش مین۔ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ اور رات و دن کے پے در پے مختلف آنے مین ف بالمجیٔ و الذہاب والزیادة والنقصان۔ یعنے اختلاف ان دونون کا باین طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین۔ لَاٰيٰتٍ۔ دلالات علی قدرة تعالے۔ اللہ تعالی کی قدرت پر دلیلین ہین لِّاُولِي الْاَلْبَابِ لذوی العقول۔ ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک و ہوا و ہوس وغیرہ بداخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان و زمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کروں۔ عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم وانفسکم نفس ایک بت ہے جسکو حق عز وجل نے
لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر و لطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال تیار رکھے اور یہ سب ان لوگوں کا امتحان ہے جو حق تعالےٰ
کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہیں پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہو گیا
اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر و استدراج ہے اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی میں فنا ہوا
وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہے ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال
چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ۔ کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے
ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال میں رب تعالےٰ کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت میں تو اسکا حال مانند سلیمان
علیہ السلام کے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دیدینے سے بھی سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی۔ اور جسنے خود اموال کی طرف
دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر میں سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہو گیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب
ان تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث۔ اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑ دو تو ہانپے۔ اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہے کہ خلق میں ملک دیکھنا اور ربوبیت
دیکھنا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہے ابن زرانیارؒ نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بایں طور کہ جمع کرو گے اور دینے سے باز رہو گے اور جو حقوق الٰہی
ان اموال میں متعلق ہونگے انمیں قصور کرو گے۔ وانفسکم۔ بایں طور کہ شہوات نفس کے تابع ہو گے اور ریاضت چھوڑ دو گے اور اسکو اسباب دنیا سے لپٹائے رہو گے
اور امور آخرت میں غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھو گے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بایں طور کہ اسکے لینے دینے میں پھنسے رہو گے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ
میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عز وجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصہ و محدثین از مقربین ہیں یہ حکم دیا کہ حقوق عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ
کے درمیان ہیں طالبوں پر للہ انکو ظاہر کریں تاکہ اس وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہوں اور انپر عار نہ ہوا اور یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو علما میں سے اہل کمال ہیں
اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپانے میں مداہنت نکریں **قال المترجم** عجب کہ عارف المھوی قدس سرہ نے کلمہ انا الحق میں صریح مسئلہ
وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان و فرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہیں چاہیے کیونکہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ لوگوں سے انکے عقل کے موافق باتیں
کرنے کا حکم دیا ہے اور عارف جامیؒ نے شرح فصوص میں صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی ایسا اقرار و اشہاد کرنے میں خوف کفر ہے کہ خاتمہ
بخیر ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں یہی کافی ہے کہ عرب عرباء و صحابۂ کرام و تابعین عظام و علمائے مجتہدین و عامۂ صالحین بلکہ کافۂ امت
اس کلمہ سے وحدت وجود نہیں سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑ کر اس شذوذ میں پڑنا کس ایماندار کو پسند ہو گا بلکہ میں یہی کہتا ہوں کہ احکام
کتاب و سنت پر عمل کریں تمام خوبی خود بخود حاصل ہو جائیگی ورنہ زبانی بک بک سوائے گمراہی کے کیا مفید ہو سکتی ہے والسلام **قال الشیخ**
اور بعض نے فرمایا کہ عامہ اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نرکھیں اور ناحق دعوے نکریں اور مریدین سے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق اختیار
کریں۔ قولہ تعالےٰ واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچا تو دنیا کے عوض
دین نہ بیچتا۔ پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی میں چندروز انکے گذرے کہ انکے نفس کی وحشت نے انکو گھیر لیا کیونکہ وصل کی
حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی ہیبت و کرامت انہوں نے
مشاہدہ نہیں کی پس جو انکے پاس نہیں ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو خجل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہیں اور بعض نے
کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ میں ڈالیں۔ قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ یہ وصف

اور نیک مدح کا خواستگار رہو تو دنیا مین اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت سے نہین بچیگا۔ اقول یہی صحیح ہو اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ لاتحسبن الذین یفرحون مین کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہین جو ایسا ظاہر کرتے ہین جیسے باطن مین نہین ہین اور صحیحین مین بھی حضرت صلعم سے ہو کہ جسنے جھوٹا دعوی کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہو جیسے زور کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جسنے اپنے آپ مین وہ خصلت ظاہر کی جو اسمین نہین ہو تو جیسے مکر و فریب کا جوڑا پہن لیا۔ اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافعؒ سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت کر کہ اگر یہی بات ہو کہ ہم مین سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہین کیا اسپر مدح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے تو ابن عباس نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہو یہ تو اہل کتاب کے حق مین نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالی واذ اخذ اللہ میثاق الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیہ تک پڑھ کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف بتلائی پھر وہان سے نکلے ادہر اونھون نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہکذا رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم وابن خزیمہ والحاکم وابن مردویہ۔ اور نیز بخاریؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو بچھڑ رہتے اور مدینہ مین بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذرت بیان کرتے اور قسمین کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہین کی ہو پس نازل ہوا۔ لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیہ۔ وہکذا رواہ مسلم وابن مردویہ ومالک۔ اور اس روایت کو ابو سعیدؓ نے بمواجہہ و شہادت رافع بن خدیجؓ و زید بن ثابت کے بیان کیا کما فی روایۃ اخری لابن مردویہ اور اس روایت مین ہو کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد مین کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پچھڑ رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوئی تو حضرت صلعم و مسلمانون سے قسمین کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور اسپر مدح کے خواستگار ہوتے۔ پھر یہ دونون روایتین صحیح کی اثبت ہین تو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ انمین کوئی منافات نہین ہو اسواسطے کہ آیت کریمہ ایس تمام کو جو ہمنے ذکر کیا عام و شامل ہو اور یہی صحیح ہی۔ اور ثابت بن قیس انصاری سے روایت ہو کہ انھون نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست نہ رکھے اور مین دوست رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے خیلا سے منع کیا اور مین جمال یعنی آرایش کو دوست رکھتا ہون اور اللہ تعالی نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم مین کوئی آواز بلند نہ کرے اور مین بلند آواز آدمی ہون سو مین دیکھتا ہون کہ مین تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ اے ثابت کیا تو راضی نہین کہ زندگی بھر تو حمید ہے اور مرے تو شہید مرے و جنت مین داخل ہو عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ کیون نہین چاہونگا پس ثابت بن قیسؓ حمید زندہ رہے اور مسیلمہ کذاب کی لڑائی مین شہید ہوئے رواہ ابن مردویہ۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خزائن المطر والرزق والنبات وغیرہا۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے آسمانون و زمین کا ملک ہو۔ یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سوائے اسکے بیشمار جنکی تعداد کوئی نہین جانتا سوائے اسکے۔ اور اسمین رد ہو ان کافرون کا جنھون نے اللہ تعالی کو فقیر کہا تھا جنکی تمام مذمت بیان کی جو دلالت کرتی ہو کہ ایسے بد انجام سے جو قول صادر ہو تھوڑا ہو۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ ومنہ تعذیب الکافرین وانجاء المؤمنین اور اللہ تعالے تو ہر چیز پر قادر ہو ف اور کل شی مین سے ادنی چیز یہ بھی ہو کہ کافرون کو عذاب دے اور مومنون کو نجات و ثواب دے لیکن بہتیرے لوگ بے فکرے جانور ہین اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھون سے دیکھتے ہین اور سمجھتے نہین لہذا آگے انکو ارشاد کیا ہو کہ اسطرح غور کرو تو تمھاری آنکھین کھلین۔ درمیان مین ان آیات کے اشارات عرائس البیان سے ذکر کر دون پھر

دنیاوی اپنے کمینون سے ف یعنی دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتین نکالین کہ جنسے وین یہودی مثلاً ہمیشہ کے لیے بتلایا اور یون ہی نصاریٰ نے
دھوکا دیا اور اپنے مالدارون وامراء وشاہون کو جو کمینہ وبے علم تھے یون بتلایا کہ جو کچھ پوپ یا حبر کہے وہ فرض ہی یہ سب اسواسطے کیا کہ ان
دنیاوی مالدارون سے جو جہالت کی وجہ سے کمینہ ہین قلیل مال حاصل کرین جس نے علم کو جو شریف ہی چھوڑکر مال متاع کو جو حقیر ہی اختیار کیا وہ کمینہ
ہی- الحاصل ان لوگون نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینون کے ہاتھ قلیل دامون بیچڈالا یعنی اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد
صلعم وخوبی اسلام سے آگاہ ہون حتی کہ تابع ہوکر دین اسلام مین داخل ہوجاوینگے تو یہ جو کچھ ملتا ہی جاتا رہیگا- فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ
شراؤ سہم ہذا- پس یہ انکی خرید وفروخت کیسی بدتر ہی- پھر جاننا چاہیے کہ حسنؒ وقتادہؓ سے اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے اہل قرآن کے شمول کے
اقوال بھی آئے ہین وہ بایمعنے ہین جو ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اس آیت مین علماء اسلام واہل قرآن کو بھی تحذیر ہی کہ خبردار ان کتاب والون کی
راہ نہ چلین ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب وسنت جو لوگون کو نافع ہی انکو بتلاوین چنانچہ حدیث مین جو کئی طریق سے
مروی ہی آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہی اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت مین اسکو آگ کی لگام دیجائیگی- مفسرؒ نے
کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہی مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ
مین یہ لوگ بھی یہود ونصاریٰ کے قدم بقدم چلینگے- ھ- افسوس اس زمانہ مین یہ حال ظاہر ہی کہ امر توحید سے منھ موڑکر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم
بنے اور دین کو خلط ملط کرکے راہ سنت کو گم کردیا اور مریدون کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا- اور عجب کہ انکی مخالفت مین ایک فریق قائم
ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہی کہ انھون نے صرف انکی عداوت کو دین بنالیا اور باہم جدال وتکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کردیا اور معارف
سے بے نصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہوکر دار آخرت کی کوشش کرنے اور معارف قرآن وحدیث سے آراستہ ہوتے واللہ تعالیٰ ہو الہادی
کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعوی توحید سے مدح کا استحقاق نہین ہوسکتا ہی کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَحْسَبَنَّ
بالتاء والیاء- یعنی اسمین بھی وہی دو قراءتین ہین جو اوپر مذکور ہوئی ہین اور ترجمہ مین فرق ہوگا کیونکہ یاء تحتیہ پر معنے یہ کہ گمان نکرین یہ لوگ
جنھون نے الخ اور تاء فوقیہ پر معنی یہ کہ توخیال نہ کیجیو- الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا أَتَوْا- فعلوا من اضلال الناس- ایسے لوگون کو جو خوش ہوتے
ہین ایسے فعل پر جو انھون نے کیا یعنے لوگونکا بھٹکانا- وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا- من التمسک بالحق وہم علی ضلال اور
دوست رکھتے ہین کہ مدح کیے جاوین یعنے ثواب دیے جاوین ایسے فعل کے عوض جو انھون نے نہین کیا یعنے حق سے تمسک نہ کیا اور گمراہی
سکھلائی پھر چاہتے ہین کہ ثواب ومدح حاصل ہو فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ- بتاء فوقیہ یا بیاء تحتیہ- بِمَفَازَةٍ- بمکان ینجون فیہ- مِنَ
الْعَذَابِ- فی الآخرۃ- پس تو انکو خیال نہ کیجیو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نہ کرین) ایسی جگہ جہان آخرت مین عذاب سے نجات پاوین ف
بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہان عذاب پاوین چنانچہ صریح فرمایا- وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ- اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہی ف
تو ثابت ہوگیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے مین ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہین بلکہ عذاب الیم یعنی مولم فیہا یعنی جہنم مین انکے لیے عذاب مولم ہی
واضح ہو کہ فلا تحسبنہم- مین بھی موافق اول کے دو قراءت بیاء تحتیہ وتاء فوقیہ ہین پس قولہ لا یحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قراءۃ پر- الذین- فاعل ہی اور
رہے دونون مفعول تو وہ محذوف ہین کیونکہ آگے- فلا یحسبنہم کے دونون مفعول انپر دلالت کرتے ہین اور اگر لاتحسبن بتاء فوقانیہ کی قراءۃ لیجاوے تو پہلا
مفعول- الذین موجود ہی صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جیسا لا تحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہی- پھر جاننا چاہیے کہ مفسرؒ نے آیت کے واسطے
کوئی شان نزول نہین بیان کیا ظاہرا انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہرحال آیت عام ہی کہ جو کوئی ایسا ہی کہ بدکام کو عمل مین لاوے

وہ اللہ اسی دنیا کی متاع غرور میں پڑا ہے اور اسکو نقصان جانتا ہے پس ہر حال میں مومن متقی کو ایسے امور عزیمہ و اخلاق کریمہ کا حکم ہے تاکہ نفس کا
ایمان سنوارے بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہے مگر ان امور پر غم کرتا اور نقصان سمجھتا ہے تو وہ جھوٹا منافق ہے اور اللہ تعالی
سے عافیت کی امید ہے اور اللہ تعالی ہم ضعیفوں پر رحم فرما کر یقین صحیح و نور ایمان دل میں دیدے اور عافیت دارین جمع فرمادے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالی نے یہود وغیرہ کافروں کی بدعہدی و خیانت بیان فرمائی بقولہ تعالی

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهٗ فَنَبَذُوهُ
اور جب اللہ نے قرار لیا کتاب والوں سے کہ اسکو بیان کروگے لوگوں پاس اور نہ چھپاؤگے پھر انہوں نے پھینکا اسکو
وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ
اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بری خرید کرتے ہیں تو مت سمجھ ان کو جو
يَفْرَحُونَ بِمَآ أَتَوا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ
خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے بن کیے پر سو نہ سمجھ کہ وہ خلاص ہیں
مِنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ
عذاب سے اور انکو دکھ کی مار ہے اور اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝
ہر چیز پر قادر ہے

و- اذکر- اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ- ای العهد علیهم فی التوراة- یعنی اذ ظرف ہے فعل مقدر
کا اور وہ اذکر کے مانند ہے- اور میثاق بمعنے عہد ہے اور معنے یہ ہیں کہ توریت میں اُنسے عہد لیا تھا- اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے
حق میں ہے اور بعض نے کہا کہ یہود و نصاری دونوں کو شامل ہے بنا بر آنکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہے- و ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمیں توبیخ و تہدید
ہے ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر اللہ نے عہد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاویں اور لوگوں کے درمیان انکا ذکر پھیلاویں پھر جب وہ مبعوث ہوں تو انکی پیروی
کریں- لَتُبَيِّنُنَّهٗ- ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہے اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہے جو مذکور ہے یعنے ضرور اس کتاب کو
بیان کریں اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت و صفات تھی اور قتادہ سے ہے کہ وہ دین اسلام کی حقیت تھی- لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ
بالتاء والیاء فی الفعلین- یعنے اکثروں کی قراءة لتبیننه ولا تکتمونه- دونوں فعل میں تا سے خطاب ہے بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہے اور ابن کثیر
وابو عمرو و عاصم نے بیاء تحتیہ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہے تو اسکے ساتھ کتمان نہیں ہو سکتا پس لا تکتمونه تاکید ہے حاصل
اللہ تعالی نے توریت و انجیل میں اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ ہمنے کتاب میں جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کے توریت
و انجیل میں نازل کیے ہیں سب کو صاف صاف لوگوں سے بیان کر دیا بیان کریں) اور کچھ بھی کسیطرح مت چھپاؤ- فَنَبَذُوْهُ- طرحوا
المیثاق- پس ان کمبختوں نے پھینکا میثاق کو- وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ- فلم یعملوا به- اپنی پیٹھ پیچھے یعنی اسپر کچھ عمل نہ کیا بیضاوی
نے کہا کہ یہ مثل ہے بے التفاتی و بے پروائی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض میں نصب العین کرنا و پیش نظر رکھنا بولتے ہیں- وَاشْتَرَوْا بِهٖ
اخذوا بدله- اور لیا اسکے بدلے- ثَمَنًا قَلِيْلًا- من الدنیا من سفلتهم بریاستهم فی العلم فکتموه خوف فوته علیهم تھوڑا مول یعنی آل

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کرکے تمھارا مطیع کردے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہے کہ تم قطعًا پاکیزہ کیے جاؤ
تو واللہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین یعنے انمین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بچا اسمین صدقات فرض
کیے جاوینگے تاکہ تمھاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نرہے پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اسبدا مین یہانتک فرض تھا کہ روزینہ سے زائد باقی نرکھین
پھر اموال سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالی - وَأَنفُسِكُمْ - بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے ف یا بیطور کہ
عبادات فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے انپر طاری ہونگے اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ نفس یہی جسم ہے جو معائنہ ہے نہ
وہ معنے واہی جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسکی تحقیق سورۂ یوسف وغیرہ مین انشاء اللہ تعالی آویگی - پھر باوجود جان ومال کی
آزمایش کے تمپر کافرون کے منھ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالی - وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ - ای الیہود
والنصاری - اور ضرور سنوگے یہود ونصاری سے - وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا - من العرب - اور مشرکین یعنی اہل عرب سے -
أَذًى كَثِيرًا - من السب والطعن والتشبیب بنسائکم - کلمات ناگوار طعن تشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی - اور تشبیب یعنی ہجو
شعر مین عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا - وَإِن تَصْبِرُوا - علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر - وَتَتَّقُوا - اللہ تعالی - اور
پرہیزگاری رکھو اللہ تعالی کی - فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ - ای من معزوماتہا التی یعزم علیہا لوجوبہا - تو یہ معزومات امور
سے ہے جنپر عزم کیا جاتا ہے بسبب انکے واجب ہونے کے - الحاصل تم کو اللہ تعالی ہر طرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہے وہ تمھاری جان ومال مین
مصیبت ڈالنے والا ہے اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمھارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہے تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہوجاؤ اور اللہ تعالی ہی کے
تقوی پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم دلالت کرتا ہے کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے ہے پس جو قفال رح سے مذکور ہے کہ
نزول اسکا ظاہرا قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہے تو یہ قول جید نہین ہے اور بخاری رح نے اسامہ بن زید سے روایت
کی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہ رض کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس مین جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین
جمع تھے ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس
یہود ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوج کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کرکے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور
کی شکایت کی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس دیار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالی نے آپ کو حق
کے ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہ گیا یہ اسکو جلن ہے آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم وآپکے صحابہ مشرکون وکافرون کی
اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالے نے حکم کیا - ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ - اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک
کہ اللہ عز وجل نے اپنے جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے مڈھ مارے گئے تو عبداللہ بن
ابی بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو اب پھر الٹ چلو رسول صلعم سے بیعت کرلو پس انھون نے آکر ظاہر مین اسلام قبول کرلیا - وقد
رواہ ابن ابی حاتم مختصرا - پس یہ دلالت صریح ہے کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل - اور غرض
کو اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اقوال فحش مثلا جس کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کہے تو انکی کچھ حقیقت نہین سوائے
اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض کھویا جو مرد متقی کے نامۂ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے سمجھو کہ نقصان
ہے یا نہایت کمال احسان ہے کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین دار جنت باقی وجسم مطہر وقرب منزلت عطا فرمائی - ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہے

الباطل تمتع۔ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ ہے۔ اُدُنیٰ-ہے-اورلفظ دنیا مونث۔ چیزجس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے
یہ قلیلا ثم یفنی- یعنی متاع باطل ہے کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو (المعنی) اور یہ زندگانی جو دنیا میں ہے کچھ نہیں سوائے
متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں کہ قریب
ہے کہ اپنے لوگوں سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالی کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہو اور بندہ میں
کوئی قوت نہیں سوائے قوت اللہ تعالی کے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت کریمہ میں تمام چیزوں کی تعزیت ہے کیونکہ جن و انس و فرشتہ
حتی کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات واحد لاشریک لہ باقی رہجائیگا جسکے واسطے ہمیشگی اور بقا ہے وہی
اوّل تھا وہی آخر ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی
تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سُنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل نفس
ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ۔ اللہ تعالی کے یہاں ہر مصیبت کی عزا ہے اور ہر مرنے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر گم
ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو پس مصیبت تو در حقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ
ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم
اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے ہکذا ورد۔ ابن کثیر اور مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد میں دو انقطاع
ہیں اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو شیخ ابن حجر نے اصابہ فی اسماء الصحابہ میں بھرپور ذکر کیا اور بعد تمام
کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں بھی اسی طرف میل کیا و لیکن لکھا کہ اکابر
اہل اللہ تعالے سب متفق ہیں کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور اُنسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو قتیبیؒ نے بھی ذکر کیا ہے اور مترجم
کہتا ہے کہ طرق روایت کے کئی ہیں جنسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ ابن کثیر بھی اسی طرف
مائل ہے لیکن اسمیں البتہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ در حقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت میں داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال
میں آوے کہ وہ اللہ تعالی و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کو اسی ذات سے وہ پہونچے جسکو وہ اُنسے خود چاہتا ہے (واہ احمد)
پھر اللہ تعالی نے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھوں نے جنمیوں کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ۔ حذفت
منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتخبرن۔ اس صیغہ میں سے نون رفع تو بسبب اسکے
حذف ہوا کہ پے در پے نون جمع ہوے جاتے تھے اور واو اسمیں ضمیر جمع ہے اور یہ واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقاے ساکنین کے
اور لام اسمیں قسم محذوف کا ہے اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤگے۔ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ۔ بالفرائض فیہا والجوائح۔ اپنے مالوں میں
بایں طور کہ ان مالوں میں حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمیں قدرتی آفتیں پہونچینگی۔ جوائح جمع جائحہ بمعنے وہ آفت کہ پھلوں کو پہونچتی ہے
اور یہ مراد یہاں مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ دین میں جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ منافق
و کافر کی مثال جیسے صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھونکا اثر نہیں کرتا یہاں تک کہ ایکبار گرجاتا ہے (ھ) اس آیت میں صریح حکمت آلہیہ کی تنبیہ ہے
کہ اگر اللہ تعالی چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتوں سے افضل اور تمام اہل جنت کا سردار بنا دے بدوں اسکے کہ تمھارے قلب کے

وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِي

اور داخل کیا گیا جنت مین اس کا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی جنس ہی البتہ تم آزمائے جاؤگے

أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ

اپنے مالون اور جانون سے اور البتہ سنوگے اُن لوگون سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور اون

وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ

لوگون سے جنھون نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ

ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

ہمت کے کام ہین

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ - ہر نفس موت چکھنے والا ہی جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہی اور معنے یہ ہین کہ ذائقہ موت جسد ہا یعنے چکھنے والا ہی موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہی نفس کو نہین اور اگر مرتا بھی تو حالت موت مین کیا چکھے گا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہی اور علی ہذا قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہین کہ حین موت اجساد ہا - کذا قال الکرخی - **وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ** - جزاء اعمالکم - اپنے کامون کے بدلے - **يَوْمَ الْقِيَامَةِ** قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤگے فپس مومن کا اجر تو جنت وثواب ہی اور کافر ومشرک کا اجر دوزخ وعذاب ہی - پس آیت مین وعدہ ووعید دونون ہی - اور توفیہ کے معنی بھرپور دینا پس دنیا مین یا برزخ مین جو ملیگا وہ بعض ہی اور حدیث مین ہی کہ قبر یا تو ریاض جنت مین سے ایک باغ ہی یا دوزخ کے کھڈون مین سے ایک کھڈ ہی مترجم کہتا ہی کہ بعض علماء نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہی تاکہ جو کچھ ہونا ہی قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت مین محاسبہ نہو **وذکرہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر** لیکن میرے نزدیک اسمین تامل ہی اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہی سب کو شامل ہی دوم یہ کہ توریت مین بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رض سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مقولہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسنے سچ کہا جیسا کہ حدیث صحاح وسنن سے ظاہر ہی ہان یہ احتمال ہی شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ وبعید ہی اور اسکی بحث قولہ تعالی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الآیۃ مین آویگی الحاصل سب کو آگاہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی موت سے نہین بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک وبد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہی - تو فرض ہی کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے **فَمَن زُحْزِحَ** - زحزح - دور کیا گیا از تبعید بمعنے دور کردینا **عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ** تو اسنے پالیا اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے مال غائیہ مطلوبہ - پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت مین داخل کیا گیا تو اسنے پالیا اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے ان نعمتون کو شامل ہی کہ انکے مانند ونظیر نہین ویسے ہی اسمین رضائے الٰہی تعالی اسطرح حاصل ہی کہ کبھی ناخوش نہ ہوگا بلکہ دیدار الٰہی عزوجل حاصل ہوگا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھکر نہین بلکہ نعمت سے وہ کہین اعلی تر ہی اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین ایک کوڑے بھر جگہ دنیا وما فیہا سے بہت بہتر ہی پڑھو تمھارا جی چاہے کہ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ تا قولہ متاع الغرور رواہ الترمذی والحاکم وصححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے جس سے کوڑے وغیرہ مانگتے ہین کیون خراب ہو **وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا** - ای العیش فیہا - یعنی دنیا مین زندہ رہنا اور متاع وہ

دوسری شرط کے ساتھ بایںطور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمھارے پاس نبوت کا دعوی کرکے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہان تک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھاجاوے یہانتک کہ تمھارے پاس مسیح و محمد آویں کہ ان دونون پر فورًا ایمان لانا کیونکہ یہ دونون بدون قربان کے آوینگے اور ابن عباس و حسن البصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد میں جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اسیطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالی نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اس کے کسی نبی کے تصدیق نکرنا بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہے اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھاجانا موجب ایمان اسیوجہ سے ہے کہ وہ معجزہ ہے تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات اسمین یکسان ہین اسیواسطے اللہ عزوجل نے رد کیا ۔ کہ قُلْ ۔ لہم توبیخًا یعنی کہدے ان لوگون سے ملامت کے طور پر کہ ۔ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ ۔ بالمعجزات ۔ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ ۔ کزکریا و یحیی فقتلتموہم آئے تو تھے تمھارے پاس رسول مجھسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی سو تمنے انکو قتل کیا اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسر رح نے جواب دیا کہ ۔ والخطاب لمن فی زمن نبینا وان کان الفعل لاجدادہم لرضاہم بہ ۔ اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہے کہ ۔ بالذی ۔ قلتم ۔ کو ۔ بالبینت ۔ پر عطف کرنے مین ایذان ہے کہ بینات یعنے معجزات جس مرتبہ پر تصدیق نبوت کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہے اگرچہ اسی قبیل سے ہو اور مفسر رح نے فقتلتموہم ۔ بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے باوجود قربان کے تم نے ان کو قتل کیا ۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فی انکم تؤمنون عند الاتیان بہ ۔ پھر کیون تم نے ان کو قتل کیا اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو ۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا ۔ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ ۔ وَالزُّبُرِ ۔ کصحف ابراہیم ۔ اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیم ؑ زبر جمع زبور ہے ابن کثیر نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے ملی مثل صحف ابراہیم وغیرہ کے ۔ اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ[لہ] و زواجر ہون اور ظاہر ایسا ہی ہے بنظر موافقت زبور داؤد علیہ السلام کے ۔ وَالْكِتٰبِ ۔ وفی قراءۃ باثبات الباء فیہما ۔ یعنی ابن عامر کی قراءت مین ہے بالزبر و بالکتاب ۔ الْمُنِيْرِ ۔ الواضح وہو التوراۃ والانجیل فاصبر کما صبروا ۔ یعنی منیر بمعنے واضح ہے اور وہ کتاب منیر توریت و انجیل ہے اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو اے محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا ۔ الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہے کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہے جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہے لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہے کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبر و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمھارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنایا اب عنقریب تم جانوگے کہ مرکر کس غار جہنم مین جاتے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہے قال تعالی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہے ۔ اور تم کو پورے بدلے ملین گے ۔ قیامت کے دن ۔ پھر جو سرکایا گیا ۔ آگ سے

[لہ] مواعظ یعنے نصیحتیں ۔ زواجر یعنی جھڑکیاں بدکامون پر ۔ مدارک التنزیل ۱۲

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے دوم آنکہ ظلام میں اگرچہ معنے کثرت ہیں لیکن یہاں بمقابلہ عبید کے ہے جو جمع کثرت
ہے حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ میں ظلام فرمایا پس عبید کے مقابلہ میں ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے
ظالم نہیں ہے سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہے بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض
نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا چہارم آنکہ ظلام بمعنی ظالم ہے معنی کثرت ملحوظ
نہیں ہیں۔ بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے۔ پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالی کی طرف سے پایا جانا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا
جیسے بولتے ہیں کہ زلۃ العالم کبیرۃ۔ عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہے ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہیں بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہیں سے
تعبیر کی۔ ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہے جسنے اللہ تعالی کو ظلام کہا اور اس صورت میں معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہوگا جیسے کوئی شخص زید کو جو بڑا
متقی ہے کہے کہ وہ افجر ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہے وہ افجر نہیں ہے تو اسکے یہ معنی نہونگے کہ وہ فاجر ہے۔ ہشتم آنکہ اثبات میں اللہ تعالی کے
صفات میں صیغہ مبالغہ وغیر مبالغہ یکسان ہیں یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس رحیم وارحم سب میں وہی حد کمال ہے پس نفی میں بھی
یہی رکھا گیا مترجم کہتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہے نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہے یعنے بندوں میں بہتیرے حاکم ایسے ہوتے ہیں کہ ظلام
ہوتے ہیں مترجم کہتا ہے تعریض یوں بیان کرنا اولی ہے کہ بندوں میں بہتیرے کافر ایسے ہیں کہ اپنے افعال میں ظلام ہیں جیسے یہ یہودی خبیث تھے
جنھوں نے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ کہا کہ انھوں نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے اسقدر کافی ہے اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہو پھر جاننا
چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس بظلام للعبید۔ جملہ حالیہ ہے اور بیضاوی نے تبعاً للکشاف کہا کہ اسکا عطف ما قدمت پر ہے یعنی وذلک ان اللہ
لیس بظلام للعبید یعنے عذاب کی تعلیل ہے ای یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالی بندوں کے واسطے ظلام نہیں ہے۔ باین توجیہ کہ نفی ظلم
مستلزم عدل ہے اور عدل مقتضی ہے کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہیں چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ
تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہیں نہ عقلاً ونہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنیکا سبب قرار دیتا ہے پھر اللہ عزوجل نے
انھیں کافروں سے جنھوں نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور بدخصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ۔ اَلَّذِیْنَ۔ نعت للذین قبلہ۔ یعنے
یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہے۔ قَالُوْا۔ لمحمد۔ یعنی ایسے لوگ جنھوں نے کہا محمد صلعم سے کہ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیْنَا۔ فی التوراۃ
اللہ تعالی نے عہد لیا ہم سے۔ توریت میں کہ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ۔ نصدقہ۔ ہم نہ ایمان لاویں واسطے کسی رسول کے یعنی نہ
تصدیق کریں اس کے رسول ہونے کی حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ۔ یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان
جسکو آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہے کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ۔ فلا نومن لک حتی تاتینا بہ ہم تیرا ایمان نہ لاوینگے
یہانتک کہ تم ایسا قربان لاؤ۔ اور یہ قربان بنی اسرائیل میں ہوتا تھا اور معنے اسکے مفسرؒ نے بیان کیے کہ۔ وہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من نعم وغیرہا
فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ۔ اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے
خواہ وہ حلال چوپایہ ہوں یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل میں یہ تھا کہ وہ میدان میں رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگوں کے دعا کی پس یا
قبول ہوتا تھا یا نہیں پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئیں کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی
یعنے جلا دیتی تھی اور اپنی طبیعت پر تحلیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا۔ وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الا فی المسیح
ومحمد صلعم مفسرؒ نے کہا کہ بنی اسرائیل پر یہ عہد لیا گیا تھا سوائے مسیح ومحمد صلعم کے بارہ میں چنانچہ سدیؒ نے کہا کہ توریت میں یہ شرط آئی تھی مگر ایک۔

تکذیب میں نازل فرمایا۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اس آیت میں بڑی سخت وعید ہے ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سننا مصرح فرمایا اور مقولہ بھی بصرح ذکر فرمایا۔ ازانجملہ آنکہ فرمایا۔ سَنَكْتُبُ۔ نامزنکتب۔ مَا قَالُوا۔ فی صحائف عمالہم لیجازوا علیہ۔ یعنی ہم لکھیں گے۔ مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کو لکھیں اس چیز کا جو انھوں نے کہا۔ ان کے صحائف عمال میں تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاویں۔ پس فرشتوں کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون۔ وفی قراءۃ بالیاء مبنیا للمفعول۔ یعنی اور حمزہ کی قراءۃ میں سَيُكْتَبُ بصیغہ غائب مجہول ہے یعنی لکھا جائیگا جو انھوں نے کہا۔ پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ وہ تعالیٰ دانا تر ہے جیسے اہتمام کی چیز گویا فرداشت کرلیتے ہیں یعنے یہ لفظ کفر شدید ہے اسی واسطے اسکے ذیل میں قتل انبیا کو بھی لکھا کہ وَ نکتب۔ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ قتلہم بالنصب وبالرفع یعنی اور لکھیں گے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق۔ اور یہ ترجمہ اس صورت میں کہ قتلہم کو نصب ہو بنابر قراءۃ جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنابر قراءۃ بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہے یعنی اور لکھا جائے گا قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق۔ اور اسمیں ایذان ہے کہ ان لوگوں سے ایسی گفتگو بعید نہیں جنھوں نے انبیاء کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا۔ اور قتل انبیاء اگرچہ اسکے بڑوں سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا۔ وَنَقُولُ۔ بالنون والیاء یعنی نکتب پر عطف ہے اور اسمیں بھی دو قراءتیں ایک بنون ودوم بیاء تحتیہ ہے ای اللہ لہم فی الآخرۃ علی لسان الملائکۃ۔ یعنے ہر قراءۃ پر فاعل اسکا اللہ تعالیٰ ہے اور معنے یہ کہ کہیں گے ہم یعنے اللہ تعالیٰ ان کافروں سے آخرت میں فرشتوں کی زبان پر۔ حاصل یہ کہ گفتگو انکی اللہ عزوجل کی شان میں اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول۔ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ النار۔ حریق درحصل ایسی آگ کا نام ہے جو ملتہب ہوا اور معنے اس کے محرق ہیں یعنے سخت التہاب سے جلانے والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہیں۔ اور حاصل یہ کہ ان کافروں سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ میں ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان چکھو اور یہاں سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول وفعل حد سے زیادہ بڑا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جس میں ظلم کا احتمال ہی نہیں اسیواسطے فرمایا۔ ذَٰلِكَ۔ العذاب کائن۔ یہ عذاب مذکور حاصل ہوا۔ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ۔ بسبب اس چیز کے جو پہلے بھیج چکی ہے تمھارے دونوں ہاتھوں نے۔ یعنے تم نے چنانچہ مفسرؒ نے کہا۔ عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول بہا۔ یعنے ہاتھوں سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھیں دونوں ہاتھوں سے مزاولت میں آتے ہیں جیسے دوسری آیت میں بما قدمت یداہ فرمایا اور ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ اے شخص یہ تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے یعنے تیرا کیا ہوا ہے خواہ ہاتھ وزبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ یہ عذاب تمھارے کیے پر ہے۔ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ۔ ای بذی ظلم۔ فیعذبہم بغیر ذنب۔ اور اللہ نہیں ظلام ای صاحب ظلم۔ واسطے بندوں کے۔ کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے میں عذاب کرنے والا نہیں اس شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہیں کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو وعدہ ہے کہ بدون جرم کے ہرگز عذاب نہوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں وزمین وبندوں ومخلوقات میں جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہیں ہوسکتا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغہ مبالغہ ہے جو بہ نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہوگی تو جواب کیا گیا کئی وجہ سے اول وہ کہ جو مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ظلام یہاں صیغہ نسبت ہے ای بذی ظلم کے معنے میں ہے یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہیں ہوتی ہے اور نظیر اس کی بزاز وعطار ہے یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے و بیچنے والا کہ انھیں نسبت مراد ہے نہ معنے مبالغہ کما لا یخفی المفسرؒ نے

أَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ ۗ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّن
ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھا جاوے تو کہدے آچکے تمھارے پاس کتنے رسول
قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِن
مجھسے پہلے کھلی نشانیاں لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیوں تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ
كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝
تجکو جھٹلاویں تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جو لائے تھے نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ - البتہ سنا اللہ تعالیٰ نے کشاف میں زمخشریؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سننے کے یہ معنی ہیں کہ اسپر پوشیدہ نہیں یعنی اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمخشری معتزلہ تھا اس نے صفات باری تعالیٰ سے انکار کیوجہ سے ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہے تو ان کی غرض یہ ہے کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہیں جیسے سمع اللہ لمن حمدہ میں ہے بلکہ یہ وعید و تہدید ہے جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہیں کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھ کو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک اپنے معنے پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حقیقی صفت سے سنا۔ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ قول ان لوگوں کا جنھوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں ف وہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسنا الآیۃ۔ وقالوا لو کان غنیا ما استقرضنا - اور یہ لوگ یہود تھے انھوں نے یہ قول اسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالیٰ من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہے کہ معالم وغیرہ میں ایسا مذکور ہے جو مفسرؒ نے ذکر کیا پس اگر بعینہٖ یہی لفظ ان کا فرون نے کہے تھے تو آیت میں ان کے الفاظ کی حکایت ہے اور مفسرؒ نے علوم القرآن میں اسکو اس بات کی مثال میں بھی ذکر کیا کہ قرآن میں جو آیات زبان غیر ہیں از انجملہ یہ ہے ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت ذکر کی کہ ان کافروں نے کہا تھا۔ یا محمد افتقر ربک فسال عبادہ القرض - یعنے اے محمدؐ آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندون سے قرض مانگا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم۔ اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ یہود کے مدارس میں گئے جہان بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فنحاص[یہودی عالم] کے پاس جمع تھے - حضرت صدیقؓ نے کہا کہ اے فنحاص تو اللہ تعالیٰ سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہے کہ وہ برحق رسول تمھاری توریت میں موصوف ہیں وہ بولا کہ واللہ اے ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہیں اور وہ ہمارا محتاج ہے ہمسے گڑگڑاتا ہے جیسے ہم نہیں گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہیں اگر ہمسے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیسا کہ محمد گمان کرتے ہیں اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہے اور ہمسے قرض مانگتا اور اسپر کئی گونہ سود دینے کا وعدہ کرتا ہے - یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر ہمارے اور تم لوگون کے درمیان عہدنامہ نہوتا تو میں تیری گردن مارتا اے خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تجھمین وسعت ہو۔ فنحاص وہان سے اٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ کیا باعث ہوا۔ صدیقؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم اس سے تونگر ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے غصہ آیا میں نے اسکو مارا - پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ میں نے نہیں کہا پس اللہ عزوجل نے ابوبکرؓ کی تصدیق اور فنحاص کی

ملک کو بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا- وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ- فیجازیکم بہ- جاننا چاہیے کہ تعملون بتاء فوقیہ اور بیاء تحتیہ دونون قرائتین آئی ہین مگر قراءۃ اول اکثر قرار کی ہے اور اسکو مفسر رح نے اختیار کیا چنانچہ کہا پس جزا دیگا تمکو تمھارے عمل کی اور بیضاوی نے کہا کہ اس قراءۃ مین وعید سخت ہے اور دوسری قراءۃ ابوعمرو و ابن کثیر کی ہے اھ اس صورت مین یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالی خبردار ہے جو وہ کرتے ہین پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا ف فی العرائس قولہ تعالی ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ مترجم کہتا ہے کہ جیسے عوفی رح نے ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ رح نے بیان علوم کشفی کے چھپانے والون سے اشارہ لیا اور یہ جان لینا چاہیے کہ اس صورت مین سیطوقون کے معنی وہ نہین کہ انکی گردن مین طوق ہوکر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنے ہین کہ جہنم مین طوق و زنجیر سے جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق بمعنے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھون نے کہا ای یکلفون بان یاتیان ما بخلوا یعنی انکو تکلیف دیجاینگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اب لاؤ جو انکی طاقت سے باہر ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو مین کہتا ہون کہ شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہان ان لوگون کو زجر کیا جو مریدون و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہین اسلیے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متحیرون کو ورطہ امتحان سے چھٹا دے اور ان کو عرفان کی راہ بتا دے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہوگی کہ خالص ارادت والون پر اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتین ظاہر کرنے تاکہ اللہ تعالی کے ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالی کی بندگی کرنا انکے دلونمین رچے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عزوجل نے حکم فرمایا و اما بنعمۃ ربک فحدث- یعنی اللہ تعالی نے جو نعمتین تجیر فرمائی ہین انکو بیان کر- پھر جو شخص یہ کرسکتا ہے جو ہمنے بیان کیا کہ طالبان حق عزوجل کی بہتری کے خواہان رہے وہ کیون ایسا نہ کرسکے گا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق مین خرچ کرڈالے جیسے صحابہ رض نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا کردیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہین اور سخاوت کی شاخ انھین سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدون کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا محبین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفون کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اندھا پن ہے قولہ تعالی سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ- مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و لقاء دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہونگی اور اپنے نفس کی امیدون سے منقطع ہو جاوینگی چنانچہ فرمایا وللہ میراث السموات والارض- یعنی اوتعالی ہی مالک عطاء کثیر و مواہب جزیل ہے اور یہ عطیات کبری ان لوگون کو سب سے اعلی ملتی ہین جو اسکی راہ مین اپنی جانین خرچ کرتے ہین پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق مین سے کسی کو نہین دیا ہے اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ راہ حق مین سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہے کہ نفس و مال و سر و روح و کل کو راہ حق مین خیرات کردے اور جسنے راہ حق مین کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسنے راہ حق مین غیر کی طرف نظر کی وہ قرب حق و انوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہے-

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَ

اللہ نے سنی انکی بات جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور

قَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

جو خون کیے ہین نبیون کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہے اسکا جو تمنے بھیجا

أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ إِلَيْنَا

اپنے ہاتھون اور اللہ ظلم نہین کرتا ہے بندون پر وہ جو کہتے ہین کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

ربع

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ کر کے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو اسکو کاٹیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالی نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوۃ ادا نہ کی تو قیامت مین ایک اژدہا بے زر گنجیسوا ہوکر اسکی گردن مین طوق پڑیگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی۔ ولا یحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللہ من فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیہ۔ رواہ البخاری و ابن حبان۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہی کہ بغیر زکوۃ کے کل مال متمثل بصورت اژدہا ہوگا مگر ظاہر کلام مفسر یہ ہی کہ بقدر زکوۃ مال ہوگا واللہ اعلم اور مانند اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمد و نسائی و ترمذی و صححہ و ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلی و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا اگر کہا جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط زکوۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوۃ منجملہ مشتملات آیت کے ہی یا سب سے اعلی ہی ورنہ اوپر معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے اہل کتاب کی حقیت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریرؓ نے عن ابی قزعہ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے قرابت والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالی نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کر جاوے اور اسکی محتاجی مین سے تو یہی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہا بے نرالا لون والا نکلیگا جو اسکے پیچھے ہوکر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا وقد رواہ عن ابی قزعہ عن ابی مالک العبدی موقوفاً و عن ابی قزعہ مرسلاً و مرسلات ثقہ کے ائمہ حنفیہ کے نزدیک حجت مین فافہم۔ بالجملہ یہ حال و عذاب ان لوگون پر ہی جو مال کو اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا۔ وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور اللہ ہی کے واسطے ہی میراث آسمانون و زمین کی ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو ناتے والون کو یا ولاء وعتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کو ملتی ہی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالی پس یہان میراث کے یہ معنی ہین جو مفسر نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالے ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنی تصویر ہو سکتی ہی کیونکہ اللہ تعالی اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فنا ہے اہل آسمان و زمین کے وارث ہو کر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی نہین ہو سکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالے انا نحن نرث الارض و من علیہا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالی وارث ہی اظہر اس سے قولہ وکنا نحن الوارثین یعنے لقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی۔ اسی واسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین اور اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ زمین والون مین تو درست ہی مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا و اورثناہا قوماً آخرین۔ اھ۔ اورثنا الذین استضعفوا الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا۔ یہان بھی وراثت تحقیقت شرعی نہین ہو سکتی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور ایسے ہی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کے کسیکے وارث نہین ہوتے اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفاے راشدین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہین عمل کیا ہی ابن الانباری نے کہا کہ بولا کرتے ہین کہ ورث زید علم خالد یعنی خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنی اب زید منفرد ہوا بعد اسکے کہ خالد سہیم و شارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالی وورث سلیمان داؤد الآیہ مین ہی۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عز و جل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور یہ فرمایا کہ سب آسمان و زمین و لوگ و مال اسکی ملک مین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسی کا ہی پھر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور نہ کیا کہ ہم کو اپنے ہی

ندیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہین کہلائیگا اور قاموس مین ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثین اس بخل کی مذمت مین واردہین اور
بداخلاق مین یہ بدتر ہی مترجم کہتا ہی کہ شرع مین بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے مین بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ
اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل وعیال کے خرچہ مین کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی۔ بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے
نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا۔ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔
یعنے بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی۔ پس جو کچھ اللہ تعالی نے دیا اسمین اپنے اہل وعیال کے خرچہ کا
خیال کرے اور کپڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالی کو بھول نجاوے اگر بچے اور طریق شرعی سورۂ بقرکی آیۂ نفقہ کی تفسیر مین
مذکور ہوچکا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیۂ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا مین نے بخل کی مذمت مین بیان کیا اور مفسر نے بخل کو زکوۃ سے
مخصوص کیا یعنے بخل کرے باین طور کہ اسکی زکوۃ ندے اور یہ اس صورت مین کہ اللہ تعالے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے
بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ساون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور ائمۂ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ اسپر آنا خزانہ ہو کہ
اسکو منہا کرنے کے بعد مقدار مذکور مین کمی آوے تو اس مقدار مین اکروپیہ سال پیچھے زکوۃ ندے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی دیگر مفسرین نے بخل
کو زکوۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج مین فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنی جو واجب ہی اسکو ندے
اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کیساتھ لائق ہی۔ دوم آنکہ اللہ تعالے
نے بخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدۂ عذاب نہین ہوتا ہی سوم آنکہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہین ہی۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہین از انجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب
ہی از انجملہ زکوۃ ہی۔ از انجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے مین جو انکے جان ومال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہون پس
واجب ہی کہ ایسے لوگون پر خرچ کرے جو مسلمانون سے اس دشمن کو دفع کرین۔ از انجملہ جو شخص مضطر یعنے اسپر اتنے فاقہ گزرین کہ مردار حلال ہو تو اسکو
اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو۔ پس ایسے بخیلون کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکرین کہ۔ هُوَ ای بخلهم۔ انکا بخل کرنا خَيْرًا
لَّهُمْ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان والضمیر للفصل والاول بخلهم مقدر قبل للموصول علی الفوقانیۃ وقبل الضمیر علی التحتانیۃ۔ یعنی خیر اگو نصب
ہی اسواسطے کہ یہ لاتحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قراۃ لیجاوے اور ضمیر ہو یہ چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہین ہوسکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر
پہلا مفعول بخلهم ہی وہ بنابر قراۃ تاء فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولا تحسبن بخل الذین یبخلون الخ اور بنابر قراۃ یاء تحتانیہ کے ضمیر
فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولا یحسبن الذین یبخلون بخلهم هو خیرا لهم۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے۔ پھر جاننا چاہیے کہ
عوفی نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاری کے حق مین ہی کہ انھون نے جو انکے پاس کتاب الہی مین تصدیق
آنحضرت صلعم وقرآن مجید کے بارہ مین تھی اسکے بیان سے بخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب
ادا کرنے سے بخل کرنے والون کے حق مین ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجۂ اولی ہی
مترجم کہتا ہی کہ مانعین حق واجب کے حق مین ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ۔ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ۔ ای زکاۃ
من المال۔ عنقریب طوق ہوکر انکی گردن مین ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا۔ زکوۃ مال چیز سے مراد مال ہی اور جملۂ شرلهم کی تفسیر ہی
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ بان یجعل حیۃ فی عنقہ تنهشہ کما ورد فی الحدیث۔ یعنی جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بناکر انکی گردن مین ڈالا جائیگا یعنی اژدہا

ملال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہوں کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہے قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - اللہ تعالیٰ کے یہاں چندطرح کے غیب ہیں اول غیب ظاہر - دوم غیب باطن سوم غیب الغیب چہارم سر الغیب - پنجم غیب السر پس غیب ظاہر تو وہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہے اور اسپر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر وہی جو مقام الیقین کو پہونچگیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل وخطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہے لیکن حد استقامت پر ہونے سے دیدار آخرت ہی ہوتا ہے اسواسطے کہ الیقین تو خود خطرات ہیں اور یہ خطاب بایں معنے خطاب اصنداد ہے - اور غیب باطن سو وہ غیبان چیزون کا ہے جو مقدر کر کے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہیں اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہے اور غیب الغیب تو وہ افعال میں سر صفات کا غیب ہے اور باینمعنی یہ خطاب مریدین کو ہے اور سر الغیب تو وہ صفت میں نور ذات ہے اور یہ خطاب محبین کو ہے اور غیب السر تو وہ عینیت قدم ہے کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع نہیں ہو سکتا - پس قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - میں خطاب تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین واصفیاء صدیقین وعارفین موحدین کو ہے پس اس سے یہی غیب مراد ہے جسپر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہے کہ کوئی مخلوق اسکو ادراک کر سکے پس تمام سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایک قرب خاص ہے جو کسیکو میسر نہیں اور وہ اسطرح کہ انہیں سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی میں ہو لیا تھا مگر یہ بصفت ادراک احاطہ نہیں ہے اور یہی فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء - مثل محمد وعیسیٰ وموسیٰ وابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عموم برگزیدگی میں بھی شامل ہیں اور خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہیں اور باقی فقط عموم برگزیدگی میں ہیں مگر ادراک کسی کو نہیں ہے - اور یہ دوسری آیت میں مشروح ہے کہ فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول - اور یہ وہی شخص ہے جو اپنے اوصاف سے فانی ہو وصفات حق سے متصف ہو اور ظاہر کر دیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہیں چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حکیم الغیب ہے اور حکم بر غیب ہے جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رضہ کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عزوجل کی طرف سے خبریں فرمائیں جو دنیا وآخرت کو شامل ہیں

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ

اور نہ خیال کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہے انکے حق میں بلکہ یہ

شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

برا ہے انکے حق میں عنقریب طوق ہو کر پڑے گی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں وزمین کا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء - یعنی بتاء فوقیہ ابو عامر ونافع وحمزہ کی قرارت ہے پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا (مت خیال کر ان لوگوں کو جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق میں بہتر ہے) اور بیاء تحتیہ باقیوں کی قراءۃ ہے پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنی جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ خیال نہ کریں کہ انکے لیے بہتر ہے - الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ - بخل اصل لغت میں یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جتنے اس مال کو

برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولون مین سے جسکو چاہتا ہے ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہے جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع کر دیا۔ حاصل یہ کہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمر نے لبسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہے تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کرون آپ منع فرماتے کہ نہین اے عمر شرار رہنے دے اور ایسے ہی ذوالخویصرہ خارجیون کا جد اعلیٰ تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کر دینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی ہوا جیسا کہ اول قصہ مین ذکر ہو چکا ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ آیہ مین خود مذکور ہے اور علما نے بھی تصریح کر دی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہے اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے یہ جزوی علم غیب ہے حتی کہ تمام آسمانون و زمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہے اسپر آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی بدون اطلاع دینے اللہ تعالیٰ کے نہین ہوتا ہے اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سوائے حق عزوجل کے اور کوئی نہین جانتا ہے اسواسطے کہ وہ تو علم ہے جو صفت باریتعالیٰ ہے اور یہ صفت کسی مخلوق مین پیدا ہو جانا غیر ممکن ہے۔ اور لبسا اوقات اسرار الٰہی و حکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہے کہ بندۂ خاص اس امر کو نجانے کہ اسکے گھر مین کیا حال ہے اور اسکے سفر مین کیا انجام ہو گا پس آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہؓ کو جن منافقون نے بہتان لگایا اسکا کیا حال ہے حتی کہ جدا کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیا رسول اللہ عورتین بہت ہین آپکو جدا کرنیکا اختیار ہے لیکن آپ ذرا تحقیق تو کر لین یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی برارت ہوئی اور ان آیات مین حکمتین و اسرار بیان ہوئے اور ایسے ہی بہت سے وقائع واقع ہوئے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہین اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسفؑ کے چاہ کنعان مین ہونے کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیرہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام و واقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈال دیا حالانکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے خبر ہو گئی تھی پس حاصل یہ کہ جو شخص اسکا معتقد ہے کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہے اور خوف کفر ہے اگر تاویل نہو اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت صلعم مثل دوسرون کے تھے ہر ہر بات پر جبرئیلؑ آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی اور حق وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ مین جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عزوجل کو دیکھنے کا روایت ہوا ہے اسمین صریح ہے کہ فعلمت ما فی السموات و ما فی الارض۔ یعنی مین نے سب جان لیا جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے۔ الحاصل جہانتک اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث مین فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا النفاق فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔ پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو (یعنی نفاق سے) تو تمھارے واسطے ثواب عظیم ہے ف عرائس البیان مین مذکور ہے کہ قولہ تعالیٰ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل و رضا کے بڑے امور مین امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کر دیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور آپکو خوف دلایا پھر اللہ عزوجل نے اس آیت مین حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کرین حتی کہ قلب سے تمام حزن ۔ ؟ ماندہ وہ جو غیر کی طرف سے تصور مین جانتے رہتے ہین کیونکہ جب حق عزوجل کی معرفت مین استحکام ہوا تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہو جاتے ہین۔ واسطی نے فرمایا کہ حزن جملہ احوال مین ہے اور حقیقت مین ان لوگون کے واسطے تعریف و تنبیہ ہے قولہ تعالیٰ انہم لن یضروا اللہ شیئا۔ یعنی اللہ عزوجل نے خبر دی نبی صلعم کو کمال اہتمام و شفقت ہے اللہ تعالیٰ کی شریعت و اسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اسواسطے کہ

مولم - اور انکے لیے عذاب الیم ہے ف جسکو اپنے لیے خریدا ہے اور الیم بمعنی مولم از ایلام ہے کذا فسرہ ابن عباس رض - وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء
الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ - ای املاءنا لہم بتطویل الاعمار و تاخیرہم - خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ - وان مع معمولہا سدت مسد المفعولین
فی قراءۃ التحتانیۃ و مسد الثانی فی الاخری - یعنی ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم و کسائی و یعقوب نے و لا یحسبن بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا
پس الذین کفروا فاعل ہوگا - اور انما نملی لہم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا یعنی یہ کہ ہرگز نہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا
ڈھیل دینا انکو اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ پکڑنے میں تاخیر دی، یہ بہتر ہے انکے واسطے - اور باقیوں نے بالتاء الفوقیہ پڑھا
پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنے والے کو ہے اور تعریض ہے کافروں کو - اور الذین کفروا مفعول ہے اور انما نملی لہم الخ اسکا بدل ہے اسکو مفسر نے قائم
مقام مفعول دوم رکھا ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہے - پھر مفسر رح نے املاءنا لہم لیے
مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاوے لیکن مصحف امام میں وہ
متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہے - اور ایلاء بمعنے امہال و تطویل عمر ہے اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے بولتے
ہیں املی لفرسہ - اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے - المعنے تو خیال مت کیجیو ان لوگوں کو جو کافر ہے ہیں انکے حال کو کہ
ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہے - إِنَّمَا نُمْلِي - نمہل - لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا - بکثرۃ المعاصی ہم تو اسواسطے املا کرتے ہیں یعنی
ڈھیل دیتے ہیں - انکو تاکہ بڑھادیں گناہ - بسبب کثرت نافرمانیوں کے - وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ - ذو اہانۃ فی الآخرۃ - اور انکے لیے عذاب
مہین ہے یعنے آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہے مہین بمعنے اہانت والا اور یہ عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہے اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ
میں کالعدم ہے - مَّا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ - لیترک - الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ - ایہا الناس - عَلَيْهِ - من اختلاط المخلص بغیرہ
یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیوں کو ہے جسمیں مومن و منافق سب شامل ہیں اور معنی یہ ہیں کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالی چھوڑ دیوے
مومنوں کو اسی حال پر جسپر تم ہوا ے لوگو کہ مخلص و غیر مخلص سب خلط ملط ہیں الحاصل تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا تھا حتی
يَمِيزَ - بالتخفیف و التشدید یفصل - الْخَبِيثَ - المنافق - مِنَ الطَّيِّبِ - المومن بالتکالیف الشاقۃ المبینۃ لذلک ففعل ذلک یوم
احد - حتی کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا متمیز کردے ف یمیز میں دو قراءۃ ہیں ایک بدون تشدید کے از ماز یمیز اور جبکہ دو چیزوں میں
فصل کردیا اور یہ اکثروں کی قراءۃ ہے بمعنی آنکہ یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے بانیطور کہ ایسے شاق
تکالیف دیدی کہ انسے دونوں الگ ظاہر ہو جاویں پس یہ روز احد ہی کیا - اور حمزہ و کسائی کی قراءۃ میز یمیز تمییزا بتشدید ہے جب دو چیزوں سے زیادہ
ہوں تو کہتے ہیں کہ میز بینہا - ان چیزوں میں تمیز کردی پس یہاں باعتبار کثرت افراد مومنین و منافقین کے ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ تشدید واسطے مبالغہ
کے ہے کہ خوب امتیاز کردے کہ سب کو معلوم ہوجاوے - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ - فتعرفوا المنافق من غیرہ قبل التمیز
اور نہیں ہے اللہ تعالی کہ تم کو غیب پر مطلع کردے یعنی تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ - گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون
ایسی تمیز کے کیوں خبیث و طیب میں فرق نہیں ہوجاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الہی پوشیدہ ہے اسکو تم نہیں جان سکتے ہو اور سدی
سے روایت ہے کہ منافق لوگوں نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ
تعالی نے یہ نازل فرمایا - ہکذا - اوردہ ابن کثیر اور اسمیں وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیوں مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اس لائق نہیں ہیں تو فرمایا
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي - یختار - مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ - فیطلعہ علی غیبہ کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین ولیکن اللہ تعالی

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَحْزُنْكَ ۔ بضم الیاء وکسر الزاء وبفتحها وضم الزاء من حزنه لغة فی آحزنه۔ یعنی نافع کی قراءۃ میں یُحْزِنْ بضمہ یاء وتحقیق
کسرہ زاء معجمہ از باب افعال ہے اور باقیون کی قراءۃ مین یَحْزُنْ بفتح یاء وضم زاء از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہے یعنی از حزنہ غمگین کیا
اسکو جو احزنہ کے معنے مین ہے جیسے اول قراءۃ مذکور ہوئی۔ بہرحال معنے یہ ہین کہ نہ غمناک کرین تجکو۔ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ
فِي الْكُفْرِ ۔ جو مسارعت کرتے ہین کفر مین۔ ای یقعون فیہ سریعا لنصرتہ وہم اہل مکۃ والمنافقون ای لاہتمام لکفرہم۔ یعنی گرتے ہین
کفر مین جلدی کرکے کیونکہ کفر کے معاون ہین اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم مین نہو جا انکے کفر کرنے سے
اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہوگئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عزوجل نے آپکو تسلی دی۔ اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے
عام ہے قشیریؒ نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذهب
نفسک علیہم حسرات۔ اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم الآیۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسے غمناک ہوتے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ
غم یہ بھی کہ دیگر اہل ایمان کو انسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کندے ہون پس اللہ عزوجل نے دونون باتون کو یہان دور فرمایا
کہ۔ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۔ بفعلہم وانما یضرون انفسہم۔ یعنے وے کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین اللہ تعالیٰ کو
اپنے فعل سے اہ کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالیٰ انکا ناصر ہے ان
ہی ہے کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے ہین کیونکہ انجام کار مین اسکا وبال انہین پر ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ
لَهُمْ حَظًّا ۔ نصیبا۔ فِي الْاٰخِرَةِ ۔ ای الجنۃ فلذلک خذلہم۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ
آخرت مین ف یعنے جنت مین پس اسی واسطے انکو مخذول کردیا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادہ انکے حق مین یون ہی متعلق ہوا
ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی
دیگر آیات کثیرہ مین مصرح ہے کہ ارادہ الٰہی متعلق ہے جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان واقع ہوتا ہے اور اسمین دلیل ہے کہ خیر وشر بارادہ الٰہی ہے
اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہوگیا جو کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ سب تقدیر الٰہی ہے۔ اور نہایت درجہ یہ کہ ہمکو اسکی
حکمت نہین معلوم ہے حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالیٰ صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہمکو عدل الٰہی معلوم ہے تو ضرور ان کافرون
کی مکافات بعدل ہے لہذا انکے حق مین کفر مقدر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہین لایا وہ کافر ہے اور یہی مذہب آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے
اور اسی پر صحابہ وتابعین وسلف صالحین تھے پس یہان کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادہ الٰہی انکے حق مین حکمت کاملہ کے ساتھ یون ہی متعلق ہوا
اس سبب سے وہ مخذول وکافر ہین کہ انکے لیے آخرت مین جنت سے کچھ نصیب نہین بلکہ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ فی النار۔ انکے واسطے
دوزخ مین عذاب سخت ہے کیونکہ انھون نے ایمان وآخرت کو چھوڑکر کفر ودنیا کو اختیار کرلیا گویا موتی دیکر خس خریدلیا تو یہ خود خس لائق جہنم ہین
اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ ۔ ای اخذوہ بدلہ۔ جن لوگون نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا یعنی لے
لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونون ممکن تھے کفر کو اختیار کرلیا۔ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ ۔ بکفرہم۔ شَيْئًا ۔ تو وہی لوگ ہرگز
کبھی ضرر نہ پہونچا سکین گے اللہ تعالیٰ یعنے اولیاء اللہ تعالیٰ کو بسبب اپنے کفر کے۔ کچھ بھی۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

بدون ہجر وعتاب وحساب وحجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منہم۔ یعنی جن لوگون نے حضرت مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو
قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہرًا و باطنًا تو انکے واسطے اجر عظیم ہی یعنی حق عزوجل کی مجاورت ومشاہدہ مین انکو درجہ ملیگا۔ اور
استاد رحؒ نے فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت باین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باین طور کہ جو اس نے
حدود فرمائی ہین انکی تعظیم کے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حق تعالی صفا در حق ربوبیت ہی اور استجابت رسول صلعم وفا در اقامت عبودیت قولہ
القرح اشارت ہی کہ ابتدا سے حال مین رخنہ وجرح سے لغزش ہوتی ہی پھر وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ کہکر مستقیم ہوئے چنانچہ حدیث مین ہی کہ لا یلدغ المومن من
جحر مرتین مومن ایک رخنہ سے دوبار زخم نہین کھاتا۔ ھ (المترجم) قولہ للذین احسنوا منہم احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالی کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہی
اور وہ مشاہدہ ہی واتقوا پس اگر تو اسکو نہ دیکھے تو وہ تجھکو دیکھتا ہی اور یہ مراقبہ در حال مجاہدہ ہی۔ اجر عظیم۔ اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر اور اہل نہایت
کے واسطے فی الحال ہی۔ قولہ تعالی فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین۔ پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالی نے درگاہ کبریائی کو تہمت اغیار سے اور ناپید
کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے۔ چنانچہ فرمایا خافون یعنی مجھی سے خوف کرو اس بات مین کہ تمھارے اسرار کسی غیر کی طرف التفات کرین۔ اور
جس وصف کمال کا وہ تعالی مستحق ہی اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہین ہی اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندون کو اپنے حقوق
ربوبیت کا اور اس خوف مین غیر کا کوئی حصہ نہین ہی۔ ایمان کے خوف وامید کو محل برہان مین وقوع امتحان کے وقت ملا دیا پھر جب مشاہدہ ہو گیا تو انوار ہیبت ظاہر
ہو جاتے ہین اور خوف کی علت جاتی رہتی ہی۔ ان لوگون کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا
وہ حق تعالی کے ساتھ شرک کا محل ہو جاتا ہی حالانکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان مین ہی اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک مین
ہی اور یہ شرک خفی ہی۔ اور واسطی رحؒ نے کہا کہ ایمان کی شرطین سے خوف ہی اور علم کی شرطین سے خشیہ ہی اور یہی اشارہ ہی بقولہ تعالی انما یخشی اللہ
من عبادہ العلماء۔ اور ابن عطا رحؒ نے فرمایا کہ جبتک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف (محبت آمیز خوف ۱۲) چھوڑا اُسنے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا اور کہا
گیا کہ ایمان خوف وامید کے درمیان ہی (ع) پھر اللہ تعالی نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکون ومنافقون کے ذمائم وقبائح سے تنبیہ فرمائی بقولہ تعالی

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ
اور تجھ کو غم نہ آوے ان لوگون سے جو کفر کرنے دوڑتے ہین وہ نہ بگاڑ سکینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہی کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ
انکو حصہ آخرت مین اور انکو بڑی مار ہی جنھون نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ج وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ
وہ نہ بگاڑ سکینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہی اور نہ سمجھین منکر لوگ کہ ہم جو فرصت دیتے ہین انکو کچھ بھلا ہی

لِأَنْفُسِهِمْ ط إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۵ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ
انکے حق مین ہم تو فرصت دیتے ہین تاکہ بڑھتے جاوین گناہ مین اور انکو ذلت کی مار ہے اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دے

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط وَمَا كَانَ اللَّهُ
مومنون کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہین

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ص فَآمِنُوا بِاللَّهِ
کہ تمکو خبردار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہی اپنے رسولون مین جس کو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

یعنے تمام کام کا انجام انھین کے اختیار پر ہے اور قبضۂ قدرت موثر حقیقی نہین ہے تو اسوقت بھی مومنون نے اسکو رد کر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین حتی کہ اللہ تعالی چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافرون پر فتح دے اور چاہے کافرون کو یون ہی ہلاک کر دے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین - اللہ تعالی نے فرمایا - اِنَّمَا ذٰلِکُمُ القائل لکم ان الناس الخ - یعنی جسنے تمسے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ - لوگون نے تمھارے مقابلہ کے لیے بڑا جماو کیا ہے - تم انسے ڈرو) تو یہ کچھ نہین سوا اسکے کہ الشَّیْطٰنُ - شیطان ہے کہ - یُخَوِّفُ - کم - اَوْلِیَآءَهٗ - الکفار - ڈراتا ہے (تمکو) اپنے دوستون (ای کفار سے) مترجم کہتا ہے کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہے چنانچہ جہاد مین کافرون کی کثرت وغلبہ کا خوف دلاتا ہے اور زکوۃ دینے مین فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جب ایسا وسوسہ پاوے تو لاحول پڑھے اور فضل الٰہی پر یقین کرے کما مر اور جہاد مین کہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل - اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا - الحاصل یہ شیطان ہے کہ تمکو اپنے یارون یعنے کافرون سے ڈراتا ہے - فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ - فی ترک امری - پس تم شیطان کے یارون سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے مین ڈرو کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہین ہے - خافون درصل خافونی تھا اور یہ یاء متکلم کثرت سے حذف ہوتی ہے اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنی میرے حکم پر بندگی چھوڑنے مین مجھسے ڈرو اور یہ معنے نہین کہ اللہ تعالی کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالی کی محبت لازم ہے اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع درصل محبت کا لازمہ ہے - پھر نیک بندون کو ہوش دلایا بقولہ تعالی - اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - حقا - اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو ف تو مجھی سے ڈرو - یہ جزا محذوف ہے ماقبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو اگر مومن ہو اور اللہ تعالی نے یہی مقام امتحان رکھا ہے اور واضح ہو کہ شیطان واسکے یار و تمام جہان کسیکو ایک ذرہ مجال نہین ہے کہ تصرف کر سکے ولیکن اللہ تعالی نے ہر ایک کے پسند واسکا نتیجہ وانجام رکھا ہے پس شیطان واسکے یارون نے دنیا و جہنم اختیار کی ہے اگرچہ انجام جہنم کو نہین جانتے بلکہ جہنم ہی سے منکر ہوکر شیطان کے قبضہ مین ہین اور اللہ تعالی نے مومنون کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہے اور دنیا مین جسکو کافرون نے اختیار کر لیا ہے انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافرون نے دار جنت تم کو دیدیا ہے تو تمنے اسی دنیا سے اسکو لیا پس انصاف کرلو اور دنیا کو اللہ تعالی کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و مافیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہے - (مسئلہ) اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی خالص نیت ہو تو ذیل مین تجارت کا قصد بھی مضر نہین ہے جیسے حج مین صریح اجازت مذکور ہوئی ہے ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالی الذین استجابوا للہ والرسول - حق عز وجل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہے کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف وکرامت کا شوق ہو مترجم کہتا ہے جو لوگ اللہ تعالی کی یاد مین ہین وہی اسکے مقرب ہین یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہین کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی استجابت اسواسطے کہ اللہ عز وجل کے انوار صفات کے آثار آپ پر موجود ہین - اور اسمین اشارہ ہے مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہے اور اللہ سبحانہ تعالی نے انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب مین ارادہ وثیق رکھتے اور اپنی جانین صدقہ کرتے ہین اگرچہ جنگ احد مین زخم برداشت کر چکے ہین چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابہم القرح - اور واسطی نے کہا کہ اللہ تعالے کی استجابت تو یقین وحدانیت ہے اور رسول کی استجابت اسطرح کہ اسکے حکمون کی پیروی اور اسکی ممانعتون سے پرہیز ہے یعنی بسر وچشم اسکی شریعت کا قبول ہے قولہ تعالی للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم - جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنی امتحان مین اللہ تعالے ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزون سے جو اللہ تعالی اور اسکے بندون کے درمیان حجاب ہوتے ہین تو انکو اجر عظیم ہے تقوی یہ کہ اپنے نفس واسکے ہوا وہوس سے بچے جبکہ انھون نے اپنی مراد سے نکلکر مراد حق کو قبول کیا - اور اجر عظیم یہ ہے کہ جو اللہ تعالے نے انکے واسطے آخرت مین مہیا کر رکھا ہے اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

تمھارے واسطے لشکرون کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردین قولہ فاخشوہم پس انسے ڈرو - مراد یہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ - سواسطے
کہ بہکاتے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانون کو مدینہ کے اندر روکے - قولہ فزادہم ای ذلک القول یعنے اس قول نے انکو بڑھادیا قولہ ایمانا
تصدیقا باللہ ویقینًا - اللہ تعالی کے ساتھ تصدیق و یقین کو اور مراد یہ ہی کہ انھون نے یہ قول سنکر بزدلی نہین کی اور اسپر کچھ التفات کیا بلکہ
اللہ تعالی پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور طمانینت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سوجہ سے
اسکی طرف نسبت کردی واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے فضائل بکثرت وارد ہوے ہین - حدیث مین ہی کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف
ہوا ور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہکر توکل کرلے تو اللہ تعالی اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہی - (اسادہ حسن) پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوے مفسر نے لکھا - وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب
ابی سفیان واصحابہ (ھ) یہ برکت ہی جاننا چاہیے کہ قولہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی بہت تعریف ہی چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہی کہ اس
کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ مین ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگون نے
انسے کہا کہ مشرکین نے تمھارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہین کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوس رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا
اللہ ونعم الوکیل - ہر خائف کے لیے امان ہی رواہ ابو نعیم - اور روایت ہی کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالی اس خوف سے اس کو
نجات دیتا ہی (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرجوا مع النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ
الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ فلم یاتوا وکان معھم تجارات فباعوا وربحوا - یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ روانہ ہوکر بازار بدر مین پہونچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دلمین واسکے ساتھیون کے دل مین اللہ تعالی نے رعب ڈالدیا تو وہ لوگ
مقابلہ مین نہین آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مین اموال تجارت تھے جنکو انھون نے فروخت کرکے نفع کمایا (دوچند نفع اور آٹھ
روز تک وہان ٹھہرے) قال تعالی - فَانْقَلَبُوْا - رجعوا من بدر - بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ - بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ
سُوْٓءٌ - من قتل او جرح - پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی و نفع کے ساتھ)
نہین چھوا انکو کسی برائی نے (یعنی قتل و جراحت وغیرہ انکو کچھ نہین پہونچی) وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ - بطاعتہ و رسولہ فی الخروج اور
انھون نے پیروی کی رضوان اللہ تعالی کی (بایں طور کہ جہاد کے لیے جانے مین اللہ تعالی اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی) مترجم کہتا ہی
کہ قولہ ورسولہ اصل مین لطاعتہ وطاعۃ رسولہ - تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہی ولیکن مفسر نے مسامحہ کیا - وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ - علی اہل طاعتہ
اللہ بڑے فضل والا ہی اپنے فرمانبردارون پر فضل عظیم فرماتا ہی جسکو لوگ نہین سمجھتے ہین مترجم کہتا ہی کہ مفسر نے اس فاصلہ کا ربط بتلادیا
اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی کا نفع وغیرہ دینے مین تو فضل بسیط اور عام ہی کافرون و مومنون سب کو شامل ہی جواب یہ ہی کہ فضل بنظر حقیقت
و انجام ہی اور انجام فقط مومنون کے واسطے بہتر ہی اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت مین مومن وکافر سب شامل ہین فرق یہ ہی کہ مومنون کے واسطے کرامت
ہوتا ہی اور کافرون کے لیے استدراج ہی یعنی وہ اپنی گمراہی مین اور زیادہ پانون پھیلاتے ہین نظیر اسکی لڑائی کی فتح و شکست ہی چنانچہ بدر مین مسجد کے طور
پر کافرون کو سخت شکست دی پھر احد مین باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول مین فتح و نصرت عظیم تھی حتی کہ کافرون نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا
لیکن اہل ایمان کو آزمایش مین ڈالا تاکہ صدق پر ظاہر ہون اور کافرون کا غرور بڑھا اور سمجھے کہ یون ہی ہوا کرتا ہی اور ہمارے بتون نے ہماری
مدد کی - اور اہل ایمان کو مکرر آزمایش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی اجازت لی تم ڈرو کہ کفار بہت کثرت سے جمع ہین

پس یہ آیت اُسکے بیان میں ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہی کہ غزوہ حمراء الاسد میں ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول وہ نیک بندے جنہون نے اللہ تعالیٰ ورسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔ یا حدے بعد از انکہ پہونچی تھی انکو قرح برونا حدف زخم وجراحت جس کا درد والم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ۔ تو ان نیکون میں سے جسنے مرتبہ احسان کا کام کیا ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوْا۔ مخالفتہ۔ اور اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔ ہو الجنۃ۔ اجر عظیم ہی وہ جنت ہی۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہی اور فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ وثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ۔ تمھارے لیے جماعت جمع کی ہی لوگون نے ف ابوسفیان واسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمھارے مقابلہ کے لیے جمع کیا ہی۔ فَاخْشَوْهُمْ۔ سو تم انسے ڈرو ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا ف اور بزدل نہین ہوے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو کافی ہی اور وہی اچھا وکیل ہی ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمت دنیا وآخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہی کہ دوسرے سال وعدہ پر ابوسفیان نکلکر مر الظہران پر اترا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا پھر غزوہ خندق مین مسلمان ہوا ہی پس ابوسفیان راہ مین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہی ہمکو سال فراخ چاہیے ہی کہ ہم مین دودھ پیئین اور چراوین اور مین نے محمدؐ سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ وہ آوین اور مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہوسکے کہ تو انکو ڈراکر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہی اس قرارداد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور نکلنے کو تیار ہین اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغریٰ کا وعدہ کیا ہی بولا کہ تمھاری راے بہت بری ہی وہ تمھارے یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھستے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہی واللہ تم مین سے کوئی بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہی پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤن گا اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سوارون کے ساتھ روانہ ہوے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہی کہ ابن عبدالبر وابن حجرؒ نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہی فقط ثعلبی نے نقل کیا ہی اور سہیلی اسی طرف گیا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسپر وارد ہوتا ہی کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہی لہذا اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہی کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہی۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہی اور جیسے قولہ تعالیٰ ام یحسدون الناس ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے مراد گروہ عبدالقیس ہی جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبدالبر وابن حجرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہی مگر اسمین انقطاع وابہام ہی اور الناس گروہ عبدالقیس ہی قولہ ان الناس یعنی ناس سے مراد ابوسفیان واسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنی جمع کیا ہی

اَلَّذِیْنَ - مبتدا ہے یعنی یہان سے کلام جدید شروع ہی اور یہ الذین مبتدا ہی اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہی کہ غزوۂ احد کے بعد ہی واقع ہوا پس
الذین موصول مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر یہی جملہ ہی وہ للذین احسنوا ہی جیسا کہ آتا ہی - **اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ**
الرَّسُوْلِ - دعاء و بالخروج للقتال لما اراد ابوسفیان و اصحابہ العود و تواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی
حکم مانا واسطے اللہ و رسول کے - ہی بلانا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابوسفیان و اسکے ساتھیون نے لوٹنے کا
ارادہ کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ وعدہ گاہ ہمارا تمہارا امسال آیندہ مین بازار بدر ہی ف مترجم
کہتا ہی کہ یہ بروز حمراء الاسد واقع ہوا اور بات یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانون مین سے شہید و مجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے
دیار کو لوٹے تو راہ مین اپنے چلے آنے پر نادم ہوے کہ ہم نے کیون نہین مدینہ پر حملہ کر کے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ
صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانون کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکون کے پیچھے چلو تاکہ مشرکون کو رعب ہوا اور جانین کہ ہنوز قوت و دلیری
باقی رہی اور فقط انھین لوگون کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہین سے سب کو چلنے کو کہا سواے جابر کے کہ انکو اجازت
دیدی تھی پس مسلمانون نے باوجود زخمون سے چور چور ہونے کے حکم اللہ و رسول کو قبول کیا - پس آپ مسلمانون کو لیکر روانہ ہوے یہانتک کہ حمراء الاسد
تک پہونچے تو ابوسفیان رعب مین آگیا اور مشرکون نے کہا کہ آیندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ روانگی ایک غزوہ شمار
ہوا اور اللہ تعالی نے نازل فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم عن عکرمہ و ابن مردویہ من طریقہ عن ابن عباس اور حضرت
عائشہ رض سے روایت ہی کہ انھون نے اپنی بہن کے بیٹے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونون باپ یعنی زبیر و ابوبکر بھی ان لوگون مین تھے جنکی نسبت
اللہ تعالی نے فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - کہا عائشہ رض نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو کچھ پہونچا اور مشرکین لوٹ
گئے اور پھر مشرکون کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہی پس انہین سے ستر آدمیون نے قبول کیا جنہین ابوبکر رض و زبیر رض
بھی تھے رواہ البخاری والحاکم اور نیز معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہی کہ آپ کے ان ساتھیون مین بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کچھ دور
لاد کر لیجاتا پھر وہ اسکو لاد کر لیجاتا اسطرح انھون نے اپنی جانون پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ والرسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑنا گوارا
نہ کیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس مین ہی کہ ستر آدمیون قبول کرنے والون مین حضرت صدیق رض و عمر رض و عثمان رض و علی رض و زبیر رض و سعد و طلحہ
و عبدالرحمن بن عوف و عبداللہ بن مسعود و حذیفہ بن الیمان و ابو عبیدہ بن الجراح بھی ہین اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہی اور
محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہم سوگند تھا مابین جا کر مشرکون کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ
بڑا لشکر ہی تم نکلے اور مارے گئے پس ابوسفیان و اسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلۂ عبدالقیس کے کچھ لوگ مدینہ آنیوالے ملے ان کو
ابوسفیان نے کچھ دینا کہا کہ محمد ص و انکے ساتھیون سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہی تاکہ وہ موسم بدر مین نہ آوین اور اسوقت واپس جاوین پھر ہم کو
وہان یہ وعدہ ادا کرینگے - ان لوگون نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد مین پاکر پیغام مذکور پہونچایا پس یہ سب بولے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل
اور ابو عبیدہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان
ہے کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو انپر دوزخ کے پتھر برستے جس سے بالکل نابود ہو جاتے اور بہ اسناد روایت محمد بن اسحاق کے حسن رح و عکرمہ و قتادہ وغیرہم سے
مروی ہی کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ مین ہی - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر پہونچے تو بعد دیر
کے ابوسفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتون کے یہ کہا کہ اے محمد ص ہمارا تمہارا وعدہ گاہ بدر صغری ہی اگر تم چاہو تو آپنے فرمایا تھا کہ ہان انشاء اللہ تعالی

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہی۔ المعنی اللہ تعالے کی طرف سے نعمت اور اسپر مزید فضیلت پاکر خوشی مین پھولے نہین سماتے ہین
وَاَنَّ۔ بالفتح عطفاً علی نعمة والکسر استینافاً۔ یعنے ان بالفتح کی قراءة مین عطف ہی اس جملہ کا مفرد کے حکم مین ہوکر لفظ نعمت پر۔ اور ان
بالکسر کی قراءة پر جملہ مستانفہ ہی۔ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ بل یاجرہم۔ اور اللہ تعالی مومنون کا اجر ضائع نہین فرماتا
بلکہ انکو جزاے جمیل عطا فرماتا ہی۔ اور قراءت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت و فضل و وفاے وعدہ پر مسرور ہین۔ بالفتح قراءة پر محمد بن اسحق نے کہا
کہ خوش ہوے جب انھون نے دیکھا کہ جو انسے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پا گیا۔ اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ یہ
آیہ کریمہ مین سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہون یا کوئی اور ہون۔ اور کمتر اللہ تعالی نے کوئی فضل ذکر کیا جو نبیا کو دیا یا ثواب جو انکو دیا مگر آنکہ اسکے
پیچھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہی۔ ف عرائس البیان مین ہی قولہ تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ آیت مین تنبیہ کی
کہ جو شخص راہ حق مین قتل ہوا وہ حدوث کدورت سے نکلکر مقام منور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ مقدس
مین واحد ہین اور جمع و تفرقہ سے خارج ہین اگرچہ فیض افعال مین اسمار کے ساتھ تفرقہ ہی اور غیبت مین اگرچہ اہل وحدت کے واسطے جمع ہی اور محل وصول
نور صفت بھی ہی۔ اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے بعد اسپر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری نہو گا چنانچہ اسپر موت
و فنا کچھ جاری نہ ہو گا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہی کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی
حق عز و جل کی ابدی ہی اسپر انسانی زندگی و موت کی کوئی علت جاری نہین ہوتی ہی۔ اور یہ مرتبہ اسکے فیض مشاہدہ و عندیت سے ہی اسواسطے کہ جو
شخص راہ حق مین مقتول ہوا اسکی زندگی قربت و عندیت کے فیض سے ہی اور جو شخص کہ عندیت مین ہو وہ کیونکر فنا ہو گا حالانکہ اسکو شہود حق مین رکھا
گیا ہی اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بنور قربت ہی اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ نور مشاہدہ مین باقی ہی اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا
وہ انس وصال مین باقی ہی اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہی اور مردہ وہ شخص ہی جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہی اور اپنی
ہوا و ہوس کا بندہ ہی اور شیخ ابو سعید قرشی نے اس آیت مین کہا کہ تو ایسے لوگون کو جو راہ ارادت مین اسکے وصال کی آرزو مین ہلاک ہوے
ہین یہ مت خیال کر کہ اپنے مقامات مین مردہ ہین بلکہ وہ اپنی مراد اعلی مین پہونچ گئے۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ اگر منعم کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی
نعمت فضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہی بلکہ صحیح مین حضرت جابر کے والد کے ساتھ عیانا کلام کرنا منصوص ہی فاعرفہ۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا مِنْهُمْ

جن لوگون نے حکم مانا اللہ کا اور اسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھاؤ لگا ہوا جو ان مین نیک ہین

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہی جن کو کہا لوگون نے کہ ان لوگون نے جمع کیا ہی تمھارے مقابلہ کو سامان تم انسے ڈرو

فَزَادَهُمْ اِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ

سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہی ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہی پھر چلے آئے اللہ تعالے کے احسان سے اور فضل سے

لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ

کچھ نہین پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہی یہ تو شیطان ہی

يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ ۠ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

کہ ڈرا دیتا ہی اپنے دوستون سے سو تم انکو مت ڈرو اور مجھی سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو

نہر پر دروازہ جنت پر سبز قبہ مین ہین انکے واسطے صبح وشام جنت سے رزق آتا ہی رواہ احمد وتفرد بہ اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ سناد جید ہو چونکہ
سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث مین تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہی تو شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہی کہ شہیدون کے اقسام
مین ایک قسم وہ کہ جو جنت مین انکی ارواح سیر کرتی ہین اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے مین جو دروازہ جنت پر ہی اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ
سب جنت کے اندر ہون ولیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہی اور یہان جمع ہوتے ہین واللہ اعلم یُرْزَقُوْنَ۔ یاکلون
من ثمار الجنة۔ یعنی جنت کے پھل کھاتے ہین اور صحیح یہ ہی کہ یہ رزق تحقیقی ہی جیسا کہ جمہور کا قول ہی۔ اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنا وجمیل ہی
اور یہ بدعتی ملحد کا قول ہی جیسے کفار فلاسفہ قائل ہین کہ جنت فقط علمی صورتین خوب ہین اور جہنم نادانی کا الم ہی اور عجب کہ اس زمانہ مین بعضے
مفسد پیدا ہوے ہین جو مسلمانون کے بھیس مین عوام ہوا و ہوس کی پیروی کرنیوالون کو سکھلاتے ہین کہ اسلام مین بھی یہی معنی مراد ہین اور تم کو
ہر چیز شراب وغیرہ روا ہی جو فطرت کی راہ سے اچھی ہی یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہی۔ فَرِحِیْنَ۔ حال من ضمیر یرزقون۔ یعنی فرحین کو نصب اسواسطے
کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہی یعنے رزق دیے جاتے ہین شہید بندے درحالیکہ خوش ہین۔ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اُس
نعمت سے جو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے انکو عطا کی۔ وَ۔ ہم۔ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ یفرحون۔ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ
مِّنْ خَلْفِهِمْ۔ من اخوانہم المومنین۔ اور انکو خواہش فرحت ہی اپنے پچھلون سے جو ابھی تک ان تک نہین پہونچے ف اُن کے
مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مسند امام احمد مین ایک حدیث روایت ہی جسمین ہر مومن کے واسطے بشارت ہی کہ اسکی روح
جنت مین جہان چاہے چرتی ہی اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی وسرور وکرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہی چنانچہ کما قال الامام احمد حدثنا محمد
بن ادریس ای الامام الشافعی عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہری عن عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک عن ابیہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہی جو جنت کے درختون سے کھاتی رہتی ہی یہانتک کہ اللہ تعالی اسکی روح کو حشر کے روز
اسکے جسم مین واپس فرماوے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شہدا سے فرق یہ ہی کہ عام مومنون کی روحون کی بہ نسبت شہیدونکی روحین مثل ستارون کے روشن ہوتی
ہین پھر شیخ ابن کثیرؒ نے دعا مانگی کہ اللہ عز وجل کریم ورحیم اپنے فضل وکرم سے مجکو ایمان پر موت دے مترجم کہتا ہی آمین وصلی اللہ تعالی
علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر جانو کہ محمد بن اسحاق وسدی نے یستبشرون کی تفسیر
یسرون کے ساتھہ کی یعنی مسرور ہوتے ہین۔ اور سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوے اور اللہ تعالی نے اسمین جو کرامات
شہیدون کے واسطے رکھی تھین وہ دیکھین تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا مین ہین جانتے کہ ہم کس کرامت وبزرگی مین ہین تاکہ جب
جہاد مین حاضر ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہمکو ملی ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور
پروردگار عز وجل نے شہیدون کو آگاہ فرمایا کہ مین نے تمھارے نبی صلعم پر تمھارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوے پس یہی اللہ تعالی نے فرمایا و
یستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم۔ اَنْ۔ یہ بدل من الذین یہ بدل اشتمال ہی الذین سے ای بان۔ لَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ۔ ای الذین
لم یلحقوا بہم۔ باین طور کہ نہین خوف انپر یعنی ان لوگون پر جو لنسے لاحق نہین ہوے۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ فی الآخرة یعنی
یفرحون بامنہم وفرحہم۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت مین اور معنے یہ ہین کہ فرحناک ہوتے ہین انکی امن وفرح سے۔ اور مترجم کے نزدیک
موافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہین کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیون کے حق مین چاہتے ہین کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ
ایسی حالت مین ہین کہ ہمپر خوف وغم کسی طرح نہین ہی۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ۔ ثواب مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ۔ زیادة علیہ یعنی تفضل

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اور اس سے خاص ان شہداء کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے وہ
اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالی نے شہداء احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہے اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل و کرامات پر دلالت
کرتا ہے اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمہارے بھائی شہید
ہوے تو اللہ عز و جل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین رکھا وہ جنت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی
ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے یہ کھانا پینا اور رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی
لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالی نے ہمارے ساتھ کرم کیا تا کہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست نہوتے پس اللہ عز و جل نے فرمایا کہ مین
تمھاری طرف سے انکو خبر پہونچاتا ہون پس اللہ عز و جل نے یہ آیات اُتارین۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابو داؤد
والحاکم و صححہ و ابن حمید و البیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ و انکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی۔
قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور معنے یہ کہ حمزہؓ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ و ربیع
و ضحاک کا ہے کہ شہداء احد کے حق مین اتری اور جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا
کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہین۔ فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عز و جل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے
بالمواجہہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہے کہ دنیا مین بھیجے تا کہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن
اللہ عز و جل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کر چکا ہون تو جانتا ہے کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے عرض کیا کہ اے پروردگار میرے پیچھے والونکو
خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ والبیہقی۔ بالجملہ یہ صحیح
ہے کہ آیت خصوص شہداء احد کے حق مین اور عموم سب شہداء کے حق مین ہے لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہے جو راہ خدا مین شہید ہون۔ پھر
سراج مین ہے کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی
کہ یا رسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب
انصار مین سے تھے۔ **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا**۔ بالتخفیف والتشدید یعنی اکثر کی قراءۃ قتلوا از قتل ہے اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتّلوا
از تقتیل ہے بنظر کثرت شہداء کے یا بدین معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے۔ **فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ**۔ ای لاعلاء دینہ یعنی اللہ تعالے کے دین
بلند ہونے کی راہ مین۔ کیونکہ مجاہد وہی ہے جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالے کا کلمہ بلند ہو۔ اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہے یا ہر ایسے شخص کو جو اس
خطاب کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ ہر مومن ہے جو دین مین خالص اور مقبول ہو۔ **اَمْوَاتًا**۔ یہ دوسرا مفعول ہے حاصل آنکہ راہ خدا مین شہید ہوتے
والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو۔ **بَلْ** ۔ہم۔ **اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ**۔ ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی
حدیث۔ بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک ف انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین وہ جنت مین جہان چاہتے ہین چرتے
پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہے۔ یہانسے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہے جسم کو نہین ہے اور صحیح یہ ہے کہ اسوقت انکی روحین اسطرح مثل
ستارونکے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے ہتانا یہ ہے کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور
باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی و لیکن انبیاء و صدیقین کا اسپر قیاس نہین ہو سکتا ہے کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہے اور جمہور
کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ تمثالی ہے اور یہ غلط ہے پھر جاننا چاہیے کہ ابن عباسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

اقرب تھے اگرچہ باطن مین تو اب اور پہلے ہمیشہ کا فر تھے ۔ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۔ ولو علموا قتالا لاتبعوکم ۔ اپنے مُنہون سے ایسی بات کہتے ہین جو اُنکے دلون مین نہین ہرف اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمھارے ساتھ نہ آتے اگرچہ نخوہ سے کہتے ہین کہ لونعلم قتالا لاتبعناکم ۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ من النفاق ۔ اور جو نفاق چھپاتے ہین اُس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہر یعنے اُنکو سزا ئے سخت دیگا ۔ پھر اُنھین کی مذمت مین فرمایا ۔ الَّذِينَ ۔ بدل من الذین قبلہ او نعت یعنی یہ الذین ۔ یا تو پہلے الذین نافقوا ۔ کا بدل ہر یا اسکی صفت ہر اور مآل واحد ہر ۔ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ ۔ فی الدین ایسے لوگ ہین کہ کہتے ہین اپنے بھائیون کے حق مین یعنی دینی بھائیون سے جو انکے مانند منافق ہین یون کہتے ہین ۔ وَ ۔ قد ۔ قَعَدُوا ۔ عن الجهاد حال انکہ خود جہاد سے بیٹھ رہے ہین ۔ لَوْ أَطَاعُونَا ۔ ای شہداء احد او اخواننا فی القعود ۔ اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے ۔ اس امر مین کہ بیٹھ رہتے تو ۔ مَا قُتِلُوا ۔ قتل نہوتے ۔ قُلْ ۔ لهم ۔ تو انسے کہدے ۔ فَادْرَءُوا ۔ ادفعوا ۔ عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ فی ان القعود ینجی ۔ تو اب دفع کر لیجیو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہوف اس بات مین کہ بیٹھ رہنا موت سے نجات دیتا ہر حاصل آنکہ موت و قتل ہر ایک مقدر ہر اپنے وقت سے پہلے نہین آسکتا ہر اور سراج مین مذکور ہر کہ جسدن ان منافقون نے یہ بات کہی تھی کہ قتال کو نجاتے ہمارا کہا مانتے تو نہ مرتے اُس دن مقضاء الٰہی سے ستر منافق مرے اور نیز سراج مین ہر کہ قولہ فادرؤا عن انفسکم الموت خطاب بمو نون سے استہزاء ہر یعنی اگر تم ایسے ہی جوانمرد ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کر لو تا کہ تم کو موت ہی نہ آوے ۔ اور جسدن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت ٹل نہین سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہین تو پھر کیون نہین سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہر بلکہ ایمان پر گڑ گڑ کر نفاق مین کُتے کی موت ہر اور جہاد مین شہادت ہر قال تعالیٰ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝

اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگون کو جو مارے گئے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہین

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ

خوشی کرتے ہین جو دیا اُنکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقتی چاہتے ہین ان لوگون کے ساتھ جو ابھی نہین پہونچے انہین پیچھے سے

أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ

یہ کہ نہ ڈر ہر اُنپر اور نہ وہ غمگین ہین خوشوقتی چاہتے ہین اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ

لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

نہین ضائع کرتا مزدوری ایمان والون کی

مترجم کہتا ہر کہ اوپر کی آیت مین تو اس بات کو بیان کر دیا کہ موت و قتل سب مقدر ہر جو اسکا وقت ہر ٹلتا نہین ہر پھر جہاد سے بیٹھ رہنا اور دیگر نافرمانیان کرنا بیکار محض ہر اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہین اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق مین نازل ہوئی ۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے طول قصہ کے ساتھ ہر کہ اصحاب بیر معونہ جب شہید ہوے تو آنحضرت صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق مین قرآن اترا ۔ بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ ۔ ہمنے اسکو ایک مدت تک پڑھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا قولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ ۔ اور مترجم کہتا ہر کہ میرے نزدیک معنی اس حدیث کے

وقف لازم ع ۶/۸

ابراہیم کے ہی اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہی کہ دعا مانگی رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا- پس اسپر عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے
روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ ای محمد صلعم جو تمھاری قوم نے قیدیون کے حق مین کیا اسکو اللہ تعالی نے مکروہ رکھا ہی اور آپ کو
حکم دیا ہی کہ انکو اختیار دو کہ دو باتون مین سے ایک اختیار کرین ایک یہ کہ قیدیون کو پیش کرین کہ انکی گردنین ماری جاوین یا انکا فدیہ لیکر چھوڑ دین اس
شرط پر کہ مسلمانون مین سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہین شہید ہونگے پس حضرت صلعم نے لوگون کو بلا کر اُسنے اختیار لیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے لوگ
ہین ہمنے فدیہ لیا ہم ان سے فدیہ لین کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھین کی تعداد ہم مین سے شہید ہو جاوینگے کیونکہ اسمین کوئی مکروہ
بات نہین ہی- فرمایا کہ پھر انمین سے اُحد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی پس بیان جو فرمایا قل ہو من
عند انفسکم- اسکے یہی معنے ہین کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آئندہ مین احد کا
روز ہوا تو عذاب دیے گئے جیسا انھون نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا پس یہ ہوا کہ انمین سے ستر آدمی قتل ہوے اور
رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوے اور خود سے سر مبارک پر زخم ہو گیا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر خون
بہنے لگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا- اولما اصابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ہذا- قل ہو من عند انفسکم- کیونکہ تم نے فدیہ لے لیا رواہ ابن ابی حاتم
وکذا احمد- ولکن الطول منہ اور یہی حسن بصریؒ نے کہا ہی پھر یہ سب امتحان الٰہی عزوجل ہی تاکہ مبہم طریقہ سے کافرون و مومنون کی آزمائش فرماوے- اور
اگر وہ چاہتا تو دم مین سب کافر فنا ہو جاتے یا ایمان لاتے- اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ- اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے
ف اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہی- وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ- باحد- اور جو کچھ تمکو اُسدن پہونچا جس دن دونون
جماعتین مومنین وکافرین مقابل ہو کر مل گئین یعنے مقام احد مین فَبِاِذْنِ اللّٰهِ- بارادتہ- وہ اللہ کے ارادہ سے تھا- وَلِيَعْلَمَ-
اللہ علم ظہور اور تاکہ جان لے اللہ تعالی علم ظہور کا جاننا- الْمُؤْمِنِيْنَ- حقا- ان لوگون کو جو ایمان لائے ہین تحقیقا یعنی سب پر ظاہر
کردے کہ یہ سچے مومن ہین- وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا- اور تاکہ ان لوگون کو جان لے یعنی متمیز کردے جنھون نے نفاق کیا- وَقِيْلَ لَهُمْ
ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی واصحابہ- تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ- اور تاکہ ان منافقون کو
جان لے جن سے کہا گیا تھا [جب احد مین جانے سے پھر چلے تھے] کہ آؤ اللہ تعالے کی راہ مین لڑو- یعنی اللہ تعالے کی راہ مین اسکے دشمنون سے
لڑو- اَوِ ادْفَعُوْا- عنا القوم بتکثیر سوادکم ان لم تقاتلوا- یا دفع کرو ہم سے قوم مشرکین کو بایطور کہ جماعت کی تکثیر کرو اگر تم نہ لڑو دو حاصل
آنکہ کثرت لشکر بھی باعث ہو جاتا ہی کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد مین نکلنے سے لوٹ چلے
اور بعضے گروہ انصار کو بھی بہکایا چنانچہ سابق مین یہ قصہ گذر چکا ہی- حاصل آنکہ اس معاملہ مین اللہ تعالے کی یہ بھی حکمت تھی کہ ان منافقون کو رسوا کرے
جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو- قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ- نحسن- قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ- بولے اگر ہم اچھی
طرح جانتے قتال کو تو تمھارے پیچھے آتے قال المترجم عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہی کہ ہم
تو اچھی لڑائی ہی نہین جانتے ہین کیا تمھارے ساتھ آوین یعنے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہین ہو پھر اللہ تعالی نے ان منافقون کا نفاق
ظاہر کیا بقولہ تعالی هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ- آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہین
ف بسبب اس کے کہ انھون نے کھلے کھلے مسلمانون کی مددگاری چھوڑ دی پس انکا منافق ہونا معلوم ہو گیا- اگر کہا جاوے کہ وہ کبھی
ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے بیان کیونکر فرمایا تو مفسر نے جواب دیا وکانوا قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر- پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

ہوے حالانکہ ایک سال پہلے غزوۂ بدر کے کافرون سے فدیہ لینے مین اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہی کیونکہ وہی ہمارا مین مقصود وہی پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو یہ مصیبت کہان سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہین تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ

کیا جسوقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دو برابر کہتے ہو یہ کہان سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو مصیبت پہونچی جس دن بھڑین دو فوجین سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا

مومنون کو اور تاکہ معلوم کرے منافقون کو اور منافقون سے کہا گیا کہ آؤ لڑو۔ اللہ کی راہ مین یا دفع کرو دشمن

قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ

بولے ہمکو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمھارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہین ایمان سے

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۝ الَّذِينَ

کہتے ہین اپنے منھ سے جو نہین ہے انکے دلون مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہین وہ جو لوگ

قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور آپ بیٹھ رہے ہین اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝

اگر تم سچے ہو

أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ ۔ باحد بقتل سبعين منکم ۔ کیا بھلا جب تم کو مصیبت پہونچی یعنے احد مین باینطور کہ تم مین سے ستر آدمی شہید ہوے ۔ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا ۔ ببدر بقتل سبعين واسر سبعين منہم ۔ حالانکہ تم اس سے دو چند مصیبت پہونچا چکے تھے ۔ یعنے بدر مین باین طور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کر لائے تھے ۔ قُلْتُمْ ۔ متعجبین ۔ تو اب تم نے تعجب کرتے ہوے کہا ۔ أَنَّىٰ ۔ من این لنا ۔ هَٰذَا ۔ الخذلان ونحن مسلمون ورسول اللہ فینا ۔ والجملۃ الاخیرۃ فی محل الاستفہام الانکاری کہانسے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہین اور رسول اللہ ہم مین موجود ہین ۔ اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہذا ہی محل استفہام انکاری ہے یعنے انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یون ہے ۔ قُلْ ۔ لہم ۔ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ ۔ لانکم ترکتم المرکز فخذلتم ۔ کہدے ان لوگون کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی ۔ کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جسپر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا ۔ یہی قول محمد بن اسحاق وربیع بن انس وسدیؒ کا ہے اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ۔ اور بعض نے کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول واہی ہے قابل ذکر نہین ہے ۔ ہان یہان ایک اور قول قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہو من عند انفسکم ۔ اسوجہ سے کہ تم نے بدر کے کافر قیدیون کا فدیہ لیکر چھوڑنا اختیار کیا ۔ اور یہ قصہ یون ہے کہ جب بدر مین ستر کافر قید کر لائے تو مشرکون نے انکا فدیہ دیکر چھڑانا چاہا پس مسلمانون نے اسکو منظور کر لیا اور ابو بکرؓ کی رائے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمرؓ نے انکے قتل کی رائے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابو بکرؓ کا دل نرم مانند قلب

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلیٰ تھی آپ نے تو کبھی بتوں کی طرف رخ بھی نہیں فرمایا آپ کے صحابہ میں سے حضرت ابوبکرؓ نے بھی کبھی بت نہیں پوجا تھا اور حضرت عمرؓ ہمیشہ بت پوجنے والوں سے جلتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہیں پوجا بلکہ صغر سنی میں ہی مسلمان ہوئے اور بقول اصح دس برس کے تھے اور نماز پڑھی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور رباب کا تھوک تہ چھوا یہانتک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک انکے منھ میں دیا تھا جیسا کہ سیر میں مفصل مذکور ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرمایا ہے کتاب یعنی القرآن وَالْحِكْمَةَ۔ یعنی السنۃ۔ وَاِنْ كَانُوْا۔ محققۃ ای انھم۔ یعنی ان شرطیہ نہیں اور نافیہ بھی نہیں ہے کیونکہ نفی میں لام سے فرق ہوگیا درمیان محققہ و نافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہے اور اسکا اسم ضمیر شان نہیں قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول نہیں ہے جیسا کہ ابوحیانؒ نے کہا ہے پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانھم کانوا مِنْ قَبْلُ۔ ای قبل لبعثۃ۔ اور یہ لوگ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے۔ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ بین۔ کھلی کھلی گمراہی میں پڑے تھے ف عرب زمانۂ جہالت میں بےعلم و بےعقل و محض خانہ بدوشی و کشت و خون و فسق و فجور و بت پرست و بھوت پریت ماننے میں سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ کرامت نہایت اعلیٰ یہ ہے کہ آپ نے انکو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالے لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عزوجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال و جمال سے مومنین و صدیقین کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رآنی فقد رای الحق۔ یعنی جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور علمائے ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہیں کہ جسنے مجھے خواب میں دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا ہے چنانچہ دوسری روایت صحیح میں مصرح موجود ہے ہاں اسمیں اشارہ ہوسکتا ہے جو شیخ نے ذکر کیا فافہم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسے پاک نبی صلعم کے بھیجنے سے احسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے جناب حق عزوجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون اسکے بندوں پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول ہی سطوت عظمت میں جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کر دیا اور یہ تجلی محل التباس میں تھی کہ آنکھوں والوں کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر کر دیا **قال المترجم** کوئی شک نہیں کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگوں کو جنکی ارواح اللہ عزوجل نے پاک رکھی تھیں ایک نظر میں جو کچھ حاصل ہو جاتا تھا آج وہ کسی ولی و قطب کو تمام عمر بلکہ لاکھوں برس عمر ہو تو بھی میسر نہیں آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ کہاں سے لاویگا اور جو روحیں نور سے محروم رہی تھیں وہ اسیقدر جلتی تھیں جس قدر نورانی روحیں آپکو محبوب رکھتی تھیں اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہے فافہم۔ پھر مومنوں پر کونسی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے وہی انکو اللہ عزوجل کے اسماء و صفات و نعوت پہنچواتا ہے وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہوں سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہیں بتلاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ کر دیا تاکہ انکے وسیلہ سے اس تک پہونچ جاویں اور اگر اپنی صفات میں سے کوئی ذرہ انپر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہوجاتے اور راہ سے گمراہ ہوجاتے سوائے ان بعض کے جو ازل میں معصوم رکھے گئے تھے **قال المترجم** یہاں سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باریتعالیٰ کیونکر حاصل ہوتی ہے اور مترجم نے جو جابجا لکھا ہے کہ بدون واسطہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہوگا اگرچہ زبان و دل سے یہ کہے جاوے کہ میں اللہ تعالیٰ کو وحد جانتا ہوں اسواسطے کہ صفات حق عزوجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہیں پاسکتا ہے الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باریتعالیٰ ظاہر و باہر ہے اس مقام میں خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی بیجا ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب غزوۂ احد میں صحابہ میں سے قریب ستر کے شہید

کمن باء الخ کا بیان ہے یعنی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع و ماوی جہنم ہے اور وہ مرجع بہت بُرا ہے - هُمْ دَرَجٰتٌ - یہ لوگ درجات ہین ف ای اصحاب درجات - یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہین - ہم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہے چونکہ وہ عین درجات نہین لہذا مضاف مقدر کیا ای اصحاب درجات ہین - عِنْدَ اللّٰهِ - ای مختلفو المنازل فمن اتبع رضوانہ الثواب ومن باء بسخطہ العقاب - یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہین یعنی انکے درجہ مختلف ہین پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ہو ثواب ہے اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب الٰہی مین رجوع کیا ہے عذاب ہے - اور جاننا چاہیے کہ قاضی بیضاوی نے مانند کشاف کے هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ - مین کچھ مقدر نہین کیا اور اسی کو ارجح قرار دیا کہ ہم درجات ہین بر سبیل مبالغہ ہے بحذف حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی انکا انمین بڑا تفاوت ہے موافق انکے اعمال کے جیسے درجات مین تفاوت ہوتا ہے اور ایسا ہی حسن رح و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر واہل الشر درجات متفاوتون بحسب الاعمال - اسیواسطے فرمایا - وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ - فیجازیہم - اور اللہ تعالی خوب دیکھتا ہے جو یہ لوگ کرتے ہین ف پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا - لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ای عربیا مثلہم لیفہموا عنہ ویشرفوا بہ لا ملکا ولا عجمیا - البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالی نے مومنون پر جبکہ انھین مین سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے مین انکے مثل ہے تاکہ اسکی بات کو سمجھین اور اس سے شرف پاوین کوئی فرشتہ نہین بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا - عجم تمام وہ ملک جو سوا ے عرب کے ہے پس یہ اللہ تعالی کا احسان ہے - اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے مومنین کی کیون خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے انھین کو نفع ہوا اور کفار و منافق مردود و محروم رہے جیسے قولہ تعالی ہدی للمتقین مین متقیون کی خصوصیت انکے نفعمند ہونے کی وجہ سے ہے - پھر واضح ہو کہ لفظ فیہم دلالت کرتا ہے کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہے اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین اور یہ فضل شریف انکو اور سب اہل عرب کو ہے باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہے اور باوجودیکہ بعثت عام ہے پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانون پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہین ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی مین قراءۃ قرآن کو نماز مین روا نہین رکھا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جواز منقول ہے تو صحیح یہ ہے کہ انھون نے اس سے رجوع کیا ہے کما فی الدر وغیرہ پھر جانو کہ انفسہم مین انفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہے اور شاذ قراءۃ مین انفس بصیغہ اسم تفضیل بمعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ مین بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابو طالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا - الحمد للّٰه الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس وان ابن اخی ھذا محمد بن عبد اللّٰه لا یوزن بہ فتی من قریش الا رجح بہ و ھو واللّٰه لہ بعدھا نبا عظیم وخطب جلیل - حالانکہ اس نکاح مین سب رؤسا بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے - رہا یہ کہ اسمین مومنین پر احسان یہ ہے کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات مانتے تھے پس ایسا شخص ابر نبی کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت مین انکو تامل نہو - واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہے لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہے اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہے لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا - اللھم صل علی سیدنا محمد واٰلہ واصحابہ وسلم - يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ - القرآن - درحالیکہ رسول موصوف انپر آیات الٰہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہے وَيُزَكِّيهِمْ - یطہرہم من الذنوب - اور انکو پاک کرتا ہے یعنے انکو گناہون سے پاک کرتا ہے یعنی ایمان و توحید لاکر کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہوئے

جاتا ہے کہ نیصرکم یعنی ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تمکو مدد دے۔ اور کہا گیا کہ مددگاری شیخ تو دشمن پر ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر تیرا دشمن وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلو کے بیچ میں ہے۔ اور نصرت الٰہی سے جو چیزیں فتنہ پرداز ہیں بھاگتی ہیں اور اسکی عصمت کے لشکر نگہبان ہو جاتے ہیں یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہیں پس محض ولایت رہجاتی ہے جو شبہات سے خالص ہے یعنے وہان اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشون کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہیں کچھ دخل نہین رہتا ہے۔ قولہ تعالیٰ وما کان لنبی ان یغل اللہ عزوجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے مین متہم نہین انکے دل پر شریعت و طریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف و وضیع کو دیکھکر نہین جاری ہوئی اور انھون نے حق عزوجل اسکے بندون سے پوشیدہ نہین کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ ایک قدم نہین اٹھایا۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین روا ہے کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم مین اپنے پیروی والون کو یکسان نرکھے اور یحیی علوی رح نے فرمایا کسی نبی کو روا نہین ہے کہ امتیون کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ○ هُمْ

کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا برابر ہے اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ لوٹنے کی ہے وے

دَرَجَاتٌ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ○ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ

لوگ کئی درجہ کے ہین اسکے یہان اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہین اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ایمان والون پر جو بھیجا

فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ان مین رسول انھین مین کا پڑھتا ہے انپر آیتین اسکی اور سنوارتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب اور کام کی بات

وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ○

اور وہ تو پہلے اس سے البتہ کھلی گمراہی مین تھے

أَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللَّهِ سفا طاع ولم یغل کیا بھلا جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ف یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا كَمَنْ بَاءَ رجع ۔ بِسَخَطٍ مِنَ اللَّهِ بمعصیۃ وغلول ۔ کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے معصیت الٰہی و غلول مین رجوع کیا ۔ یعنی جو شخص کہ رضوان الٰہی کا پیرو ہوا بایں طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہین کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا لیا بایں طور کہ اسکی نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہین ہے پس مفسر رح نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضبہ سے غلول کرنے والا مراد لیا بقرینۂ ذکر سابق اور اسکو معالم مین کلبی و ضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین رض اور دوم منافقین ہین یعنی مہاجرین مخلصین نہین ہو سکتے مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہین اور دوم کافرین ہین ۔ اقول یہ عام ہے یعنی عام مومنین بمنزلہ کفار نہین ہو سکتے ہین اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل و صحیح ہین لیکن انھین پر لفظ کو مقصور کرنا روا نہین ہے بلکہ اخیر کے معنے عام مراد لینا چاہیے وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ المرجع ہی لا ۔ یعنی مصیر ظرف بمعنے مرجع ہے اور ہی مخصوص بالذم راجع بجہنم ہے اور یہ لا جواب استفہام ہے یعنے دونون یکسان نہین ہین ۔ اور مصیر و مرجع مین فرق یہ ہے کہ اول مین تو حالت بدلنا ضرور ہے جیسے یہان کفار گویا بہشت سے جہنم مین گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہین کیونکہ کبھی اول ہی ہوتا ہے مثلاً زید باغ سے آیا پھر اپنے مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہین رہتا ہے ۔ اور یہ آیت

تشدید وعید ہے نظیر اسکی قولہ تعالیٰ انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یأت بہا اللہ یعنی اگر رائی کے
ذرہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ مین پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالیٰ اسکو قیامت مین لاویگا۔ اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہین
ایسے ہی یہان غرض ہے کہ ہر غلول کو اللہ تعالیٰ نے متقرر رکھا ہے جسکی وہ سزا دیا جائیگا۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ۔ شَيْئًا ۔ پھر بھرپور دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اس چیز کا جو اسنے کمایا یعنے
فعل کیا ہے اور حال یہ کہ وے ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت مین بہت احادیث وارد ہین شیخ ابن کثیر نے کلام دراز سے
انکو نقل کیا مگر مین بہت ملخص لاتا ہون کہ ابو رافع کی حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہے جسکو مین نے بنی فلان پر صدقہ
وصول کرنے کو بھیجا تھا اسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال مین ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہے رواہ احمد و عمر بن الخطاب رض سے
ہے کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہین مین نے اسکو آگ مین دیکھا بوجہ ایک چادر یا کملی
کے جو اسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگون مین پکار دے کہ نہین داخل ہوگا کوئی جنت مین مگر مومنین رواہ احمد و مسلم والترمذی اور سالم بن عبداللہ
سے روایت ہے کہ وہ مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ ارض روم مین تھے وہان کسی شخص کے اسباب مین غلول پایا یعنی لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے
اسنے کچھ اپنے اسباب مین ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالم رح سے فتویٰ لیا انھون نے بواسطہ عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے حضرت عمر رض سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع مین تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور مین خیال کرتا ہون کہ یہ بھی کہا کہ اور اسکو مارو ۔ رواہ احمد والترمذی
وابوداود ۔ علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ فقط سالم کا فتویٰ ہے اور ایسی ہی
سزا حسن رح و حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے اور بمقتضائے حدیث مذکور مذہب امام احمد ہے اور امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی و جمہور نے
اسمین خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب سب نہین جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیجاویگی اور بخاری نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے غلول
کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہین جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ ان ینصرکم اللہ فلا
غالب لکم ۔ جدال مین سے ایک جدال نفس مع شیطان ہے و علی ہذا نصرت الٰہی سے مراد وہ سکینت ہے جو عارفون کے دلون مین حق سبحانہ کے نور تجلی
سے واقع ہوتی ہے جبکہ وہ اس حادث مخلوقات سب سے اپنا منھ پھیر کر جلال باری تعالیٰ عز و جل کی طرف توجہ لاتے ہین اور اسکی عظمت و کبریائی
کے سامنے گڑگڑاتے ہین پھر جب نور بسط و رجا کے ساتھ اسکو انوار غیب سے تلبس ہوتا ہے تو اس سے اشباح کو تقویت ہو جاتی ہے پس انکو حول
و قوت ازلی سے تائید دیجاتی ہے پس اسوقت مین لطف و رحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہین بسبب سطوات ہیبت کے بقول سبقت
رحمتی علی غضبی اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین بیان کیے ہین اور اسی طرف حضرت صلعم نے اپنے سجدے مین
اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک ۔ پناہ مانگتا ہون مین تیری رضامندی کے ساتھ
تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھسے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مریدین مین تو یہ
ہے کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین مین یہ کہ گونہ مدانات سے صبح ازل کی خوشبو ذرہ برابر دیکر انکے نور یقین کو
بڑھا دے اور عارفون مین اسکی نصرت یہ ہے کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہین ۔ بعض نے فرمایا کہ نصرت الٰہی اسکو پہونچتی ہے
جو اپنے حول و قوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب مین اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنی قوت پر اعتماد کیا ۔ تو وہ مردود
ہے اور حضرت استاد رح نے فرمایا کہ نصرت الٰہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی ہے وہ اشباح کو ہوتی ہے پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہے اور کہا

دوسرے پر یعنی تقدیم ظرف بغرض حصر ہے پس معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرین۔ اور متوکلین کی تعریف مین بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہین اور حضرت صلعم نے اُنکو ان ستر ہزار مین سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت مین داخل ہونگے اسقدر کافی ہے شیخ مفسر نے آیندہ آیت کا سبب نزول لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنی آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت مین سے ایک سرخ مخطط کملی گم ہوئی پس بعض لوگون (منافقون) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی وحسنہ وابو داؤد وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباس رض اور ابن جریر کی روایت مین مصرح ہے کہ یہ آیت وماکان لنبی ان یغل اس امر مذکورہ مین نازل ہوئی کہ بعض لوگون نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب مین بہت گفتگو کی ۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہد رح نے ابن عباس سے روایت کی ایک چیز غنیمت مین سے گم گئی منافقون نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہین اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ مومن ایسا نہین کہہ سکتا ہے قال تعالی ﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ﴾ ـ یخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذالک ـ یعنی نہین شان ہے کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنے خیانت کرے مال غنیمت مین پس تم لوگ نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس و مجاہد و حسن وغیرہم نے تفسیر کیا ہے کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق و امانت پر ہے جسکو اللہ تعالی نے امین بھیجا ہے خیانت اسکی شان نہین ہے اور عموماً ہر نبی کی برات کی تو یہ بلیغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہین تو بھلا خاتم النبیین و افضل الانبیاء علیہم السلام کی شان مین یہ گمان محض کفر ہے ۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے و تطہیر و تزکیہ شان نبی صلعم کے ہے جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وماکان لنبی ان یغل یعنے یون غلول نہین کرسکتا کہ لشکر مین سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاک رح کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے اس کے وہ ہین جو محی السنۃ نے معالم مین مقاتل رح سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ مین نازل ہوئی باین معنے کہ تیراندازون نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدین کہ جو شخص جو چیز لے لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم ہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم نہین ہوئی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا مین نے تمسے عہد نہین لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نچھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہونچے تو بولے کہ ہمنے اپنے باقی ساتھیون کو وہین چھوڑ دیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بلکہ تمھارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمھارا حصہ نہ لگا وینگے اور بعض نے یغل بصیغہ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسر رح نے کہا کہ ایک قرات مین بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہین کہ نبی کو نسبت کیا جاوے غلول کی طرف ۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ماکان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ ۔ یعنی صحیح نہین کہ کسی نبی کے اصحاب مین سے کوئی اسکی خیانت کرے ۔ ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ـ حاملا لہ علی عنقہ ۔ اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو لاویگا یعنی اسکو اپنی گردن پر اُٹھائے ہوئے ہوگا جیسا کہ احادیث مین آیا ہے ۔ سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیۃ ۔ یعنی اموال زکوٰۃ آتش جہنم مین گرم کر کے اُس سے ان لوگونکے جبہہ و پہلو و پشت داغ دیے جاوینگے یعنی زکوٰۃ نہ دینے والون کے ایسی ہی اس آیت مین ظاہر مراد ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ بچا ہے کہ کوئی تم مین سے مجھے اس حال مین ملے کہ قیامت مین اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گلے لادے ہے جو ممباتی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس وہ مجھے پکارنا شروع کرے کہ اے محمد اے محمد پس مین اس سے کہدون کہ مین تیرے واسطے کسی چیز کا مالک نہین ہون مین تجھے پہونچا چکا تھا محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہے اور ابو مسلم رح نے کہا کہ ظاہر مقصود نہین بلکہ

پھر انکو انکی وصف سے خالی کر دیا پس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم یہ بایں معنے کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہے اور تو مخلوق سے بالکلیہ مہجور ہے قال المترجم مراد یہ ہے کہ لنت لہم۔ تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا ولیکن پہلے فرما دیا کہ فبما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام سے نہیں بلکہ وصف الٰہی ہے۔ فافہم۔ کہا جاتا ہے کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عز وجل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگون کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور اداء رسالت پر صبر دیا ایسے لوگون کے ساتھ جن کے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجود اسکے کہ غلبہ سلطان کا تقاضا یہ تھا کہ حسین سراپا غرق تھے اور تمام اوقات بین آپ پر مستیلا دحق تھا پس اگر ایسی قوت الٰہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالے نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہان لوگون کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسی علیہ السلام کو نہین دیکھتا کہ کلام الٰہی سنے ہوے چونکہ دیر ہوئی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے مین صبر نہ کیا اور بال پکڑکر اپنی طرف کھینچا۔ قولہ تعالی وشاورہم فی الامر یعنی جسوقت کہ محل عبودیت و امور شریعت و عالم عقل مین آئے انکو اللہ عز وجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہین اور جو وقائع کہ تقدیر الٰہی عز وجل آئندہ ہونے والے ہین انمین ایسے مشورہ لین کیونکہ انکو اپنے عقلون اور قلوب سے قبول کرتے ہین فکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام مین صبر کرتے ہین کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہرون سے پانی پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت مین تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت مین تھے اور یہ دونون مقام اس معاملہ مین عین الجمع کے اندر ایک ہین وہ لوگ تو غیب کو بنور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو بنور نبوت و رسالت دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت مین اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہ رض دین مین آپ کی مدد کرین۔ پھر جب آپ مشاہدۂ ربوبیت مین ہوے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہونچے تو وہان اللہ عز وجل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالے کے واسطے جو سیر کہ اللہ تعالی کی طرف ہے اسمین مجرد اللہ تعالی کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ کیونکہ جو کچھ اس سے چاہے اسمین وہی تجکو کافی ہے (عس) بالجملہ اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسے کا حکم دیا اور فرمایا

إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن
اگر اللہ تم کو مدد دے تو کوئی تم پر غالب نہین اور اگر وہ تمکو چھوڑدے تو کون تمھاری مدد کریگا اس کے

بَعْدِهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ ۚ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ
بعد اور اللہ تعالے پر بھروسا چاہیے مومنون کو اور نبی کا یہ کام نہین کہ کچھ چھپا رکھے اور جو شخص کچھ چھپاویگا وہ لاویگا

بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝
اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ۔ ینکم علے عدوکم کیوم بدر۔ اگر اللہ تعالی تمھاری نصرت کرے ف تمھارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ۔ تو تمپر کوئی غالب نہین ف اسمین جنس غالب کی نفی بالکلیۃ ہے۔ وَإِن يَخْذُلْكُمْ یترک نصرکم کیوم احد۔ اور اگر وہ تمھاری مدد چھوڑدے ف جیسے احد کے روز کیا۔ اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ۔ بعد خذلانہ ای لاناصر لکم۔ تو پھر وہ کون ہے کہ اسکے بعد تمھاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمھارا کوئی مددگار نہین ہے۔ اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرمانے مین مومنون پر لطف و رحمت کا اشارہ ہے مع اسکے کہ اول مین فلا غالب لکم کی صریح نفی کردی فافہم۔ وَعَلَى اللَّهِ۔ لاغیرہ۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ اور توکل کرنا چاہیے مومنون کو۔ اللہ تعالے ہی پر نہ

دنیا قال المترجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رائے سے مشورت لے کر اس کی
پیروی کرنا رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہی -
حالانکہ یہ وہم وغلط ہی بلکہ یہ سخت مذموم ہی اور توکل یہی ہی کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہر مین اسباب مقرر فرمائے ہین انکو ظاہر کے اسباب سمجھ کر بجا لاوے
اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالیٰ ہی کے پسر دہی یہ نہین کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے تنزل سے پورے کرنے کی طرف اسطرح دل
لگاوے کہ انکے نہ پورے ہونے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہوجائیگا کیونکہ یہ حماقت ہی اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور جب سمجھ کر
جو مشورہ مین قرار پایا ایسا مضبوط ہی کہ اس رائے مین خطا ہوگی نہین بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو یہان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل
تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اسپر واجب ہی ایسا نہین جیسا عوام گمان کرتے ہین کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہی سوائے فقیرون کے کون کر سکتا
ہی یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم - اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ
کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جمال قدم مین پیدا کیا اور حسن وامید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم انبساط وسرور ونور
مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عزوجل کے
کمال حکمت ولطف مین سے ہمیر یہ ہی کہ حضرت صلعم کو خلق بسط وروح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی
اور درمیان مین مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح واشباح مین نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم
اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہوگئے اسکی تصدیق کلام باری تعالیٰ مین موجود ہی قولہ تعالیٰ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من
حولک - اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنے فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو تکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لطف وکرم پر پیدا ہوے تھے - اسمین صحابہ رضی اللہ
عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہی یعنے نبی صلعم اگر اپنے احکام حقائق کے اندر اوسوقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہوجاتے اور راہ کے آداب
حقیقی کو برداشت نہین کر سکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجا لانے مین مسامحہ کیا اور حقائق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو درحقیقت انپر
واجب ہین اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالیٰ کے کلام مین ہی قولہ تعالیٰ فاعف عنہم واستغفر لہم - پس عفو واستغفار تو انکے واسطے اللہ تعالیٰ کا
مسامحہ ہی پس اونسے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا نہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون مین ایسے
گذرتے ہین جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین
ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت مین غرق ہی اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین - انکا تو یہ حال ہی کہ وہ وصف محبت وارادہ مین
ہین اور تو محل توحید ومشاہدہ ازل وابد مین ہی - اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم - ای تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے
انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجپر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق
سے اعلیٰ تھا تو اسپر مؤنت بھی عظیم ہوئے پس چشم پوشی وعفو واستغفار کا حکم دیا - حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت
لہم - حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی ومدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے
لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات نہوئی کہ اللہ عزوجل نے اپنی معرفت سے اسکو
نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو نرمی وشفقت سے وصف فرمایا

بدلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابون مین مذکور ہی چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہی۔ وہ فظ نہونگے نہ غلیظ القلب اور نہ بازارون مین بک بک کرنے والے اور نہ بدلا دینگے برائی کا برائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کردیا پھر یہان کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ مین بخشدون جواب یہ ہی کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا یہان مراد مطلق ہی کہ علی العموم انکے گناہون کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کردون۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہی وہ عثمان بن عفان اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہان باقیون کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا وَشَاوِرْهُمْ۔ استخرج ارائہم۔ فِي الْأَمْرِ اہو شانک من الحرب وغیرہ تطیبا لقلوبہم ولیستن بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم۔ اور آپکی رائے لی یعنی شان حرب وغیرہ مین انکے دلون کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہوجاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگون سے بہت مشورت کرتے تھے اسکو محی السنۃ نے معالم مین اور دوسرون نے روایت کیا ہی اور حسن رح نے کہا کہ اللہ تعالے کو معلوم ہی کہ آپکے رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ آیا یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا۔ اسمین فقہا کے دونون قول موجود ہین۔ اور سراج مین ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہی کہ جس معاملہ مین اللہ تعالے کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو اسمین رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہین ہی کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو راے باطل ہوگئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی واسکا رسول اس سے بے پروا ہین ولیکن اللہ تعالی نے اسکو میری امت کے واسطے رحمت کیا ہی سو جسنے میری امت مین سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو نہ چوکا۔ اور قرطبی رح نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمین خلاف نہین کہ جو شخص مسلمانون کے سردارون مین سے مشورت نہ لیتا ہو اسکا معزول کرنا روا ہی پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہی کہ قولہ تعالی وشاورہم فی الامر مین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما مراد ہین رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری ومسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہی کہ یہ آیت حضرت ابوبکر وعمر رض کی شان مین اتری یہ دونون بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپکے وزیر اور مومنون کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمن بن غنم رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے ابوبکر وعمر رض سے کہا کہ جس مشورہ مین تم دونون اتفاق کرو مین اسمین تم سے مخالفت نہ کرونگا مترجم کہتا ہی کہ بعض احادیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونون وزیر جبرئیل ع ومیکائیل ع ہین اور زمین کے ابوبکر وعمر رض ہین۔ اور مترجم کہتا ہی کہ صوفیہ کرام کہتے ہین کہ حضرت صلعم کے داہنے وزیر ابوبکر رض اور بائین عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے داہنے حضرت عمر اور بائین عثمان ہوے علے ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امراء اسلام مین جاری ہی اور مدارک مین مذکور ہی کہ اسمین دلالت ہی کہ اجتہاد کرنا جائز ہی اور بیان ہی کہ قیاس حجت ہی فافہم۔ فَإِذَا عَزَمْتَ۔ علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ۔ پھر جب تو نے عزم کرلیا اس چیز کے عمل مین لانے کا جو بعد مشاورت کے ٹھہری ہی۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔ ثق بہ لا بالمشاورۃ۔ تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالی پر نہ اس مشاورت پر إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ علیہ اللہ تعالی دوست رکھتا ہی ایسے لوگون کو جو توکل کرتے ہین یعنی اللہ تعالے پر ف یہ اصل مین توکل کے معنے ہین کہ اللہ تعالے پر بھروسا ہو اور یہی مدارک مین کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالی پر اور اسی کے سپرد کردینا اور شیخ ذوالنون مصری رح نے فرمایا کہ خلع ارباب وقطع اسباب۔ یعنی سواے خداے تعالی کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہین اور گمان ہو ہم اپنر بھروسا کرتا ہو انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب وسامان کہ کسی کام کے پورے ہونے مین دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہین سب کی جڑ کاٹ

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۔ مین لا بنیا یا لتا ر وا لیاء البتہ وہ مغفرت جو حاصل ہے اللہ تعالی کیطرف سے تمھارے گناہون کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہے اللہ تعالی کی طرف سے تمھارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر یہ بہتر ہے اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (در صورت تیکہ تجمعون بالتاء ہو جیسا کہ اکثر کی قراءۃ ہے یا جمع کرتے ہین کفار در صورتیکہ قراءۃ بیاء تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہے) بالجملہ المغفرۃ من اللہ و رحمۃ مبتدا ہے اور خیر مما تجمعون اسکی خبر ہے اور یہ جملہ جواب قسم ہے اور لمغفرۃ موضع فعل مین ہے پھر جواب شرط محذوف ہو کیونکہ جواب قسم ہے اس کے قائم مقام کافی ہے ۔ لمغفرۃ ورحمۃ کی تنوین اولی یہ ہے کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت و رحمت بھی اس تمام سے کہین بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہین اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہین وہ تو بالکل ہی بہتر نہین ہے جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کرلیا اور نیز مال جو صرف آخرۃ کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح ۔ یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہے ذکرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ سچ لو کہ تم جا ہو کسی طرح مرو خواہ مخواہ مر گئے اور جب مرو گے تو ضرور اللہ تعالی کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا منھ لیکر جانا بہتر ہے ۔ وَلَئِنْ ۔ لام قسم ۔ مُّتُّمْ بالوجہین ۔ یعنی بضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قراءۃ ہے ۔ اَوْ قُتِلْتُمْ ۔ فی الجہاد وغیرہ ۔ یا قتل ہو جہاد مین یا کسی اور طرح مرو ۔ لَاِلَى اللّٰهِ ۔ لا الی غیرہ ۔ تُحْشَرُوْنَ ۔ فی الآخرۃ فیجازیکم یعنی اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالی ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ

سو کچھ اللہ کی مہر ہے کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوتا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور انسے مشورت لے کام مین پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ○

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلون کو

فَبِمَا رَحْمَةٍ ۔ ما زائدۃ ۔ یعنی ما زائدہ ہے جیسا کہ قتادہؒ نے کہا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ ای فبرحمۃ من اللہ اور ما صلہ ہے عرب اسکو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے ملاتے ہین جیسے قولہ فبما نقضہم میثاقہم ۔ اور نکرہ سے ملاتے ہین جیسے قولہ عما قلیل مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ ۔ یا محمد لَهُمْ ۔ ای سہلت اخلاقک لہم اذا خالفوک ۔ یعنی پس اللہ تعالی ہی کی جانب سے رحمت ہے کہ تو نرم ہوا اے محمد انکے واسطے یعنی نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھون نے تیری مخالفت کی اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکے ساتھ آپکو بھیجا ۔ اور ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے میرے دونون ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ اے ابو امامہ مومنون مین سے بعضے ایسے ہین کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہے رواہ احمد ۔ اور حاصل آنکہ نرمی سے انکو سمجھا یا سختی سے ملامت نہین کی ۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا ۔ سئی الخلق ۔ اور اگر تو بد خلق ہوتا ۔ غَلِيْظَ الْقَلْبِ ۔ جافیا فاغلظت لہم ۔ سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا ۔ لَانْفَضُّوْا ۔ تفرقوا ۔ مِنْ حَوْلِكَ ۔ تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے ۔ اور سراج مین کہا کہ قفالؒ نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھسے حیا و ہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تجھمین اور انمین طمع کرے ۔ فَاعْفُ ۔ تجاوز ۔ عَنْهُمْ ۔ ما اتوہ ۔ تجاوز کر انسے جو انھون نے کیا ۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ذنوبہم حتی اغفر لہم ۔ اور مغفرت مانگ انکے گناہون کی تا کہ مین انکو بخشدون ۔ سمین کا مل خلق بیان فرمایا کہ برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہوگے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا- ای المنافقین- اے ایمان والو تم کافرون کے مانند ہو جیو ف یعنی منافقین کے مانند نہ ہو جیو- جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد مین جب مومنون کو شکست پہونچی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے- اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقون مین عیب ہے کہ اول تو انھون نے کفر کیا اور دوم- وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ- ای فی شانہم یعنی اپنے بھائیون کی شان مین کہا- حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین بعد وقوع صورت یا قتل کے کہا- اور بھائیون سے یا تو اعتقاد و نفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپس مین بھائی ہین اور اول اظہر ہے- اِذَا ضَرَبُوْا- سافروا جب انکے بھائیون نے سفر کیا- فِي الْاَرْضِ- فماتوا- ملک مین پھر سفر مین مر گئے- اَوْ كَانُوْا غُزًّى- جمع غازٍ فقتلوا- یا انکے بھائی جہاد کرنے نکلے تھے پھر مارے گئے کہ- لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا- اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے ف یہ اُن کافرون و منافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسرون نے کہے- ای لا تقولوا کقولہم- یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہو اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجیو جیسے منافقون کا حال ہے کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر لا علاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نہ جاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ تعالی نے ان دنیا وی ذلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا- لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ- القول فی عاقبۃ امرہ تا کرے اللہ تعالی یہ قول انکے انجام کار کے حق مین- حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ- حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین رہے اور عاقبت مین عذاب نے گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا اور جعل بمعنے تصییر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول انپر حسرت و وبال ہو جائیگا اور بعض مفسرون نے کہا کہ در صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا انپر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت و قتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرتا مین نہین پڑتے کیونکہ انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نہ جاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تا کہ یہ قول فقط انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے- پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ- وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ- اور اللہ تعالی ہی زندگی و موت دیتا ہے ف فلا یمنع عن الموت قعود- پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے- مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی قطع ہو جاتی ہے اور حاصل رد یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالی کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالی اکثر مسافرون و مقاتلون کو ثواب و غنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے- وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ- بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء التحتیہ ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ ہے بنابر ینکہ وعید کافرون کو ہے- بَصِيْرٌ- فیجازیکم- اور اللہ تعالی جو کچھ (تم کرتے ہو) یا (کافر و منافق کرتے ہین) خوب دیکھتا ہے ف تم کو اسکی جزا دیگا یا انکو اسکی سزا دیگا- وَلَئِنْ- لام قسم- یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط- قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ای الجہاد- یعنی جہاد مین- اَوْ مُتُّمْ- بضم المیم وکسرہا من مات یموت و یمات ای اتاکم الموت فیہ- یعنی اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات یموت اور نافع و حمزہ و کسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے مت اور معنے متم کے ہر دو وجہ پر یہ ہین یعنی راہ خدا مین تم کو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوئے یا مرے تو- لَمَغْفِرَةٌ- کائنۃ- مِّنَ اللّٰهِ- لذنوبکم- وَرَحْمَةٌ- منہ لکم علی ذلک

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہو گئے تو مسلمانون مین ایک دوسرے کو خبر نہوئی متفرق ہو گئے چنانچہ ابوداؤد طیالسی کی روایت مین صاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے مین نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ احد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونون سعد کے بیچ مین ظاہر ہوے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ مین تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد والحاکم وابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کہتا ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ[۱۲] آدمی پر محمول کرکے یہ دھوکا نہ کھاوین کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہو کر متحیر و متردد ہوتے ہین فافہم سوا ان حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والون مین تھے اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ مین روز احد مین بھاگا و تھا جسکے جواب مین حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے کیون عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ مین نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ مین اس طریقہ کو بجالانے کی طاقت نہین رکھتا ہون اور کسی سے بھی ادا نہین ہو سکتا ہے کما فی روایۃ احمد۔ اور بخاریؒ نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہین لوگون نے کہا کہ قریش ہین بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ مین آپ سے ایک سوال کرنے والا ہون آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ مین آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہون کہ آپ جانتے ہین کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہان۔ بولا آپ جانتے ہین کہ بدر مین شریک نہ تھے فرمایا ہان۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان مین شریک نہ تھے فرمایا ہان سیہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ او شخص یہان آ کہ مین تجھے خبر دون اور جو تو نے پوچھا ہے اسکو بیان کرون عثمان کا بروز احد بھاگنا سو مین گواہی دیتا ہون کہ اللہ عزوجل نے اسکو معاف کر دیا۔ اور رہا بدر سے غائب ہوتا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت مین حضرت صلعم کی دختر تھین جو مریضہ تھین انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر مین حاضر ہوا اور حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان مین موجود نہونا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ مین کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجاے عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس رسول اللہ صلعم نے اپنے بائین ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ مین مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب ان جوابون کو اپنے ساتھ لیجا و قد رواہ البخاری وغیرہ بالجملہ اسمین کوئی شک نہین کہ اللہ عزوجل نے ان سب لوگون کو جو فرار کر گئے تھے معاف کر دیا شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہے کہ مسلمانون کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد مین بہت اور باسامان تھے واللہ اعلم اور سراج مین کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا مقدر ہے

یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ

اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوے اور کہا اپنے بھائیون کو جب سفر کو نکلے ملک مین

اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ

یا ہوے جہاد مین کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تا کہ کردے اللہ تعالیٰ یہ بات حسرت انکے دلون مین

وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ وَ لَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ

اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تعالے تمھارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ مین یا مر گئے تو بخشش

ع ۱ عشار رکوع ربع ستہ الاول سے ۱۲

مانند وعاة وكلاة جمع داعی وہادی ووالی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ ۱۲ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہے اور سراج مین
تیرہ ۱۳ آدمی بیان کیے جنمین سے چھ آدمی مہاجرین سے باین نام لکھے کہ ابوبکر وعمر وعلی وطلحہ وعبد الرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص تھے اور
بعض اہل سیر نے تیس ۳۰ آدمی بیان کیے اور بعض نے کم وبیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہین ظاہرا احادیث مین حصر مقصود نہین ہے چنانچہ
شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہین ہے کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے نو ۹ آدمیون کے ساتھ سات انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ
احمد اور دوسری روایت احمد مین براء بن عازبؓ سے ہے کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد رواہ البخاری ایضاً اور بیہقی کی حدیث
جابرؓ مین گیارہ ۱۱ مرد انصاری اور بارھوین طلحہ بن عبید اللہ مذکور ہین حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہین بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابوبکرؓ
اور حدیث بخاری مین ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاصؓ کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھپر میرے مان باپ فدا ہون - اور ثابت ہے
کہ ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے خود کی کڑیان حضرت صلعم کے رخسارہ مبارک سے اپنے دانتون سے کھینچین کہ دونون دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابوبکرؓ
کو قسم دلائی کہ تم اسمین شریک نہو - اور مصعب بن عمیرؓ حضرت کے آڑے آ گئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا پس ظاہر ہے
کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافرون نے گھیرا اور باقی چند صحابہ جو حیران ومتحیر تھے حضرت صلعم کی پکار کو
سنکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اسواسطے کہ نو ۹ آدمیون والی روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی تک جاتے جاتے وہ سب شہید ہو گئے حالانکہ
قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ مین نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ مین قسم کھایا کرتا تھا
کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کرونگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہین بلکہ مین انشاء اللہ تعالی اسکو قتل کرونگا پس اسوقت اسنے حملہ کیا اور بالکل
زرہ مین ڈوبا تھا صرف گردن کے وہان ذرا سی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حرث بن صمہؓ
سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر اسکی گردن مین ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لڑکھڑا کر زمین مین گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو
اٹھا لے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا - اسکی قوم نے کہا کہ تجھپر کوئی خوف نہین یہ تو چھل سا گیا ہے وہ کہتا تھا کہ ہاے اگر یہ زخم تمام ربیعہ ومضر دونون
گروہ پر ہوتا تو مر جاتے مین نہ بچونگا تم کو معلوم نہین کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو مین قتل کرونگا - آخر وہ مردود بطن رابغ مین ہوکر مر گیا
اور واقدیؒ نے محمد بن اسحق کے واسطہ سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ مین رات گئے بطن رابغ مین جاتا تھا کہ ناگاہ مین نے
آگ دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمین سے ایک شخص آگ کی زنجیرون مین بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس پکارتا ہے اسکے ساتھ ایک شخص ہے وہ
فرماتا ہے کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے بعد اسکے ذکر کے لکھا کہ صحیحین مین ابوہریرہؓ
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا غضب شدید اسپر جسنے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالے کا اسپر
جسکو رسول خدا نے جہاد مین اپنے ہاتھ سے قتل کیا - وقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضاً پھر زخمی کرنے والون پر سال نہ گزرا کہ وہ کافر ہلاک
ہوے ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے - بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسلاً روایت کی کہ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر چلتے
چلتے پہونچے عمر بن الخطاب وطلحہ بن عبید اللہ کے پاس جو مہاجرین وانصار کے چند لوگون کے ساتھ غمناک تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے کہ
رسول اللہ صلعم قتل ہوے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے مشرکون سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکون کی طرف چلے راہ مین
سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہان جاتے ہو - مین تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہون یہ کہکر روانہ ہوے اور لڑکر شہید ہو گئے
رضی اللہ عنہ - یہ دلیل ہے کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہو گئے اور خود یہ حال ابوبکرؓ کا

اسکو لوگ رسمت کہتے ہین حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری تھی علی ہذا القیاس اور جسنے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر ہے پس واقع ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہے اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہے افسوس کہ اس زمانہ مین بہت نادان اسمین گمراہ ہین اور جب کہا جاتا ہے کہ تدبیر سے بادجود کیون ہوگئے تو کہتے ہین کہ فلان فلان اسباب میسر نہوئے یا تدبیر مین خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہے مگر نہین سمجھتے ہین اور کیونکر اتنی عقل پر بھروسا کر کے کیسے جاتے ہین کہ عقل قطعًا راہ صواب پر لیجاتی ہے جو بات عقل مین نہ آوے وہ غلط ہے حالانکہ خود ہی قرار کیے جاتے ہین کہ فلان تدبیر مین عقل نے خطا کی اور فلان امر مین عقل چوک گئی پھر اس آیہ مین معجزۂ خبر غیب ہے کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس مین کہتے تھے اسکو اللہ تعالےٰ نے کھول دیا۔ وَ۔ فعل ما فعل باحد۔ لِيَبْتَلِيَ۔ یختبر۔ اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ۔ قلوبکم۔ اور یہ کیا جو کیا اس جنگ احد مین تاکہ امتحان کرے اللہ تعالی جو تمھارے سینون مین یعنے دلون مین ہے اور مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا کہ یہ علت فعل مقدر کی ہے یعنی جو کچھ احد مین اللہ تعالےٰ نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمھارے سینون مین ہے یعنی اخلاص یا نفاق۔ اور یہ کلام خوب مربوط ہے کہ پہلے ذکر کر دیا کہ ان مین نفاق والے ایسے ویسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے اسی واسطے احد مین یہ مصیبت دیدی تاکہ مومن و منافق کھل جاوین حالانکہ اللہ تعالی کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ اونگھ انھین کو آئی جو مخلص تھے اور منافقون کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے۔ وَلِيُمَحِّصَ۔ یمیز۔ مَا فِي قُلُوبِكُمْ۔ اور تاکہ خالص و تمیز کر دے جو تمھارے دلون مین ہے۔ اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالی کو سب معلوم ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ بما فی القلوب لا یخفی علیہ شیئ وانما یبتلی لیظہر للناس۔ حال یہ کہ اللہ تعالی دانا ہے ذات الصدور کے ساتھ یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلون مین ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہین اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگون پر ظاہر ہو جاوے۔ یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہو جاوین جیسے صاف پانی مین اگر خراب اجزا ملے ہوے ہین تو دانشمند نے اسمین حکمت کو دخل دیا تو اسیواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے مین آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے مین رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہو گیا۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے اُن اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش صادر ہوئی تھی پس فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا۔ عن القتال۔ مِنْكُمْ۔ تم مین سے جن لوگون نے پیٹھ پھیری۔ یعنی لڑائی سے يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ۔ جس دن کہ بھڑین دو جماعتین۔ جمع المسلمین و جمع الکفرین باحد وہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا ایک جماعت مسلمانون کی اور دوسری جماعت کافرون کی مقام احد مین اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سواے بارہ آدمیون کے إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ۔ بوسوستہ۔ سواے اسکے نہین کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلهم الشیطان۔ ازلال کیا انکو شیطان نے اپنے وسوسہ سے۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا۔ من الذنوب وہو مخالفۃ امر النبی صلعم۔ بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی تھی انھون نے یعنی بعضے گناہون کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہے کہ استزل بمعنے ازل لیا یعنی استفعال بمعنے طلب نہین ہاں کہ تعدیہ کے واسطے ہے اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یون تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور اسپر آمادہ کیا۔ اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ اور البتہ عفو کیا اللہ تعالی نے انکا یہ گناہ یعنی مٹ دیا۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ۔ للمومنین۔ اللہ تعالی غفور ہے یعنی مومنون کے واسطے نہ کافرون کے واسطے۔ حَلِيمٌ۔ حلم والا ہے۔ یعنی گناہگارون کو جلدی نہین پکڑ لیتا ہے بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہے اور عصاۃ جمع عاصی

اپنا سر اٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور انمین سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور بخاری کی روایت مین ہی کہ ابو طلحہ نے فرمایا مین بھی ان لوگون مین تھا جنکو نعاس نے گھیر اتھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی اور مین اٹھا لیتا پھر گرتی پھر اٹھاتا کئی بار گر پڑی- ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اہل ایمان وثبات وتوکل ویقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو شک وریب تھا یعنے منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالے اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے کہ اسلام کا فیصلہ ہوگیا چنانچہ دوسری آیۃ مین کہا- بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمومنون الی اہلیہم ابدا- بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول ومومنین اپنے لوگون کی طرف اب کبھی پھر کر نجاوینگے- بیان فرمایا- یَظُنُّونَ بِاللّٰہِ- ظنا- غَیْرَ- ظن- الْحَقِّ ظَنَّ- ای ظن- الْجَاہِلِیَّۃِ حیث ظنوا ان النبی قتیل ولا ینصر- گمان کرتے اللہ تعالی کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہی مانند گمان جاہلیت کے ف کیونکہ ان منافقون نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول رکھے ہین یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا کہ مین نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالی نے ہم پر اونگھ بھیجدی سو کوئی ہم مین سے نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ مین لگا تھا- اور کہا کہ واللہ مین معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہون کہ وہ کہتا تھا لو کان لنا من الامر شئ ما قتلنا ہہنا- پس مین نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول مین اللہ تعالی نے نازل فرمایا یَقُولُونَ هَلْ- ا- لَنَا مِنَ الْأَمْرِ- ای النصر الذی وعدناہ مِنْ- زائدۃ شَيْءٍ- یہ منافقین کہہ رہے ہین کہ کہین ہمارے لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی- قُلْ- لہم- إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ- بالنصب توکیدا والرفع مبتدا خبرہ- لِلّٰهِ- ای القضاء اللہ یفعل ما یشاء- کہدے ان منافقون سے کام سب کا سب- حاصل ہی واسطے اللہ تعالی کے یعنی حکم قضا کل سب اللہ تعالی کے واسطے ہی جو وہ چاہتا ہی کرتا ہی- پس کلہ بنصب اکثر کی قراءۃ ہی تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قراءۃ مین کلہ کو رفع ہی پس یہ مبتدا اور- للہ- خبر- جملہ اسمیہ ہوکر خبر ان ہی- یُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ- یظہرون- لَكَ- اپنے دلون مین وہ چیز چھپاتے ہین جو تجھے نہین ظاہر کرتے یعنی بخوف تلوار کے اللہ تعالی نے اسکو ظاہر کردیا کہ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا- ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا- منافقین کہتے ہین کہ اگر اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل نہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے- قُلْ- لہم- کہدے انکو کہ- لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ- اگر تم اپنے گھرون مین ہوتے- وفیکم من کتب علیہ القتل- اور تم مین ایسا شخص بھی ہوتا جسپر قتل ہونا لکھا گیا ہی- لَبَرَزَ- خرج- الَّذِينَ كُتِبَ- قضی- عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ- منکم- إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ- مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم لان قضاء اللہ کائن لا محالۃ- تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی مین لکھا گیا اپنر قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہون کے ف پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضاے الٰہی تو لا محالہ ہونے والی ہوتی ہی- حاصل آنکہ تم مین سے جنپر حکم ازلی ہوچکا ہی کہ فلان جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر مین بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہین پہنچتے جہان انکے قتل کی جگہ لکھی گئی ہی کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہی ف فقہ آیہ مین سے یہ ہی کہ اللہ تعالی نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و سبب ظاہری وٹھکانا سب مقدر کیا ہی اور قضاء وقدر پر ایمان واجب ہی اور جو واقع ہوتا ہی وہ تقدیر ہی تدبیر خود کچھ چیز نہین پھر اسے تدبیر کو جو درست کہتے ہین تو یہی جو قضاء وقدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہی جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہی اور مجازاً جو تدبیر اپنی مراد کے موافق پڑے

بھاگے تھین کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا اذ تصعدون - ابن کثیر نے کہا ہی فی الجبل ہاربین من اعدائکم - یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے تھے یعنی اپنے دشمنون سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلْوٗنَ - تعرجون عَلٰٓی اَحَدٍ - اور نہین اقامت کرتے تھے تم کسی پر بسبب خوف و دہشت کے - وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ - ای من ورائکم یقول الی عباد اللہ الی عباد اللہ یعنی رسول پکارتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالی کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالی کے بندو - فَاَثَابَكُمْ فجازاکم غَمًّۢا - بالہزمۃ - بِغَمٍّ - بسبب غمکم الرسول بالمخالفۃ وقیل البار بمعنی علی ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمۃ - یعنی ثواب کا اطلاق یہان مجازاً ہو معنے یہ کہ "جزا دی تم کو غم بذریعۂ ہزیمت کے بسبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کرکے" یعنی تم نے رسول کو غم دیا اس کی نافرمانی کرکے پہنچے تم کو اسکے بدلے مین ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ بغم کی بار سببیہ نہین بلکہ بمعنی علی ہی ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل آنحضرت صلعم - اور اسی کی مؤید ہی جو انس بن النضر رض نے کہا کہ تم کس غم مین پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوے تو جی کر کیا کروگے اسی راہ پر مر دھیر مسلمانون کی ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتین بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے بیزاری کرکے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہان جاتا ہی مین تو جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہون پس مشرکون سے سخت لڑائی لڑکر شہید ہوے کما فی الصحاح - لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا - متعلق بعفا او باثابکم فلا زائدۃ - یعنی تم کو عفو کیا تا کہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہی اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہین ہی لہذا مفسر نے کہا کہ یا اثابکم کے متعلق ہی مگر اسوقت مین لا زائدہ ہوگا یعنے تم کو غم پر غم کی جزا دی تا کہ غمناک ہو جاؤ - عَلٰي مَا فَاتَكُمْ - من الغنیمۃ یعنی چیز پر جو تم سے گم گئی - یعنے غنیمت پر - وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ - من القتل والہزیمۃ - اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت ہکذا قال ابن عباس وعبد الرحمن بن عوف والحسن وقتادۃ والسدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے مین بھی یہ معنے ہو سکتے ہین کہ جزا دی تمکو غم پر غم تا کہ غم سہنے کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے کہ اللہ عز و جل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہین چاہیے تھا - وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - تم جو کرتے ہو اللہ تعالے اس سے خبردار ہی - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً - امنا - نُّعَاسًا - بدل - یعنی امنۃ مفعول اور نعاسا اسکا بدل ہی ای امن وہی کہ جو نعاس ہی اور بعض نے کہا امنۃ حال مقدم اور مفعول نعاسا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون ہی نعاسا ذا امنۃ اسواسطے کہ نعاس خود امن نہین ہی - يَّغْشٰى - بالیاء والتاء یعنی اکثرون کی قراءۃ بالیاء التحتیہ ہی اور حمزہ و کسائی کے نزدیک بتاء فوقیہ ہی بنا بر آنکہ ضمیر راجع بامنۃ ہی - طَآئِفَةً مِّنْكُمْ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالی نے تم پر امن اتاری وہ اونگھ تھی کہ تم مین سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی - وہم المؤمنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منہم - یہ گروہ مومنین تھے پس ڈھالون کے نیچے جھکتے اور انکی تلوارین گر گر پڑتی تھین - وَطَآئِفَةٌ - منکم - قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ - ای حملتہم علی الہم فلا رغبۃ لہم الا النجاۃ دون النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فلم ینا موا وہم المنافقون - یعنی اور تم مین سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانون نے ان کو غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوا ے جانون کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانون کے غم مین تھے سوا ے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے اصحاب کے مترجم کہتا ہی کہ ابن مسعود رض سے روایت ہی کہ لڑائی مین اونگھ اللہ تعالی کی طرف سے امن ہی اور نماز مین اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہی رواہ ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہ رض سے روایت ہی کہ مین نے بروز احد

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ

اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ

جنپر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاو پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ

جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ لا إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ج وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ

بھڑیں دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ انکے گناہ کی شامت سے اور البتہ اللہ انکو عفو کر چکا

عَنْهُمْ ط إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ ع

اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

نصف ۱۴ ع ۷

اذکروا۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ - تبعدون فی الارض ہار ہیں - یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے ف یعنی زمین میں بھاگتے ہوئے -
پس کلمہ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر ای اذکروا ہے اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور زمخشری نے کہا کہ صرفکم یا عفا عنکم یا لیبتلیکم سے
متعلق ہے اور عکبری نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہے پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہے اور قول زمخشری
بحسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر رح ہے - پھر جانو کہ اصعد فی الارض یعنی منھ کے سامنے زمین طے کر گیا پس زمین ہموار و جنگل
وغیرہ کے طے کرنے میں بولا جاتا ہے اور صعد جبھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی اور
قتیبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے - اسیواسطے مفسر رح نے تبعدون فی الارض کہا - پھر یہاں شبہ ہے کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہونچے یا پہاڑ
پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب دیا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہونچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طے کرنے زمین وادی کے چڑھے پس اصعد
لائق ہے اور مفضل رح نے کہا اصعد و صعد بمعنے واحد ہے - پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیرانداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی
کر کے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط اپنے سردار عبد اللہ بن جبیر و دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پا کر خالد بن الولید
کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہ رض کے والد کو قتل
کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے نہ سنا آخر حذیفہ رض نے معاف کر دیا مگر اسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوئے
تھے کہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچایا پس مصعب بن عمیر رض نے روکا اور ابن قمیہ نے انکو قتل
کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے اُحد سے پکارا کہ محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ
صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہگئے اور
صحیح یہ کہ اول سات پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ در حقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان سے نہیں ہٹے یہانتک
کہ کفار آپ کے گرد سے پریشان ہوئے اور آپ کے داہنے بائیں جبرئیل ع و میکائیل ع حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص -
اور طلحہ بن عبید اللہ نے اسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابوبکر رض فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا - اور جو لوگ

عدول از ظاہر ہی۔ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ بالعفو۔ اور اللہ فضل والا ہی مومنوں پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہی پس رد ہوگیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہین کہ وہ نہ مومن ہوتا ہی نہ کافر بیچ مین لٹکا کرتا ہی یہانتک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہی ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ جاننا چاہیے کہ رجال اللہ تعالے نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہی جو درواقع ازل مین اللہ تعالی کے نزدیک خیرامت وبزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالی کی جناب مین تھی بخلاف کافرون ومشرکون کے کہ وہ اس راہ مین آنے ہی نہین پائے ہین انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان وبادیہ ضلالت مین ہی پس گویا دونون لغزشون مین اس راہ سے بالکل تبائن وجدائی ہی اور آسمان وزمین کا فرق ہی جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے یہان اشارات کو راہ مستقیم والون کے حق مین ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم مین سے بعض وہ شخص ہی کہ قدیمی غنا سے متصف ہوگیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت مین شکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم مین سے وہ ہی جو تنزیہ وتقدیس کی صفت مین آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا پس ایسے بندے خلقت فقر کے ساتھ آرستہ ہوتے ہین کہ توحید مین تجرید کرتے ہین اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہین جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہی کہ الفقر فخری مترجم کہتا ہی کہ یہ لفظان کتابون مین معروف بحدیث ہی اور محدثین رحمہم اللہ تعالے کے یہان بالاتفاق موضوع ہی حدیث نہین ہی شاید شیخ رح نے بالمعنے منسوب کیا واللہ اعلم اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ واپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمھاری ہمت بھی حوادث ومخلوقات دارین ہونگی اور جب اللہ تعالی نے تم کو اپنی ولایت مین لیا اور تمھاری صفات سے تمکو خالی کردیا اور تمھارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور اسکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہوگی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہین ادعس واضح ہو کہ ابتداے جنگ احد مین اللہ تعالی نے فتح ونصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالی نے وہ نصرت پھیردی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا راستہ لیا چنانچہ آیندہ آیات مین فرمایا بقولہ تعالے

إِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓی أَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ یَدْعُوْکُمْ فِیْٓ أُخْرٰىکُمْ فَأَثَابَکُمْ غَمًّا بِغَمٍّ

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی مین پھر تمکو تنگ کیا بدلا تمھارے تنگ کرنیکا

لِّکَیْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا مَآ أَصَابَکُمْ ؕ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ ثُمَّ أَنْزَلَ

تاکہ غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہی تمھارے کام کی پھر تمپر اوتارا

عَلَیْکُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم مین اور بعضون کو فکر پڑ رہی تھی اپنے

أَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ ؕ یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ

جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلون کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہی

مِنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ کُلَّهٗ لِلّٰہِ ؕ یُخْفُوْنَ فِیْٓ أَنْفُسِهِمْ مَّا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ ؕ یَقُوْلُوْنَ

ہمارے ہاتھ تو کہ سب کام ہی اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہین اپنے جی مین جو تجھسے ظاہر نہین کرتے کہتے ہین

تفسیری کا ہے آور الامر کا الف لام عہد ہے ۔ اور اختلاف در اصل انھین لوگون نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھون نے جو وہین کھڑے رہتے پر جے
تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونون کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہے اور یہ سب کو معلوم ہے کہ اختلاف
کرنے والون مین سے جو قول صواب پر ہین وہ خدا ورسول کے موافق اور اپنی مخالفت والون سے مخالف ہوتے ہین لہذا بیان کر دیا کہ خلاف
صواب پر کون تھے بقولہ ۔ وَعَصَيْتُمْ ۔ امرہ فترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ ۔ اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی پس تم نے مرکز چھوڑ دیا
بغرض غنیمت چاہنے کے ۔ مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرَىٰكُم ۔ اللہ ۔ بعد ازانکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالی نے ۔ مَّا تُحِبُّونَ ۔ جسکو تم چاہتے
تھے ف یعنی فتح کو وجواب اذا دل علیہ ما قبلہ ای منعکم نصرہ ۔ الا جواب اذا کا محذوف ہے اسپر ما قبل دلالت کرتا ہے یعنی اذا فعلتم کذا وکذا منعکم
نصرہ ۔ جب تم نے ایسا ویسا کیا تو اللہ تعالے نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالی نے اپنا وعدۂ نصرت تم پر سچا کر دیا
کہ تم نے اپنی فتح وقتل کفار کو دیکھ لیا یہان تک کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
مین باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالی نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنی فتح کو آنکھون
دیکھ چکے تھے ۔ مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا ۔ فترک المرکز لاجل الغنیمۃ ۔ بعض تم مین سے دنیا چاہتا تھا پس اسنے مرکز کو دنیاوی
مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا ۔ وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۔ فثبت بہ حتی قتل کعبد اللہ بن جبیر وصحابہ اور
بعض تم مین سے آخرت کا طالب تھا پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہانتک کہ مشرکین سوارون نے انکو شہید کر ڈالا مانند
عبد اللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیون کے جو ان کے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ من یرید الدنیا
مین شامل ہوے ۔ ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی مین ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع مین تھی دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہے ۔ اذ تحسونہم
باذنہ ۔ تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالی کے حکم سے کمافی روایۃ احمد عنہ مرسلاً ۔ اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ بروز احد اگر مین قسم کھاتا کہ ہم مین سے
کوئی دنیا نہین چاہتا تو امیدوار ہوتا کہ مین سچا ہون یہانتک کہ اللہ تعالی نے نازل فرمایا ومنکم من یرید الدنیا ۔ بالجملہ بہار کی جماعت مین
سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داود سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالے کا حکم کسی قوم پر ان کی اکثر جماعت کی بنیا و پر ہوتا ہے پس یہان
بھی اکثرون کی نافرمانی پر معصیت کا عتاب کیا ۔ ثُمَّ صَرَفَكُمْ ۔ اے ردکم بالہزیمۃ عَنْهُمْ ۔ ای الکفار ۔ پھر رد کر دیا تم کو بھگا کر
انسے یعنی کافرون سے ۔ یعنی بھاگنے سے تمھارے منھ کافرون سے پھر گئے ۔ بعض نے کہا کہ بعید یہ ہے کہ جب انھون نے دنیا کی طلب مین
کافرون کی شرکت کی تو اس جہت مین انکے مانند ہوے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالی
ورفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو ۔ اور نیز آیت مین یہ فقہ ہے کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہے جب کوئی قوم اختلاف کرے
تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہے کہ جب خشم نازل ہوا تو جماعت کو عموماً شامل ہو جاتا ہے لیکن نیک نیتون کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہے اور
یہ حدیث صحیح مین بھی آیا ہے ۔ بالجملہ تمھارے معصیت وغیرہ پر کافرون سے تمھارا منھ پھیر دیا و نصرت قطع کر دی ۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۔
لیمتحنکم ۔ فیظہر المخلص من غیرہ ۔ یعنے کافرون سے تمھارے منھ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص و
غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ او تعالے دانا تر ہے ۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ ۔ اہ تکتبہوہ ۔ اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا ۔ اور یہ
نص ہے کہ اللہ عز وجل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ عفو ہوتا ہے برخلاف قول خارجیہ کے
کہ وہ نہین مانتے ہین قاتلہم اللہ تعالی اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم یعنے انقاسم ہے ای تم کو باقی بھی تھا مٹا نہین دیا اور یہ تفسیر باطل ہے کیونکہ صحیح

بردواشت مین تمھارا معین ہی۔ اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت مین تمھارے امور کا متولی ہی اور ابن عطارؒ نے خیر الناصرین مین کہا یعنی تمھارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہی قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ جہاد مین ہما نفس بھی داخل ہی

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ
اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکون کو اس کے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ
اس امر مین اور نافرمانی کی بعد ازانکہ تم کو دکھا دیا تمھاری خوشی کی چیز کوئی تم مین چاہتا تھا۔ دنیا اور کوئی تم مین

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ
چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو پھیر دیا مشرکون سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ معاف کردیا تم کو۔ اور اللہ

فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ○
فضل فرماتا ہی مومنون پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ ۔ ای اکم بالنصر یعنی اللہ تعالی نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالی نے سچا کردیا۔ معالم مین مذکور ہی کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہی کہ جب اُحد سے واپس ہوکر مسلمان مدینہ مین آئے تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ مصیبت ہم کو کہان سے پہونچی حالانکہ حق تعالی نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدہ نصرت ہی یا وعدۂ انزال ملائکہ ہی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہین سے ایک قول ہی کہ قولہ تعالی ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ الآف من الملائکۃ مسومین۔ بروز احد واقع ہوا ہی۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ عروۃ بن الزبیرؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے انکو صبر و تقوی پر پانچ ہزار فرشتہ مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانون مین سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑدی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اُٹھالی گئی۔ بہرحال صدق وعدہ سے ابتداے روز مین فتح دنیا مراد ہی چنانچہ فرمایا۔ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ ۔ تقتلونھم۔ بِاِذْنِهٖ ۔ بارادتہ۔ جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنی انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنے بارادۂ الٰہی۔ اور قاموس مین ہی کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہان معنی اول ہین کیونکہ دوسرے معنی متحقق نہین ہوے اور بیضاوی مین ہی کہ حسہٗ القتل حسہٗ۔ اسکی جنبش مٹادی۔ الحاصل اللہ تعالی نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کرویا۔ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ ۔ جبنتم عن القتال یہان تک کہ جب تم بزدل ہوے جہاد سے ف۔ یعنی جہاد سے نظر اٹھا کر دنیا و بہی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اُٹھالی گئی اور ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہی۔ وَتَنَازَعْتُمْ ۔ اختلفتم۔ فِي الْاَمْرِ ۔ ای امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضکم نذہب فقد نصر اصحابنا و بعضکم لا نخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اختلاف کیا تم نے حکم معلوم مین ای حکم نبی صلعم مین کہ سفح جبل مین ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یون اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹینگے کیونکہ ہمارے لوگون کو فتح دی گئی۔ اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کرینگے کہا گیا کہ فشل کی تفسیر یہ خلاف ہی پس واو عطف

ف اسطرح کہ دشمن کی طاعت ذلت وخواری ہی اور آخر کفر کی طرف مودی ہوکر عاقبت کا عذاب ہی۔ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ناصرکم
یعنی مولی بمعنے ناصر۔ ای فتح دینے والا ہی اور بعض قرارۃ مین۔ اَللّٰہَ۔ منصب ہی پس بل اطیعوا اللہ۔ بلکہ اللہ تعالے ہی کی اطاعت کرو
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ۔ فاطیعوہ دونہم۔ پس اسکی طاعت کرو نہ کافرون کی۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ۔ بسکون العین وضمہا الخوف وقد عزموا بعد ارتحالہم من احد علی العود واستیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا اکثر فی
قرارۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر وکسائی کی قرارۃ بضم عین ہی اور معنی اس کے خوف ہین اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہووے
تو راہ مین کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثرون کو قتل کیا جب تھوڑے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کہ ان کو جڑ سے کھودین پس
انپر رعب چھا گیا اور نہین لوٹے یہی اللہ تعالی نے فرمایا۔ المعنے عنقریب ہم کافرون کے دلون مین رعب ڈالدینگے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہی
اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر ہوکر فرمایا ای اللہ میرے وہ اوپر نہ آوین پس ابوسفیان ومشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان نے
پہاڑی کے کوتے پر آکر باتین کین اور کہا کہ ای محمدؐ ہمارا تمھارا وعدہ سال آیندہ مین بدر کا مقام ہی اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالے
اور اسپر وارد ہوتا ہی کہ سنلقی مین سین استقبال کا ہی پس لڑا احد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہی کہ مطلقا رعب ڈالنے کے وعدے پر
اسواسطے نہین محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے تھے لیکن خائب وخاسر واپس گئے مین کہتا ہون کہ
سخت خوفناک ہوکر واپس ہوے تھے جیسا کہ غزوۂ احزاب کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہی واللہ اعلم
پھر اسطرح انکے دلون مین رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ۔ ای بسبب اشراکہم باللہ۔ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
حجۃ علے عبادتہ وہو الاصنام۔ یعنی ہم انکے دلون مین رعب ڈالدینگے بسبب انکے شریک لانے کے اللہ تعالی کے ساتھ عبادت مین ایسی چیز کو
کہ نہین اُتاری اللہ تعالے نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر۔ اور وہ بت ہین حاصل یہ کہ مشرکون نے اپنی راے سے اللہ تعالی کا شریک
بنایا تو اللہ تعالی انکے دلون مین رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تفسیر انکی موافقت سے ہی ورنہ سواے حق عزوجل کے کسی چیز
کی عبادت روا نہین خواہ بت ہون یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہین اتاری ہی۔ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ۔ اور آخرت مین ان مشرکون کا
ٹھکانا جہنم ہی۔ وَبِئْسَ مَثْوَى۔ ماوی۔ الظّٰلِمِيْنَ۔ الکافرین ہی۔ یعنی برا ٹھکانا ہی ظالمون کا یعنی کافرون کا یہ یعنی آگ۔
ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہی اور ظلم سے شرک وکفر مراد ہی کیونکہ شرک ظلم عظیم ہی ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات
مین سے ہی چنانچہ ابو امامہؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مجھے انبیاء پر فضیلت دی چار باتون سے۔ اسمین یہ بھی فرمایا کہ فتح
دیا گیا مین رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہی میرے دشمنون کے دلون مین اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین رواہ احمد والترمذی وقال
حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور ومسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالی نے قلب ابوسفیان مین رعب ڈالا
وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم مین ایک ٹکرے کو مصیبت پہونچائی اور اب لوٹ گیا اور اللہ تعالی نے اسکے
دل مین رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے بھی وہی ہونگے کہ راہ مین سے
اودھر قصد نہ کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا ف فی العرائس قولہ تعالے بل اللہ مولاکم۔ یعنی محبت ازلی کے ساتھ تمھارا محب ہی اور تمھارے شر نفس سے تمکو
بچانے والا ہی اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمھارا نگہبان ہی اور تمھارا ناصر ہی اسوقت مین کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتین اٹھاو
اگرچہ تمھارے نفوس اسکے اٹھانے سے انکار کرین۔ اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو اوامر ونواہی بجالانے وباز رہنے کا تمکو حکم دیا ہی انکی

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم۔ یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت با وجود صبر وثبات کے انکی زبان سے کچھ نہین نکلتا تھا سوائے اسکے کہ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا۔ تجاوزنا الحد۔ فِي أَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم بسوء فعلہم وھضما لانفسہم۔ انھون نے یہی کہا کہ الٰہی ہم کو بخشدے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کامون مین ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھین کے برُے کامون کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علے الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد مین ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت وغنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی ومعالم وسراج وغیرہ تفاسیر موجودہ مین فتح وغنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ ہو معلوم ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق مین کسی پر حلال نہین ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیرؒ نے فتح وعافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنے ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زمخشری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حُسن کی خصوصیت اسواسطے کردی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت وتقدم ہے اور دنیا کسی شمار مین نہین اور یہ سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکارون کو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُوا

اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکرون کا تو تم کو پھیر دینگے الٹے پانون پھر جا پڑوگے

خَاسِرِينَ ○ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ○ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ

نقصان مین بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافرون کے دل مین

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ

ہیبت بسبب اسکے کہ انھون نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ○

اور بُری بستی ہے بے انصافون کے لیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگون کی جو کافر بنے ہین اطاعت کرو ف جس کام کو حکم کرتے ہین یعنی راے دیتے ہین اگر ایسا کروگے تو۔ يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ الی الکفر۔ تم کو یہ کفار تمھارے الٹے قدم پھیر دینگے ف یعنی کافر بنا دینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافرون سے منافق ہین کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانون سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمھارے بھائی ہین یا پہلے دین پر ہو جاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہین اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافرون کی اطاعت سے ممانعت ہوئی اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے الحاصل اگر تم کافرون کی بات مانوگے تو الٹے پانون کافر ہو جاؤگے۔ فَتَنقَلِبُوا خَاسِرِينَ۔ تو دنیا وآخرت دونون مین خوار ہو جاؤگے

ہو جیسا کہ خلیل و سیبویہ نے کہا کہ ای اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنی میں ہو گیا اور معالم میں فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت
نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے۔ مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ۔ و فی روایۃ قاتل والفاعل ضمیر کا یعنی قتل بروزن مجہول ابو عمرو
و ابن کثیر و نافع کی قراءۃ ہے اور ایک قراءۃ میں قاتل از مفاعلت آیا یہ باقیون کی قراءۃ ہے اور فاعل اسکا اسکی ضمیر ہے مَعَهٗ خبر
مبتدا رہ۔ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ۔ جمع کثیر و یعنے معہ خبر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر موخر ہے ف مفسرین کے بیچ کئی قول ہیں اول
قتل مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت نبی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیون کو اس سے کبھی کچھ ضعف ایمان
لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر اور حسن نے کہا کہ قتال میں کوئی نبی کبھی مارا نہیں گیا مترجم
کہتا ہے کہ آیۂ کریمہ میں قتال میں مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہیں اور فی سبیل اللہ بمعنے جہاد ہونا ضرور نہیں ولیکن ثبت اقدامنا وانصرنا علی
القوم الکافرین سے یہی اظہر ہے۔ بالجملہ قتل میں اس صورت میں ضمیر راجع بجانب نبی ہو گی و المعنی بہت سے نبی قتل ہوا ہر ایک کہ جسکے ساتھ بہتیں بہت
سی بالی جماعتیں تھیں دوم آنکہ قتل میں ضمیر نہیں بلکہ مقتول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنی یہ کہ بہت نبی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی میں ربیون
کثیر مارے گئے اور اسی کو زمخشری نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وھنوا پھر وہ لوگ سست نہوتے" یہ بعد مقتول ہونے کے کیونکر
کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیون کو کہا تو انکے ساتھ انکا نبی موجود رہا ہے۔ اسی واسطے ابو عبیدؒ نے قاتل کی قراءۃ اختیار کی کیونکہ اسمین دین کے معنے مستقیم
رہتے ہیں اور اس وجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہو گی تو مقتول کی مدح بدرجۂ اولیٰ ہو گی بخلاف اسکے عکس کیا اور یہی وجہ سوم ہے۔ چہارم آنکہ
کلام میں حذف ہے تقدیر یہ کہ و کاین من نبی قتل و معہ ربیون کثیر۔ یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پس وہ بعد نبی کے مقتول ہونے
کے ضعیف و سست نہ ہوئے۔ اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان معہ جیش کثیر یہ معالم میں مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ
اس صورت میں بدون تقدیر واو کے معہ ربیون کثیر حال ڈالا جاوے ای درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے اور یہ وجہ موجہ ہے اور اسکو محمد
بن اسحقؒ نے ذکر کیا اور سہیلیؒ نے اسی قول کی تائید میں مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اور آیات
سابقہ میں ان مسلمانون پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑکر فقط اس آواز کے سنتے ہی کہ محمد صلعم مقتول ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انمیں
ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہوا اور حالیکہ اسکے ساتھ میں ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہوئے تم کیون بھاگے کیا نبی کے مقتول
ہونے سے کوئی اللہ تعالیٰ کا دین چھوڑکر بھاگتا ہے قال المترجم لیکن قول حسن و سعید بن جبیر اسپر بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی مفسر
نے ذکر کیے یہی ابن کثیرؒ نے ابن عباس و سعید و مجاہد و قتادہ و عکرمہ و حسن و ربیع و عطاء سے ذکر کیے ہیں اور حسنؒ نے کہا علماء کثیر۔ اور ابن مسعودؓ
کلبیؒ سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے۔ اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب بکسر حاول بسبب نسبتی تغیر کے
سے ربیون ای ہزاروں۔ اور
جیسے بصرہ و بصری بکسر اول۔ اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ بمعنے جماعت ہے۔ فَمَا وَهَنُوْا۔ جنبوا پھر یہ لوگ نامرد نہوئے۔ لِمَا
اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ من الجراح و قتل انبیائهم و اصحابهم۔ بوجہ اس مصیبت کے جو انپر راہ الٰہی میں پہونچی ف کہ زخمی
ہوئے اور انکے انبیاء و ساتھی مارے گئے۔ وَمَا ضَعُفُوْا عن الجہاد۔ اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوئے۔ وَمَا اسْتَكَانُوْا۔
خضعوا للعدو بہم کما فعلتم حین قیل قتل النبی صلعم۔ خضوع نہیں کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہیں پڑ گئے ف کہ جو چاہے کرے جیسے
تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے۔ یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ میں گذرا کہ عبد اللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش
سے امان مانگیں اور ڈھیلے ہو گئے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ علی البلاء ای یثیبہم۔ بلا و جہاد پر صبر کرنے والون کو اللہ تعالیٰ

یحییٰ منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہیں جب تک ابوبکرؓ کے فضل ہونے کا قائل نہو اور مترجم کہتا ہی کہ بعض کبار کا قول ہی کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت و خلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہوگا کما فی جامع الترمذی و بالجملہ اس مین اہل حق و جنکو نور ایمان حاصل ہی کسی نے خلاف نہین کیا سوائے انکے جو اپنی ہوائے نفس کے پابند ہین۔ قال الشیخ اور شیخ حسین نے فرمایا کہ رسول کے واسطے نہین مگر وہی جسکا انکو حکم دیا گیا یا انپر کشف کیا گیا کیا تو نہین دیکھتا کہ کیسے اُنسے پوچھا گیا کہ کس چیز مین ملاء اعلیٰ ایک دوسرے پر پیش قدمی چاہتے ہین یعنی انھون نے کوئی حس نہین سُنا اور نہ جانا پھر جبکہ انسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت بشریت واقع ہوئی اور انھون نے شہود حق عزوجل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ خفیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھون نے تمام علوم کو بیان فرمایا قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہی کہ آپ نے فرمایا مین نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت مین دیکھا مجھسے فرمایا کہ اے محمد مین نے عرض کیا کہ اے پروردگار مین خدمت مین حاضر ہون فرمایا کہ کس بات مین ملاء اعلیٰ یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہین تا آخر حدیث رواہ الترمذی والامام احمد والدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انسے یہ کیون پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام علوم کا جانتا امکان بشری ہی انکشاف ہوا کیونکہ صفت باریتعالیٰ مخلوق مین قدیم ہوجانا محال ہی۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ وما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہی کہ زندہ کو موت دیتا ہی کہ اعظم از ایجاد زندہ ہی اور عجیب از ابقاء زندہ ہی اسواسطے کہ موجود مین تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہی بخلاف معدوم کے کہ اسمین کچھ قدرت نہین ہی۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف اشارہ ہی کہ نفس امارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے زائل نہین ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہی کہ اللہ تعالیٰ کا اذن و ارادہ متعلق ہو اور اسکی یاد و مناجات کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہی اور واسطی رح نے فرمایا کہ کوئی نفس نہین کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہین جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہی قولہ تعالیٰ ومن یرد ثواب الدنیا نوتہ منہا ومن یرد ثواب الآخرۃ نوتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہی اور ثواب آخرت مشاہدہ ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہی۔ قال الشیخ اور نیز ثواب دنیا محبت ہی اور ثواب آخرت قربت ہی اور نیز ثواب دنیا تو صحبت اولیاء ہی اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہی اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجالانے کا الہام ہی اور ثواب آخرت جنت و اسکی نعمتین ہین قال المترجم یہ تفسیر اشبہ بظاہر ہی درحق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح و غنیمت قرار دی ہی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

اور بہت نبی ہین کہ جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہین بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہین تکلیف ہو پہنچنے سے اللہ کی راہ مین

مَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

نہ سست ہوئے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہی ثابت رہنے والون کو اور کچھ نہین بولے مگر یہی کہا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ

کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام مین اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر

الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ع ۱۵ ۵

قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہی نیکی والون کو

وَكَاَيِّنْ ۔ کم۔ یعنی کاین بمعنے کم خبریہ ہی ای بہتیرے۔ پس مفسر رح کے نزدیک احتمال ہی کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہی کہ مرکب

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق و انکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا نچاہیے کہ انکے مراتب مین نقصان ہی بلکہ یون سمجھو کہ یہ انھین کا
مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لاشریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہی بخلاف اُن
احکام کے جو کافرون کے حق مین دیے کہ وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر مرے اُنکو غضب و لعنت کے ساتھ ہی
اور بعض اُنکو جو آیندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہی فہمائیش ملا ہوا فافہم ۔ قولہ تعالی افائن مات او قتل انقلبتم علے
اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا ۔ اسکے بعد حضرت صدیق اکبر و اس کے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ
الشاکرین ۔ یعنی ابوبکرؓ اور جس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان و یقین رکھنے مین یہ مزید جزا ر شکر کے واسطے یہ شاکرین مراد ہین اور
انکا شکر یہ ہی کہ پروردگار کے معاملہ و ولایت مین مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزا کے تھا کہ اللہ تعالی نے انکو فتح دی اور شریعت کے فراخ
خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگا دیا ۔ واسطی رحؒ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین بند
ہو گئین سوائے ایک مرد کے اسی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا سو جہ سے کہ اسپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالی
کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد مین وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے حاجز
رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابوبکرؓ کی
فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا قال المترجم اس قول کے معنے یہ ہین کہ
ای لوگو تم اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی و اضطراب و شک و بدگمانی کیا ہی تم تو اللہ عزوجل
کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہی اب بھی اسی کی عبادت کرو
اور حضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کرو اور اسمین اشارات و حقائق ہین کہ مین گنجائش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہی
قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہی کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد اسکے کہ ہمکو
اللہ تعالی نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک
کہ مر جاؤن واللہ مین انکا بھائی و ولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہی رواہ الطبرانی ستو جواب یہ ہی کہ کمال صدق ایمان
ہی اور حیات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیساکہ اسی روایت مین مصرح ہی اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر باہر تھا جب وفات ہوئی
اور اس واسطہ سے راہ بند ہو کر تاریکی ہوئی تو ہیجانی و حیرانی سب پر چھا گئی سوائے اس کے جسکی راہ مستقل کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ
ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری
ہی یہانتک کہ ابوبکرؓ نے اسپر پڑھ دی پھر انھین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر آنکہ وہ اسی
آیت کو پڑھتا تھا ۔ اور سعید بن المسیب نے عمرؓ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہو گئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث البخاری
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکرؓ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابوبکرؓ و انکے اصحاب ہین اور کہا کہ ابوبکرؓ ہی سب سے زیادہ شاکر
اور سب سے زیادہ محبوب نکلے اللہ تعالی کی طرف ۔ اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃ اتفاق کیا کہ ابوبکرؓ افضل ہین اور یہی معنی ہین کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ ابوبکرؓ خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہی اللہ تعالی اور مومنین سوائے ابوبکرؓ کے دوسرے کو ۔ یعنی خلافت لکھنے کی حاجت نہین خود ہی
ارادۂ الٰہی عزوجل جاری ہی کہ اللہ تعالے ابوبکرؓ ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہی اور اسی کے ارادہ پر مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہی پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ثواب
دنیا فتح و غنیمت ہی اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آئندہ اور آگے کے کلام سے جو
بر سبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی - وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا - ای من ثوابها - اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے
ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہی جانو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہان پہونچنے پر ملے گا اور یہ بعد
موت کے شروع ہو جاتا ہی - وَسَنَجْزِی الشّٰكِرِيْنَ - اور قریب ہم جزا دین گے شکر گزارون کو - یہ بڑا فضل کا وعدہ ہی کہ
انکا ثواب تو ملے گا پھر دینے والے ہم ہین جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہی - اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا مین نے
اپنے پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہی جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا - یعنے
حواس و عقل سب سے بالاتر ہی اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عزوجل ہی - اور آیت مین تعریض ہی ان لوگون پر جو غنیمت لوٹنے کے واسطے
خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہی ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے - اور جان رکھو کہ ثواب دنیا چاہنے سے یہ مراد ہی کہ غرض اسکی فقط
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھر ملتی ہی اور آخرت سے محروم ہوتا ہی اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہی کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہی اور دنیا مین بھی قسمت بھر ملتا ہی پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہی اور فرق
فقط ایک نیت کا ہی اور عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوا اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور شخص
کے لیے وہی ہی جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو گی
اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی
جس کی طرف اس نے ہجرت کی رواہ البخاری و مسلم و اہل السنن و المسانید و غیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف[۲] عرائس البیان مین
اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل - اللہ عزوجل نے اس خطاب مین سب کو عتاب
کیا یعنی جب مین نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول
صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہنچوا دیے کہ بلا واسطہ تمنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے
حضرت صلعم کے درمیان سے جاتے رہنے سے تزلزل کیا اور بحالت فترت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان و خلاص سے مضطرب
ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمھارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب
نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عزوجل کو مشاہدہ و معائنہ کیا تو اسکی محبت و بندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم
ہوتی ہی قال المترجم یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ او تعالی ہمارا پروردگار ہی اور اسکی پرورش کیوجہ
سے ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت و بندگی محض ذات باریتعالی عزوجل کے واسطے ہی بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ
اور انبیاء و اولیاء پر کچھ نہین مگر یہی کہ خبر دین و آگاہ کرین کہ او تعالی نے یہ حکم دیا ہی اور اسکی مراد کو ظاہر کر دین - پھر ان سب مین سے حضرت
صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا (اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو) کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر رض نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالی کو پوجتا تھا
تو اللہ تعالے زندہ ہی کبھی نہین فنا ہوگا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

یہ بطریق الزام ہی کہ تم یہود و نصاری سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود تے جانا کہ موسیٰ مر گئے مگر وہ نہین پھرے اور نصاری نے اپنے زعم پر اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوے مگر نہین پھرے تم کیونکر ایسا کر سکتے ہو۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وانما یضر نفسہ۔ اور جو کوئی اُلٹے پانون پھرا وہ اللہ تعالے کا کچھ نہ ضرر کریگا ف بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہونچاویگا کیونکہ ثواب سے محروم ہوگا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۔ نعمہ بالثبات اور اللہ تعالی ثواب عطا فرماویگا شاکرون کو۔ یعنی ان لوگون کو جو شکر کرتے ہین اسکی نعمتون کا ساتھ ثبات کے۔ یعنی قائم رہتے ہین اللہ تعالے کی فرمانبرداری پر اور اس کے دین کے واسطے لڑتے ہین اور اس کے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہون یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہین۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کی زندگی مین کہا کرتے کہ واللہ ہم اُلٹے پانون نہین پھرینگے بعد اسکہ اللہ تعالی نے ہم کو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مرے یا قتل ہوے تو ضرور مین اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جسپر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مر جاؤن رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات مین ہی کہ ابوبکر نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (جب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور مُنھ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور روکر کہا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا۔ اللہ تعالی دو موتین آپ پر جمع نہ کریگا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمر لوگون سے باتین کہتے تھے (یعنی جو حضرت صلعم کو مردہ کہیگا مین قتل کرونگا) عمر رض سے کہا کہ بیٹھو ای عمر پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالے کو پوجتا تھا تو اللہ تعالی زندہ ہی کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہین۔ اللہ تعالی نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاین تا قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین۔ ابن عباس نے کہا کہ واللہ گویا لوگون کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکر رض نے پڑھی ہی پس کوئی بشر نہین تھا مگر یہ کہ اس کی زبان پر یہی آیت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین ای وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر اور اصحاب رض ہین پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابوبکر رض شاکرون کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکر گذار اور اللہ تعالے کو محبوب تھے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بقضائہ كِتٰبًا۔ مصدر ای کتب اللہ ذلک كتابا مُّؤَجَّلًا۔ موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ۔ یعنی نہین سزاوار ہی کسی نفس کو کہ مرجاوے مگر باذن اللہ (یعنی بقضاء الہی) لکھ دیا اللہ تعالی نے اسکو وقت کرکے (کہ وہ نہ پہلے ہوسکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیون بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہین کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ مین ثابت رہنا زندگی کو نہین کاٹتا اگر وقت نہین آیا ہی۔ نفس کی طرف مرنے کی نسبت کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہین ہی مجازا ہی اور اس مین نامردون کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالی کے حکم سے اقدام کرنا اور جسکو نامرد مہلکہ سمجھتے ہین اسمین گھسنا عمر کو کاٹتا نہین ہی اور نہ اللہ تعالے کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہی جیسا کہ اعمش ارح نے حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت مین دریاے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سوایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدی ح ہین کہ تم کو کون چیز ان دشمنون کی طرف عبور کرنے سے روکے ہی یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دے گا اللہ تعالی نے فرمایا ہی۔ ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا۔ یہ کہکر دجلہ مین اپنا گھوڑا ڈال دیا انکے پیچھے مسلمانون نے بھی گھوڑے ڈالے اور ایرانیون نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان مین ایک دوسرے سے کہا دیوان اند۔ یہ لوگ دیوین اور خوفناک ہوکر بھاگے۔ رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَمَنْ يُّرِدْ بعملہ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ ای جزاءہ فیها۔ نُؤْتِهٖ مِنْهَا۔ ما قسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنے اور جس نے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا اسکو اپنے

ونزل فی ہزیمتہم لما اشیع ان النبی صلعم قتل وقال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم جب غلین معرکۂ احد مین یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی صلعم قتل ہوے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُنسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ یعنی محمد مگر رسول۔ اس ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مجاز کے ہی اور معنی یہ کہ مقصود انسے یہی رسالت ہی یہ نہین کہ اسکے سوا یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت باریتعالی ہی اور بات یہ ہوئی تھی کہ بروز احد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہؓ نے ہزیمت اُٹھائی تو ہرچند حضرت صلعم نے آواز دی کہ ادھر میری طرف آؤ ادھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایلچی مل جاتا جو عبداللہ بن ابی منافق کے پاس مدینہ جاتا تاکہ وہ ابوسفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعضے منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوے تو کیسے نبی تھے تم اپنے پہلے دین مین آؤ اور قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر تمھارے بھائی ہین پس انس بن النضرؓ نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا وہ کعب بن مالک ہین پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہین آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہم کو جب یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوے تو ہمارے دل رعب مین آگئے ہم اُلٹے پاؤن بھاگے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین مین سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگتے مین گذرا اور پوچھا کہ بھلا تم کو معلوم ہی کہ محمد صلعم قتل ہوے تو انصاری نے جو اپنے خون مین لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوے ہون تو وہ دین تمکو پہونچا چکے تم اپنے دین کی طرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ۔ رواہ البیہقی۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اس رسول کرم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنی محمد بھی انہین رسولون کی طرح عنقریب گذر جائیگا۔ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کغیرہ۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ماکان معبودا فترجعوا۔ کیا اگر مرا یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کروگے اپنی ایڑیون پر (ای لوٹ پڑوگے کفر پر) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہی یعنی وہ معبود نہین تھا کہ اسکی موت و قتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی زبان پر اُتری کہ جو احد کے روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا درحالیکہ لوگ پریشان تھے تو مصعبؓ نے اُس لعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعدؒ نے طبقات مین بطریق واقدیؒ روایت کیا کہ انکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین ہاتھ مین لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب نشان پر جھک رہے اور بازو سے چپٹا یا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوے تب نشان گر پڑا محمد بن شرحبیل عبدری راوی کہتے ہین کہ اسوقت یہ آیۃ ما محمد الا رسول تب مین اُتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہی اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہی بحرف او اور یہ جناب باری تعالے سے محال ہی جواب یہ کہ او مساوات حکم کے لیے ہی یعنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اُٹھانے کا مستوجب نہین ہی اور یہان تو درحقیقت دونون مین سے کچھ بھی نہین واقع ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی نے بہت سی آیات مین بیان فرمایا ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت صلعم قتل نہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون۔ اور واللہ یعصمک من الناس۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا۔ تو جواب دیا گیا کہ

ہین حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقبول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوۂ خندق مین ہوا جسکا بیان احزاب مین ہے - وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ - فیہ حذف احدی التائین فی الاصل یعنی تتمنون - الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ حیث قلتم لیت لنا یوما کیوم بدر لننال ما نال شہداءہ - اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہو ف کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایکدن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا تاکہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہداء بدر کو - ایسا ہی ابن عباسؓ سے مومنون کا دعا کرنا مروی ہوا ہے - اگر کہا جاوے کہ تمنئے موت تو منع ہے قرطبیؒ نے جواب دیا کہ مسلمانون سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہے جو جہاد مین صبر وثبات پر مبنی ہے نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کر ڈالین اسواسطے کہ یہ تو معصیت وکفر ہے جو بطلن جائز ہے پس درخواست شہادت کی نہی اگرچہ مودی بقتل ہو مترجم کہتا ہے کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہے اور محققین نے کہا مطلقا موت کی تمنا ممنوع نہین بدلیل آنکہ اللہ تعالی نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین - اور حضرت یوسفؑ نے دعا کی کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس مآل ممانعت کہ جزع وفزع دنیا دی محنت پر ہے اور یہان شہادت کی امید پر ہے جو قطعاً خیر ہے اسیواسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی - اور یہی اثر ابن عباسؓ مین صریح ہے کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہین ہوتا - اور یہ جو کہا گیا کہ اسمین غلبۂ کفار کی دعا ہے کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہونا شہادت ہے تو یہ وہم ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ بدر مین باوجود غلبۂ مومنین کے بھی شہید ہوئے تھے - فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ - سو تم نے موت کو دیکھ لیا ف ای سببہ وہو الحرب - یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب ولڑائی ہے کیونکہ خود موت کو انھون نے نہین دیکھا تھا - وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ - ای بصراء تتاملون الحال فلم انہزمتم - بصراء قسم اول جمع بصیر ہے پس معنے آنکھ اور حال یہ کہ تم بصیر ونظر والے لوگ ہو حالت مین تامل کی نگاہ کر سکتے ہو کہ کیونکر ہے پھر تم کیون بھاگے - اصل سوال یہ ہے کہ فقد رأیتموہ کے بعد وانتم تنظرون کے کیا معنے ہین پس بعض مفسرؒ کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہے اور یہ اخفشؒ کا قول ہے - پھر کہا گیا کہ اسمین گونہ توبیخ ہے کہ کہ انھون نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کر کے مانگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور نیز توبیخاً یہ بھی اشارہ ہے کہ بلا وجہ امتحان کی تمنا کرنا نہین چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہین ہے وہ خود امتحان مین لاتا اور توفیق دیکر خود ہی پار اتارتا ہے اور اسکے مؤید ہے جو صحیحین مین ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالی سے عافیت مانگو اور جب تم سے دشمن سے مڈبھیڑ ہو پڑے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلوارون کے سایہ تلے ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے

عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ

الٹے پاؤن اور جو پھر جائیگا اپنے الٹے پاؤن وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیگا اور جلد اللہ ثواب دیگا

الشَّاكِرِينَ ○ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ

بھلا ماننے والون کو اور کسی جان کو یہ نہین کہ مرجاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہیگا

الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ○

دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دینگے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمین سے اسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والون کو

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض وہمی ہی تو نہین دیکھتا کہ بوعلی سینا لیس الا کذا کو شفا مین اذعان کہتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہین جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الا کذا کا قائل ہی حالانکہ دونون متناقضین جمع نہین ہو سکتی ایک قطعاً غلط ہی پھر لیس الا کذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالی ایسی گمراہی سے بچاوے - ای اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہون دیکھو تصدیق ایمانی والون مین سے وہ ہین جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ مین جلائے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر تھے فافہم واللہ الہادی ہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال - اس آیت مین اللہ تعالی نے بیان کر دیا کہ جب تم معالج ایمان و تصدیق مین ہوے تو تمھارے دشمن پر تمھاری فتح و تمھارا غلبہ جاری ہی پھر غمناکی و ضعف کے کیا معنی ہین کیونکہ جسنے حقیقت حال معاینہ کیا اسکا یقین وہی یقین قوی ہی اور اس سے سب اندوہ جاتے رہے اور عارف کا سزاوار اندوہ وہ ہی جو شاہدہ سے غلبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اس کی روح کو کشادگی ہوتی ہی - اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی - فرمایا کہ غذائے ارواح پردہ پڑجانے اور تجلی ہونے مین بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کیوقت اندوہ چھا جاتا ہی پس جب پردہ مین مہجور رہا اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط و خشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق مین ہو گیا قال المترجم اسمین حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

کیا تم کو خیال ہی کہ داخل ہو جاؤ گے جنت مین اور ابھی معلوم نہین کر دیے اللہ نے جو تم مین سے جہاد کرنے والے ہین اور معلوم کرے

الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے سے پہلے سو ابھی دیکھا تمنے اسکو اور تم

تَنْظُرُوْنَ ۝ ع

دیکھتے ہو

۱۴ ع ۱۴

اَمْ - بل حَسِبْتُمْ - مفسر رح نے ام کو بل سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنی (بلکہ تم نے خیال کیا) ای الیاامت خیال کرو - اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا - لم - يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ - علم ظہور - کہ داخل ہو جاؤ تم جنت مین اور نہین معلوم کیا اللہ نے ان لوگون کو جنھون نے جہاد کیا تم مین سے علم ظہور کرکے ف مفسر رح نے لما یعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ یہ دونون بمعنے واحد ہین جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم ولما مین فرق یہ ہی کہ لما مین نفی ماضی و توقع مستقبل ہوتی ہی ای نہین صادر ہوا جہاد تم سے ماضی مین ولیکن آیندہ کو متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہ معنی لما کے امام النحاة سیبویہ رح نے ذکر کیے ہین مگر ابو حیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہین معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہون بلکہ انھون نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا اینددم متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید منکم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی فتامل - وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ فی الشدائد اور نہین جانا سختیون مین صبر کرنے والون کو ف ابھی تک ایسے لوگ متمیز نہین ہوے جو مجاہد صابر ہین اور جو جھوٹے منافق

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ہذا بیان للناس حق سبحانہ وتعالی کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہے جو امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہے مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہے پس قرآن کے لائق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہے اور نفس مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالے سے ہر اشارہ قبول کرتا ہے اور اسی گروہ کو معارف وکوشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہے اور جب یہ بات ٹھہری تو حق عزوجل نے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہے جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہے اور راہ صواب پر ہدایت ہوتی ہے کیونکہ وہ خزانہ قدم کی کنجی ہے جو اسکے ساتھ موافق رہا اسکو پردہ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہے اور سر مراد کو پہونچتے ہین **قال المترجم** اسمین اشارہ ہے کہ حروف قدیم نہین ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہے پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ مین ہین جنکا یہی قول ہے پھر جان لو کہ بعضے اکابر نے تصریح کردی ہے کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہے کہ ظاہر اسکا ظہر ہے اور بطن اسکا اگر بلا حجاب ظہر ہو تو نور سے قاری فنا ہو جاوے اور یہ بات ایسی ہے کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہے جو علما کی صورت مین ہین جب یہ بات سنتے ہین تو منھ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین اور یہی حق ہے اگرچہ وہ پڑے انکار کیا کرین - اللھم اغفرلی واہدنی احسن الھدایہ - امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے بندون کے واسطے قرآن مین تجلی فرماتا ہے اور جسکو اسکے بیان پا جانے سے الہیت صفت حاصل ہے اسی کو کشف جلال باریتعالی کی ذاتی لیاقت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالے اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہے جتنی اسنے مقامات مین ترقی کی ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رض کی صفت مین آیا ہے کہ قراءۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو رونا چلا آتا تھا - پس یہ ایسی بات ہے کہ صدیق کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہے کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہے کہ یہ حکم ہے اور یہ عبرت ہے اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق وحلاوت سے سنتی ہے اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت ومعرفت وانس سے سنتی ہے اور کوئی قوم اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ ازراہ کشف وبیان سنتی ہے اور یہ اسرار وقائع منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسماء وصفات سے کچھ بہرہ ہے جو آدم علیہ السلام کو تمام وکمال عطا ہوا تھا تو وہ جنگلی جانور ہے اسکو مشاہدۂ قرآن وملاحظہ اسرار کہان ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم بندون کو آگاہ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ وہ آدمیون کے واسطے ہے نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہے جسکا حال ہم نے بیان کیا وہی بیان الہی مین اللہ تعالی ہی کے ساتھ باقی رہتا ہے ماسوائے حق کے سب سے قطع ہوتا ہے چنانچہ فرمایا - وہدی وموعظۃ للمتقین **حضرت جعفر** رح نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کردیا لیکن اسپر متنبہ کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید وتوفیق ملی ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا - ہدی وموعظۃ للمتقین - آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھین متقیون کو حاصل ہے جنھون نے سوائے حق عزوجل کے سب چیز سے تقوی کیا ہے استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن ازراہ دلائل عقلی بیان ہے اور دوسری قوم کے واسطے ازراہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے ازراہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہے کہ عقل سے مراد یہ نہین ہے جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اپنی اصطلاح کے موافق ہے اور وہ عقل کلی ہے جسپر مین نے بارہا تنبیہ کردی ہے قولہ تعالے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون - اللہ عزوجل نے انکو حقائق ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہے اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عزوجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہے کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے اعلی ہے اور یہ مہمل کلام ہے آجتک مین اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہے قلب مین جسکو تصور وتصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام مین ہے کچھ تعلق نہین ہے اور مین نے بعض مقام پر بیان کردیا

اور قوله لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا - اور قوله ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم - اور قوله الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه اور قوله لیبلوکم ایکم
احسن عملا پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعا غلط ہے او تعالی ان کے
وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہے جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکسان ہے پس جواب اسکا متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہین کہ او تعالی
حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہے اور تغیر اسکے علم مین محال ہے لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہے چنانچہ کہتے ہین
کہ یہ علم فلان ہے یعنی یہ اسکا معلوم ہے اور ایسے ہی یہ قدرت فلان بمعنے مقدور فلان مجازا کہا جاتا ہے پس جہان علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہوتا
ہے وہان معلوم کا تجدد مراد ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیہ کریمہ مین چند وجوہ کا احتمال ہے اول آنکہ لیعلم ای لیظہر المخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تمیز
ہو جاوے مخلص از منافق - دوم آنکہ لیعلم اللہ بحذف مضاف ہے ای لیعلم اولیاء اللہ تعم جان لے وہ شخص جو اللہ تعالے کا ولی ہے ولیکن بتفخیم شان کے واسطے اپنی
طرف نسبت فرمایا - سوم آنکہ لیعلم اللہ ای لیحکم اللہ بالامتیاز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہے اسپر علم کا اطلاق کیا - چہارم آنکہ لیعلم اللہ ای لیعلم
واقعا کما کان یعلم انہ سیقع یعنی اسکو از راہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض علوم پر نہین
بلکہ واقع پر ہے اور یہی مراد ہے کلام **بیضاوی** کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہے اور وہ علم کسی شی کا اسکے موجود
ہونے کے ساتھ ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی علم ظہور ہے جو مفسر نے کہا ولیکن پوشیدہ نہین کہ علم الٰہی جسکے وجود سے متعلق ہے وہ ضرور موجود ہوگی جیسے جس
چیز کے عدم سے متعلق ہے وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم الٰہی پر ہر شی کی حالت وجود اور غیر وجود مین یکسان ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم مین کوئی فرق
نہین ہوا فافہم اسی سے **بیضاوی** نے اسکو لفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور جو خود اختیار کیا ہے کہ غرض اس سے معلوم کا
اثبات ہے بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم الٰہی مین ثابت ہے یعنی معلوم الٰہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسر کے بھی یہی معنی ہون لیکن خلاف
اصطلاح ہے اور یہ کلام جید پاکیزہ ہے اور صراحت ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رض نے اس آیہ و اسکے مانند مین کہا ہے لنری من یصبر علی مناجزۃ الاعداء
تاکہ ہم دیکھین جو صبر کرتا ہے دشمنان حق کے قتال مین - اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اللہ عز و جل نے بندون سے انکے محاورات و انکی سمجھ کے موافق کلام
فرمایا اور اس مین مجاز و استعارات و تمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہین استعمال فرمایا پس یہ کلام برسبیل تمثیل ہے ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم - یعنی
جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمایش و جاننے کو کرتا ہے ہم نے بھی ویسا ہی کیا - وَیَتَّخِذَ مِنۡکُمۡ شُہَدَآءَ - یکرمہم بالشہادۃ تاکہ تم مین
سے بعض کو درجہ شہادت کرامت فرماوے - وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ - الکافرین ای لیعاقبہم و ما انعم بہ علیہم استدراج - یہ جملہ معترضہ بیان
ہے کہ تم مین سے بعض کو کرامت دے جو ثواب جزیل سے ہے "اور اللہ تعالے کافرون کو نہین چاہتا" یعنی انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر مین
تمہر پر فتح معلوم ہوتی ہے یہ نعمت انکے حق مین استدراج ہے ای رفتہ رفتہ انکو ہلاکت مین بڑھا دیا کہ ہبل و عزی کی طرف سے فتح سمجھے اور اللہ تعالی کے ساتھ
شرک بڑھایا - وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا - لیطہرہم من الذنوب بما یصیبہم - پھر جو شہید نہین ہوے انپر فضل بیان کیا اور تاکہ پاک
کرے ایمان والون کو گناہون سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہین کسی شی کو اسکے میل کچیل سے پاک کردینا پس مومن
کو جو مصیبت پہونچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہین اگر ہون ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہین او ظاہر ایمان یہی اجر موت
ہے وَیَمۡحَقَ الۡکٰفِرِیۡنَ - ای یہلک - یعنی تاکہ کافرون کو ہلاک کرے - مدارک مین کہا یعنی اگر کافرون پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہون اور
مترجم کہتا ہے کہ مومنین مین سے شہدا لیے انکے مقابلہ مین کافرون کو ناپسند رکھا اور مومنین مین سے زندہ کو بلندی درجات و طہارت
کا فضل دیا انکے مقابلہ مین زندہ بچے ہوے کافرون کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہوتب اور شکست ہوتب اسلیے کہ دونون طرح سے موت یا گناہ ہے کی

قتل کیا اور امیر عبداللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانون کی صفین ٹوٹ گئین اور چکی گھومی اور ہوا دُبور چلنے لگی اور اہل اسلام آپسمین خلط ہوگئے
لہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع
چودہ آدمیون کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار مین سے ستر شہید ہوئے اور مشرکون نے حضرت صلعم کو گھیر لیا مگر اللہ تعالی نے انکو محروم
کیا لیکن پتھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخر کار
حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جھکر کندھے پر اُٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہ رض
نے جو جانبازی کی وہ معروف ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہان جو صحابہ منوحش بیٹھے تھے یہ لڑائی دیکھتے ہی خوف زدہ
ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آگئے اور بہتیرے تو مدینہ مین بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے اور مشرکون
نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ ای اللہ میرے اوپر نہ آسکین ور باقیون کو مت ہلاک کر کہ یہی توحید کی عبادت کرتے ہین پس مشرکین کو رعب
چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابو سفیان ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم مین محمدؐ ہین اور تم مین ابو بکرؓ ہین اور تم مین عمرؓ ہین اور حضرت صلعم
نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابو سفیان نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمرؓ اپنے کو تھام نہ سکے
اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہین پھر ابو سفیان نے کہنا شروع کیا اُعل ہبل اُعل ہُبَل۔ تو نبی صلعم نے
فرمایا کہ جواب نہین دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہین۔ فرمایا کہو اللہ اعلی و اجل۔ ابو سفیان بولا کہ ہماری عزی ہے تمھاری عزی نہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہو۔
اللہ ہمارا مولی ہے تمھارا کوئی مولی نہین۔ ابو سفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا کہ نہین تمھارے مقتول دوزخ مین اور
ہمارے مقتول جنت مین ہین۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہمارا دانون اور کبھی ہمپر آیا اور تم مقتولون مین ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے ہوئے ہین سو مین نے
انکے مثلہ کرنے کا حکم نہین دیا اور مجھے برا بھی نہین معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر مین نے بخاری و معالم وغیرہ سے
تلخیص کیا ہے۔ بالجملہ اللہ عزوجل نے مومنون کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالی کی رضامندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام و لذت اصل حاصل
کرنے کو نہین ہے اگر احد کی لڑائی مین تمکو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوئے اور ستر زخمی ہوئے تو اس سے تم حق پر ہوکر اور ثواب پاکر دنیا کی
نظر سے کیون سست ہوئے کیونکہ قوم جو باطل پر ہین اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھون نے بدر مین ایسا زخم تمھارے ہاتھون اُٹھایا مگر بے صبر نہین
ہوئے **وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا**۔ نصرفہا۔ **بَيْنَ النَّاسِ**۔ یوما لفرقۃ و یوما لاخری لیتعظوا۔ اور یہ ایام ہین کہ انکو ہم گردش
دیتے ہین لوگون کے درمیان **ف** کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور اسمین ہماری حکمتین
ہین چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑین مترجم کہتا ہے کہ یتعظوا مقدر کرنے مین اشارہ ہے کہ یہ معطوف علیہ ہے اور اس کا معطوف قولہ۔ وَ
لِيَعْلَمَ اللَّهُ۔ علم ظہور۔ **الَّذِينَ آمَنُوا**۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم۔ اور تاکہ جانے اللہ تعالے علم ظہور کے ساتھ ان لوگون کو
جو ایمان لائے یعنی ایمان مین مخلص ہوئے ہین غیر مخلصون سے **ف** مترجم کہتا ہے کہ ظاہر آیۂ کریمہ سے وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان
ایام کی مداولت لوگون مین اسواسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالی تمام حوادث
و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے وقد قال ولا یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی السموت ولا فی الارض۔ اور پوشیدہ نہین
تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان و زمین مین اور اسپر اجماع ہے کہ اسکا علم قدیم ہے اور اسمین تغیر محال ہے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات
مین ہے قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم۔ اور قولہ و لقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین

لہ یعنی جواب نہ ۱۲

پیروی ہین جیسے بیضاوی وغیرہ تے یون تفسیر کی ای لاتہنوا ان صح ایمانکم یا انتم الاعلون ان منتم حقا۔ تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر اشکال
وارد کیا گیا کہ اللہ تعالی نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ او تعالے دانا ہے اور لوگون نے جواب دینے شروع کیے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب
کہ حرف ان بمعنے شک نہین ہے صحیح ہے ولیکن کھلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہے پس نظیر اسکی یہ کہ زید کو معلوم ہے
بکر مرگیا اسنے خالد سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرا لاوے تو قبول ہے آمین کوئی لاعلمی نہین فافہم۔ اِنْ یَّمْسَسْکُمْ یُصِبْکُمْ یا احد قَرْحٌ
بفتح القاف وضمہا جہد من جرح ونحوہ۔ اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جراحت وغیرہ کے۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ
الکفار قَرْحٌ مِّثْلُہٗ۔ ببدر سو پہونچ چکی ہے قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنی بدر مین ف جملہ فقد مس الخ علت جزا ہے خود جزا نہین ہے
اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولا تہنوا یا اہل الحق فقد مس القوم الذی علی الباطل قرح مثلہ وقد قاتلوکم ولم یہنوا۔ یعنی اگر تم کو احد مین مصیبت
پہونچی تو صابر رہو سست مت ہو اے اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہونچ چکی تھی مگر وہ لوگ سست نہین ہوے بلکہ
دوبارہ تمسے لڑنے آئے۔ پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قراءت ہے اور بضم قاف حمزہ وکسائی وابوبکر کی قراءۃ ہے اور دونون کے معنی واحد ہین وقیل بالفتح
الجرح وبالضم المہ۔ اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہے کیونکہ یہ مساس ماضی ہوچکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو تقدیر کان ہے ای
ان کان ہے ای ان کان یمسسکم۔ اور جاننا چاہیے کہ روز بدر مین کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے
فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور اسیقدر کے قریب
مجروح ہوے۔ اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر برسائے
اور مومنون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتولان یاد دلاتی
تھین پھر مسلمانون کے تیراندازون نے مشرکین سوارون کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی
کہ کون مقابلہ کو آتا ہے پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہوگیا وہ لشکر کا مینڈھا تھا پس رسول اللہ
صلعم خوش ہوے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئین اور اسوقت ہوائے صبا چل رہی تھی
پھر مشرکون کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہ رض نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ کتے
کی سی زبان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی
عاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ
وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قارظ نے لیا پھر صؤاب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع
کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرکہ عورتین ہند بنت عتبہ وغیرہ پیرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار چڑھالی تھی
کہ انکی خلخال ظاہر ہوگئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو غنیمت لو پس عبداللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تمسے
نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد نہ تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین
پس مشرکون کا پڑاؤ لوٹنا شروع کیا اور جو پاتے لے لیتے مگر امیر عبداللہ بن جبیر مع چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہے اور کہا کہ حکم رسول
خدا سے تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منہ پھیر دیے گئے یہ نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن ولید نے
تحک کر دیکھا کہ پہاڑ کی گھاٹی خالی ہے پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقیون تیراندازون پر حملہ کرکے

لیے بیٹھا تھا اور کافرین جنھون نے دنیا کے مال متاع ودولت کے لیے کفر کیا تھا اس ساز وعمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب ومواخذہ آلہی مین ہلاک ہوجاتے تھے اسیواسطے فرمایا۔ فَسِيرُوا۔ ایہا المومنون۔ فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ۔ الرسل ای آخر امرہم من الہلاک فلا تحزنوا لغلبتہم فانا امہلہم لوقتہم۔ سو پھرو (ای مومنو) زمین مین اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والون کا ف جنھون نے رسولون کو جھٹلایا یعنی آخر امر انکا ہلاک ہے پس تم غمناک نہو مشرکون کے غلبہ سے کہ مین انکو ڈھیل دیتا ہون انکے وقت تک ف مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنون کو ہے اور شاید کہ تخصیص کی چندان ضرورت نہین مومن وکافر سب کو ارشاد ہے پس مومنون کو صبر دلانا اور کافرون کو زعم توڑ دینا دونون اسمین حاصل ہونگے اور یہ امر یعنی فسیروا کا امر وجوب کا نہین ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر اعتبار کا ہے یعنی عبرت حاصل کرو انکے آثار سے جو کھنڈل ونشان پڑے ہین چنانچہ ایک مقام پر فرمایا۔ تلک عاد جحدوا بآیات ربہم یعنی اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈرون ونشانون کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد تھی جنھون نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا پس یہ عبرت مومنون کو بیان آلہی پر جو قرآن مین مذکور ہے یقین سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنی عبرت۔ وہ حاصل ہوگئی بدون پھرے اور کافرون کو کچھ بھی نافع نہین خواہ پھرین یا نہ پھرین اسیواسطے آگے فرمایا۔ هَٰذَا۔ القرآن۔ بَيَانٌ لِّلنَّاسِ۔ کلہم۔ وَهُدًى۔ من الضلالۃ۔ وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ۔ منہم۔ یہ قرآن بیان ہے آدمیون کے لیے یعنی سب آدمیون کے لیے خواہ کافر ہون یا مومن ہون اور ہدایت ہے گمراہی سے اور موعظت ان لوگون کے لیے ہے جو انمین سے متقی ہین ف ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ اصحاب روایت ودرایت نے کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلون کا ہے جو اللہ تعالے نے تمام لوگون کی عبرت وہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انھین کو ہے جو شرک سے بچے ہوئے مومن ہین کہ انکو عبرت حاصل ہوتی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران مین سے اول جو اترا وہ قولہ ہذا بیان للناس الآیہ ہے پھر بقیہ بعد احد کو نازل ہوا۔ یہ روایت تفسیر مذکور کو موید ہے اور حسن بصریؒ سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہی صحیح ہے نزدیک لیکن جو نہین سمجھا اسنے کہا کہ یہ بعید ہے حالانکہ یہ اسکا وہم ہے۔ اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا۔ یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے مفہوم کی طرف ہے باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والون کے لیے ہے متقیون کے لیے بھی نصیحت وزیادہ ہدایت ہے یا اس ملخص کی طرف اشارہ ہے جو بین متقین وتائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت مین قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان وتوبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ رکیک باتین تکلف کی البتہ بعید ہین۔ وَلَا تَهِنُوا۔ تضعفوا۔ عن قتال الکفار ضعیف نہو کافرون کے ساتھ لڑنے سے۔ وَلَا تَحْزَنُوا۔ علی ما اصابکم باحد۔ اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن۔ کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین مین سے (از انجملہ سید الشہداء حمزہؓ ومصعب بن عمیرؓ ہین) اور ستر انصار مین سے شہید ہوئے تھے۔ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ۔ بالغلبۃ علیہم۔ اور تمھین اونچے ہو بغلبہ کیسا تھ ف یعنی آخر تمھین کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہین ہو۔ جملہ اسمیہ فرمایا۔ اور یہ بشارت ہے سا یہ مطلب کہ غلبہ تمھین کو اس معنے کر ہے کہ بدر مین تمنے اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی۔ یا غلبہ نیز از راہ شان ہے کہ تم اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ مین دوزخی ہین والاول ارجح۔ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ۔ حقا وجوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ۔ اگر تم مومنین ہو ف یعنی سچے اور اسکا جواب محذوف ہے جسپر مجموع ما قبل دلالت کرتا ہے۔ یعنی وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا۔ پھر حرف ان تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمین شک ہو تو جواب یہ کہ محی السنۃ نے معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم۔ اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لاتہنوا یا انتم الاعلون سے اسکا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی سبب یہ کہ تم مومن ہو۔ کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم وصحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہین ہو سکتا کہ شرط اپنے حقیقی معنی پر ہو۔ اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

بن خلاد سے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہے تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا یہی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اچھا کلام ہے قائل۔ اور شیخ محمد بن علی سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالےٰ والذین اذا فعلوا فاحشۃ کے معنے کیا ہین تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا یہی فاحشہ ہے اور پھر قولہ او ظلموا انفسہم مین کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہے پھر قولہ ذکروا اللہ مین کہا یعنی انکو توفیق الٰہی پہونچی اور اللہ عزوجل کی طرف سے انکو عصمت حاصل ہوئی۔ پھر قولہ فاستغفروا لذنوبہم مین کہا کہ اپنے افعال و اقوال سے انھون نے استغفار کیا۔ پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ مین کہا کہ انھون نے جان لیا کہ اللہ عزوجل کی طرف پہونچنا ممکن نہین ہے مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب مرتبۂ رضا مین پہونچ ہو سکتی ہے۔ اور استاد رحمہ نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہے اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسیطرح متفاوت ہے اور اکابر کے دلون مین مخالف حکم خدا و رسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہے جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع مین آنا۔ اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہو جانے کے بعد اپنے اقوال و احوال کو دیکھنا نور مین تاریکیان ہین۔ قولہ تعالیٰ اولئک جزاؤہم مغفرۃ من ربہم وجنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ونعم اجر العاملین۔ جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہے اسکو پورا کیا اور نفس و ہوا کی بدخلقیون سے اپنے آپکو پاک کیا اور پھر بھی اپنے آپ مین تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے مین تحمل رہا اور محبت و معرفت مین خلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان مین اپنے دل و جان کو قربان کیا اور نادم ہوکر استغفار کرتا رہا تو حق عزوجل اسکو اونچے مقام مین پہونچاتا ہے کہ اسکو اپنے مشاہدۂ عزت تک واصل کرتا ہے اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

ہو چکے ہین تم سے آگے دستور سو پھرو زمین مین تو دیکھو کر کیا انجام کار ہوا جھٹلانے والون کا

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ

یہ بیان ہے لوگون کے واسطے اور ہدایت و نصیحت ڈر والون کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی

الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَ

غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہے اسکی مثل اور

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ

یہ دن ہین کہ گھماتے ہین ہم انکو لوگون مین اور اسواسطے کہ جانے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم مین سے شہید

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ

اور اللہ نہین چاہتا ناحق والون کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والون کو اور مٹا دے کافرون کو

جب جنگ احد مین مسلمانون نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سنن جمع سنت بمعنے طریقہ ہے اور مراد وہ وقائع ہین جو اللہ تعالےٰ نے گذری امتون مین حادث کیے اور معنی یہ کہ تمسے پہلے اگلی امتون کے کافرون و رسولون کے جھٹلانے والون کے طریقے گذر چکے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک وقت تک کافرون کو استدراجاً چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پر کافرون کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس واقعہ کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنون کو کافرون کے ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتون مین بھی ہوتا رہا ہے یہ تھا کہ مومنین ہی غالب بنتے ہون اور کافر ایذا نہ دے سکتے ہون ہان انجام کار مومنون کے

مستغرق ہوتا ہے اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہین ہے اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی نہین کہ جو پورا وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔ مگر آنکہ اسکے واسطے جنت کے آٹھون دروازے کھولے جاوینگے جس دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفانؓ نے حضرت صلعم کا سا وضو کر کے لوگون سے کہا کہ مین نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا وضو کرے پھر دو رکعتین پڑھے جنمین اپنے نفس سے باتین نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری ومسلم) وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا - بل اقلعوا عنہ وَهُمْ يَعْلَمُونَ - ان الذی اتوہ معصیۃ - یعنی انھون نے استغفار کیا بھی سمجھکر کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہ بخشنے والا ہے) اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہو گئے) یہ یقین کر کے کہ جو انھون نے کیا وہ بُرا فعل نافرمانی کا تھا ف جانو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی یہ نیت نہ رکھی کہ پھر اسکو کرونگا ورنہ توبہ نہوئی کیونکہ زبان پر توبہ اور دل مین گناہ کا مزا بھرا ہوا ہے تو توبہ کے معنی تو اس سے بالکل منھ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ پھر یہ اصرار نہ کرنا اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یہ نہین کہ مثلاً روپیہ پاس نہ رہا تو زناکاری چھوڑ دی بلکہ مرد خدا و خاصان حق وہی ہین جو سب کچھ ہوتے ہوے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گناہ چھوڑتے ہین اور شیطان کے بندے نہین بنتے ہین اگرچہ بمقتضاے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاق تقدیر سے دن مین ستر بار ایسے گناہ سرزد ہو مگر جب سرزد ہوا فوراً بیزار ہوے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور اصرار یہ ہے کہ بیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب رہے گویا کچھ باک نہین ہے۔ اسیواسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہے۔ اور ابو سعیدؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری مین کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہے کہ مین برابر آدمؑ کی اولاد کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحین انکے جسمون مین رہینگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ مین برابر انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے بخشش مانگے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت ابو بکر الصدیق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کر لیا اسنے اصرار نہین کیا اگرچہ دن مین ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ ابو یعلی والترمذی وابو داؤد والبزار و قال ابن کثیر ہذا حدیث حسن) اور حدیث عبد اللہ بن عمرو مین ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہے ان لوگون کی جو اپنی بدکرداری پر اصرار کرتے ہین حالانکہ جانتے ہین (رواہ احمد) پھر فقہ آیۂ کریمہ یہ ہے کہ آدمی سے گناہ بعید نہین ہے اور اللہ تعالیٰ کو استغفار پسند ہے اور اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہے اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہے اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکر و فریب سے بہکاتا ہے۔ ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہین کہتے ہین کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان خوب رویا اور عطاف بن خالد نے کہا مجھے خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور رویا چلایا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہے بولا کہ کتاب اللہ تعالیٰ مین ایک آیۃ اتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر اسنے بیان کیا تب وہ بولے کہ ہم آدم کی اولاد کے واسطے ہوا و ہوس کے دروازے کھول دینگے کہ وے توبہ ہی نکرینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی جانتے رہینگے کہ ہم ٹھیک چال چلتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حق عزوجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا۔ وتوبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون۔ توبہ کرو اللہ تعالیٰ سے سب کے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤگے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندون توبہ کرنے والون فرمانبرداروں پر انعام ذکر فرمایا۔ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ایسے بندون کے واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عزوجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہے اور باغات جنت ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین درحالیکہ انمین ہمیشہ رہینگے ف جب سے داخل ہون یعنی انکے واسطے مقدر ہے کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہین۔ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ - بالطاعۃ ہذا الاجر و بھلا اجر طاعت کے ساتھ عمل کرنے والون کا اجر ہے ف یعنی یہ ثواب طاعت بہت خوب ہے ف فی اشارات العرائس نحو الذین اذا فعلوا فاحشۃ شیخ ابو عبد اللہ

يَعْلَمُونَ ○ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن
بوجھتے — ایسیون کی جزا ہو — بخشش — انکے رب کی — اور باغ — جنکے نیچے بہتی

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ○
نہرین — رہ پڑے — انمین — اور بھلی مزدوری ہو کام کرنے والونکی

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً ۔ دنیا قبیحا کا لزنا۔ یعنی فاحشہ صفت محذوف ہو ای فعلۃ فاحشۃ اور یہ ہر چند کہ ہر معصیت پر بولا جاتا ہو مگر بقرینہ مابعد یہان گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہو اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا مین ہو وار وہی جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہو اسلیے کہ اصل مین فحش بمعنے قبح وخروج ازحد ہو یعنی ایسے بندے جنھون نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ۔ بما دونہ کالقبلۃ یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہو۔ اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم نفس صغیرہ گناہ ہو (یہ بھی اسی کے مساوی ہو) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنے دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے کھلم کھلا شراب پینا اور ظلم نفس جو ایسا نہو۔ ذَكَرُوا اللَّهَ ۔ ای عیدہ۔ تو یاد کیا اللہ کو ف یعنی وعید الٰہی کو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہو وہ یاد کیا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی موید ہو جو صحیحین مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہو کر عرض کرنے لگا کہ ای پروردگار میرے مین نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہو جو گناہ کو بخشدیتا ہو اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہو۔ مین نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عزوجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح چوتھی بار حدیث مین مذکور ہو کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضاً اور ظاہر حدیث یہ ہو کہ یہ کسی خاص بندے کا حال ہو اور امام احمد نے روایت کی کہ ابوہریرہ رضہ نے فرمایا کہ ہم لوگون نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہین تو ہمارے دل رقیق ہو جاتے ہین اور ہم آخرت کے لوگون مین سے ہو جاتے ہین پھر جب آپ سے الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہو اور ہم عورتون واولاد کی خوشبو سونگھتے ہین تو ہمارے دل غافل ہو جاتے ہین۔ فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھون تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھر مین تمھاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (رواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہم) غرضکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندون کا ذکر فرمایا کہ جب انسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم نفس صادر ہوا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا۔ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۔ پس اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہون کی مغفرت چاہی ف یعنی انکا دستور ہو کہ فوراً ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو ضرور اللہ تعالیٰ اسکو بخشدیتا ہو رواہ احمد والترمذی واہل السنن وابن حبان والبزار والدارقطنی قال ابن کثیر وہو حدیث حسن جدا۔ وَمَن ۔ ای لا احد يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۔ اور کون ہو ای کوئی نہین ہو جو بخشے گناہون کو سوائے اللہ کے۔ یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہو مع بیان اس امر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عزوجل ہی سے مخصوص ہو اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہو اسی سے مفسر نے لا احد سے تفسیر کی و نکرہ تحت مین نفی کے تمام کو

ممن ظلمھم ہی الناس کین عفو تھم۔عفو کرنے والے لوگون کو یعنی ان لوگون کو جنھون نے انپر ظلم کیا ہوا ور حاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے چھوڑنے والے اور حاصل یہ کہ کسی نے انپر ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اسپر مواخذہ عائد ہو پس انھون نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کردیا بدلا نہین لیا خواہ برا کرنے والا کوئی ہو انکا مملوک ہو یا نہو۔ اور یہ عفو ایک احسان ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ جو تجسے میل کو توڑدے تو اس سے مل اور جو تجپر ظلم کرے یعنی ایسی بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کردے اور جو تجسے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۔ بہذہ الافعال ای یثیبھم۔ اور اللہ دوست رکھتا ہی محسنین کو جو ان افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہین اور دوست رکھنا یہ کہ ان کو ثواب جمیل دیگا۔ پس المحسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کہ اس سے یہی مذکورین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہوسکتا ہی کہ جنس احسان جس سے صادر ہوا سکو دوست رکھتا ہی اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہون جو اسلام و ایمان سے اعلی مرتبہ احسان پر فائز ہون واللّٰہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ جنگ احد مین حضرت حمزہ رضہ شہید ہوے کافرون نے انکے بند بند کاٹکر صورت بگاڑدی حضرت صلعم نے غمناک ہوکر فرمایا کہ مین قابو پاؤنگا تو انمین سے ستر کو مثلہ کرونگا۔ ان آیات مین عفو و احسان سے تسکین دینا نکلتا ہی ف۲ شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی واتقوا النار التی اعدت للکافرین۔ اس آیت کریمہ مین عجیب لطیف اشارہ ہی اور وہ ظاہر بیان ہی کہ دوزخ کو اللہ تعالی نے مومنون کے واسطے مہیا نہین فرمایا ہی اور انکے واسطے مخلوق نہین کیا کیونکہ اعدت للکافرین فرمایا پس جب کافرون کے واسطے ہوئی تو مومنون کے واسطے مخلوق ہوئی لیکن مومنون کو اس سے زجر نصیحت کے طور پر خوف دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہی اگرچہ اسکو تلوار سے نہین ماریگا اور نہ شیر کے آگے ڈالیگا پس باقی رہا یہ امر کہ یہ آیت اپنے سچے مومن بندون پر لطف و شفقت ہی اور اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہی کہ اللہ تعالی نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دوسرون کے واسطے مخلوق ہی اور مقصود تجلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہی اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تجلی سے ہی یعنی دوزخ کے معاملہ مین تم مجسے تقوی کرو کیونکہ مین آگ کو جلاتا اور اپنے سے اسکو عذاب دیتا ہون اور یہ عین الجمع کے مقام کا بھید ہی شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ عوام کے حق مین آگ مین ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہین اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہین اور خاص بندون کو اپنے سے تقوی کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر کی طرف نظر مت کرو چنانچہ فرمایا واتقون یا اولی الالباب۔ یعنی اے خاص بندو۔ قولہ تعالی وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السموٰت والارض الآیۃ حق عزوجل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہی کہ جس طرح اسنے پیدا فرمایا ہی اور وہ اپنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکتے ہین پس دو علتون سے اپنی فرمانبرداری کی طرف انکو بلایا ایک مغفرت دوم جنت اور خاص بندون کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلایا چنانچہ فرمایا ففروا الی اللّٰہ الآیۃ۔ پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہون یا خواص ہون ادراک امتحان مین مجرم ہین اور اس آیہ کریمہ سے سبھون کا مجرم ہونا ثابت فرمایا اسواسطے کہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہین پر یہ انکا گناہ کیسا ہی کہ قدر حق عزوجل سے آگاہ نہین یعنی اسکی قدر کمال کو نہین پہچانتے ہین جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالی اگر ملائکہ کو عذاب کرے تو بجا ہی۔ عرض کیا گیا کہ وے تو معصوم ہین فرمایا کہ حق عزوجل کو کمتر پہچانتے ہین۔ اسیواسطے بندون کو علی العموم مغفرت کی طرف بلایا۔ قال المترجم شیخ کی مراد قدر حق عزوجل سے وہ قدر ہی جو اسکی عظمت و جلال ذات پاک کے ساتھ ہی اور یہ ممکن نہین کسی کو میسر آوے اسواسطے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالے کو ادراک نہین کرسکتا یعنی محیط نہین ہوسکتا۔

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا

اور وہ لوگ جو کر بیٹھین کچھ کھلا گناہ یا برا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو سو بخشش مانگین

لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ

اپنے گناہون کی اور کون ہی گناہ بخشتا سواے اللہ کے اور نہ اڑے رہین اپنے کیے پر جانتے

سے مروی ہے اور کاف سے اشارہ ہے کہ تمثیل منظور ہے یہ نہیں کہ اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہے اور عرض بمعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہیں لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر میں بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کر کے اسکو موجہ کیا ہے اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہے تو طول کا کیا ٹھکانا ہے کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کیموافق تصویر ہے تحقیقی حد عرض کی بیان نہیں ہے - اور حضرت
انس رضہ سے پوچھا کہ جنت آسمان میں ہے یا زمین میں فرمایا کہ کون آسمان و کون زمین ہے جسمین جنت سماویگی وہ آسمانون سے اوپر زیر عرش ہے اور قتادہ
سے روایت ہے کہ صحابہ جنت کو آسمانون کے اوپر اور دوزخ کو زمینون کے نیچے جانتے تھے - اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ
ہرقل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہیں جسکا عرض آسمان و زمین ہے تو دوزخ کہان رہی آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب دن آئی
تو رات کہان رہا - اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمرو و ابن عباس سے یہود کے جواب میں روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہے یہ
انکا عناد تھا اور معنی یہ ہیں کہ جہان اللہ چاہتا ہے رکھتا ہے بندے کا علم اسکی خلقت کو کہان حاوی ہے کیا اسکی خلقت بس اسقدر میں منحصر ہے یہی
سے آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنی پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے احاطہ کریں - اُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِيۡنَ - اللہ
بعمل الطاعات وترک المعاصی - یعنی مہیا کی ہوئی ہے ایسے بندون کے واسطے جو تقویٰ کرتے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداریان کر کے اور نافرمانیان چھوڑ کر
اس میں دلیل ہے کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہے جیسے دوزخ اور اسمین معتزلہ کا رد ہے جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور نیچری فرقہ کا مرتے رد ہے جو جنت و دوزخ کے
قائل نہیں ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تلک الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فی الارض الآیہ - یعنی اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے
واسطے ہے پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہیں تو کافر ہیں اور تاویل وہ مقبول ہے جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جنت وغیرہ کی جسطرح
خبر دی ہے وہ سب خدا کی قدرت میں ہے جیسی مخلوق چاہے پیدا کر دے - اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ - فی طاعۃ اللہ یعنی جن خرچ کرنے والون کی
تعریف کی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے ہیں اور طاعت میں تمام اُن وجوہ پر خرچ کرنا داخل ہے جنپر شرع میں ثواب کی نیت سے
ثواب کا وعدہ ہے حتیٰ کہ اپنی و اپنی اولاد و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ دینا بھی داخل ہے اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو - اگر کہا جاوے
کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال - اسکا مال کچھ نہیں مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پرانا کیا تا آخر حدیث تو جواب یہ
ہے کہ مقصود حدیث سے مال کار آمد ہونے کا بیان ہے وہ ان وجوہ سے حاصل ہوتا ہے ہان اسمین تعریض ہے کہ اولیٰ مرتبہ سے حاجت و کفایت سے
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنیٰ مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے میں جو اسوجہ سے ثواب ہے وہی اوسط و اعلیٰ مرتبہ حاجت تک اسراف سے
نیچے ثواب ہوگا بخلاف صدقہ کے کہ اسمین زیادہ ثواب ہے - فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ - ای الیسر والعسر یعنی راہ الٰہی میں خرچ کرنے میں حالت فراخ دستی
میں اور تنگدستی میں پس سراء کی تفسیر یسر اور ضراء کی عسر سے کی ہے اور حاصل اسکا سخاوت ہے پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہیں جسکی تعریف مع بخل
کے مذمت کی احادیث صحاح میں وارد ہے - وَالۡكٰظِمِيۡنَ الۡغَيۡظَ - الکافین عن امضائہ مع القدرۃ - کف تشدید فاء بمعنے روکنا و دبانا یعنی
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روکنے والے ہیں - کیونکہ تعریف یہی ہے کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہیں سکتا
وہ تو خواہ مخواہ پی جائیگا یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال حلم کا بیان ہے - اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست
وہ نہیں جو دوسرون کو پچھاڑے بلکہ وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری و مسلم - اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکو مجمع خلائق کے روبرو بلا کر اختیار دیگا
کہ حوران بہشتی سے جسکو چاہے پسند کر لے رواہ الترمذی و ابو داؤد اور یہ کمال رضامندی کا بیان ہے - وَالۡعَافِيۡنَ عَنِ النَّاسِ

اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۔ بالف وو وہا بان تزیدوا فی المال عند حلول الاجل وتوخروا الطلب یعنی اکثر کی قراۃ مضاعفۃ بالف از باب
مفاعلہ ہے اور نافع و ابن عامر و یعقوب کی قراۃ بدون الف از باب تفعیل ہے اور معنی یہ کہ مت کھاؤ سود ضعاف مضاعفہ باینطور کہ ادا کرنے کی
میعاد آنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت و تاخیر ویدو ۔ جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ یہ کلام مذکورہ بالا ایت غیبت ترہیب کے واسطے مبتدا ہے
اور بعض نے کہا کہ قصہ احد کے درمیان کلام معترضہ ہے ۔ پھر مضاعفہ کی قید اسواسطے نہیں کہ سود کھانا اس قید کے ساتھ کہ مضاعفہ ہو تب حرام ہے
ورنہ نہیں کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سود مطلقا حرام ہے پس یہ قید بیان اہل عرب کی عادت کے موافق ہے کہ وہ ایک مدت کے واسطے قرض دیتے تھے اور سود
مقرر کرنے پھر میعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ کرتا تو باہمی رضامندی سے کسیقدر مال اصل میں بڑھا کر پھر میعاد مقرر کر دیتے یہانتک کہ قرضخواہ اکثر اپنی
اصل سے کئی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ اضعاف جمع ضعف کی ہے چونکہ جمع قلت ہے اور مراد کثرت ہے لہذا مضاعفہ کی قید بڑھا دی ۔ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ ۔ ڈرو یعنی سود خواری چھوڑنے کے ساتھ تقوی کرو اور مترجم کے نزدیک ظاہر یہ کہ اللہ تعالی کا تقوی کرو ہر بات میں از انجملہ یہ بھی ہے کیونکہ
فرمایا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ تفوزون ۔ فوز وسعادت دارین حاصل کرو ۔ یہ امر پورے تقوی پر حاصل ہوگا اور اسمین دلیل ہے کہ سود خواری کبیرہ
گناہ ہے اور اسکو حلال جاننا کفر ہے اور آگے فرمایا ۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ ان تعذبوا بہا ۔ یعنی دوزخ سے بچو یعنی
بچو اس بات سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ اسمین مسلمانون کو تہدید ہے کہ ربوا وغیرہ جو اللہ تعالی نے حرام کیا ہے اسپر آگ
کی عقوبت رکھی اسکے مرتکب ہون اور مدارک میں کہا کہ ابو حنیفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہے کہ اللہ تعالی نے اسمین مومنون کو اس آگ کی وعید کی جو
کافرون کے واسطے مہیا ہے بشرطیکہ تقوی نہ کرین اور حرام سے اجتناب نہ کرین اور تفسیر مدارک میں کہا کہ اسمین مرجیہ فرقہ کا رد ہے جو کہتے ہین کہ ایمان کے بعد
کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک کافرون کے سوائے گنہگار مومن دوزخ میں جائیگا مگر آخر اسکو جنت ملیگی مترجم کہتا ہے کہ غنیۃ الطالبین
وغیرہ سے جو لوگ نقل کرتے ہین کہ امام ابو حنیفہ مرجیہ مذہب تھے یہ سب بہتان ہے ۔ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۔ اطاعت کرو اللہ و رسول
کی ف محمد بن اسحاق نے کہا کہ اسمین ان لوگون کو عتاب ہے جنھون نے احد کے روز حکم حضرت صلعم کی نافرمانی کی لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ یعنی اطاعت کرو
بامید رحمت الہی عزوجل ۔ کذا قیل ۔ وَسَارِعُوْٓا ۔ اور جلدی کرو ف اکثر کی قراۃ وسارعوا بواو عطف بر ما قبل ہے اور نافع و ابن عامر کی
قراۃ بدون واو جملہ مستانفہ ہے ۔ اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلا روایت کی کہ مسلمانون نے حضرت صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ کیا بنی اسرائیل ہمسے
بنسبت اللہ تعالی کے نزدیک بزرگ تھے کہ جب انمین کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پر کفارہ لکھا ہوتا کہ ناک کاٹ کان کاٹ یہ کرو کر پس
نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پس یہ آیت اتری وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم الآیۃ ۔ اخرجہ عبد بن حمید وغیرہ اور حاصل جواب یہ کہ تم لوگون کو کرامت
ہے کہ اللہ عزوجل نے تمھارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہین جو ثواب کے ساتھ کفارہ گناہ بھی ہین کما فی قولہ ان الحسنات یذہبن السیئات
یہ نیکیان دور کرتی ہین گناہون کو ۔ اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۔ ابن عباس سے ایک روایت میں اے اسلام کی طرف اور دوسری مین ای توبہ
کی طرف و از علی کرم اللہ وجہ ادائے فرائض کی طرف و از انس و سعید بن جبیر نماز جماعت کی تکبیر اولی کی طرف اور بعض نے اخلاص و بعض نے جہاد
فرمایا اور ظاہر معنے یہ ہین کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے پس یہ سب امور اسمین شامل ہین لہذا کہا گیا کہ اعمال صالحہ کی طرف
وَجَنَّةٍ ۔ یعنی سارعوا الے جنۃ پہلے گناہون سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑایا پھر ثواب حاصل کرنے کو جنت و رضامندی کی
طرف راہ دی ۔ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۔ ای کعرضہما لو وصلت احدہما بالاخری والعرض السعۃ ۔ یعنی ایسی جنت کیطرف
جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین ہے ای مانند پھیلاؤ ان دونون کے ہے اگر ایک دوسرے سے ملائے جاوین اور عرض بمعنی وسعت ہے یہ تفسیر ابن عباس

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ ملکا وخلقاً وعبیداً۔ یعنی ہر طرح سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہو از راہ ملک واز راہ خلق اور بندے ہونے کے۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ المغفرة له۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے جسکے لیے مغفرت منظور ہو۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ۔ تعذیبہ۔ اور عذاب فرماتا ہے جسکے اوپر عذاب منظور ہو۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ۔ لاولیائہ۔ رَّحِيْمٌ۔ باہل طاعتہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء مومنین کے واسطے غفور ہے اور اپنے بندگی کرنے والوں کے واسطے رحیم ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لیس لک من الامر شی سید علیہ السلام نے چاہا کہ مجرمین و کافرین جو ایسی باتیں شرک و کفر کی کہتے ہیں جو لائق جلال الٰہی عزوجل نہیں ہیں اُن سے ساحت کبریائی پاک ہو اور یہ چاہنا حضرت رب العزۃ عزوجل کے جمال پاک پر غیرت کھا کر تھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہے اسکو یہ لحاظ نہیں بھی رہتا ہے کہ امر قدم ایسے لوگوں کے حق میں جو مستور و حجاب میں محجوب ہیں امتحان کے پردوں کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہے لہٰذا حق عزوجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ اے تو کہاں ہے تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہیں کیا کہ ان لوگوں کے حق میں کس کیفیت سے جاری ہوئی ہے تو دیوان ازل میں غور سے نظر کر یہ لوگ تو تیرے سلیہ سے میرے خدمتگزار بندے ہیں اگر تو اس غیرت سے منہ پھیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو ہر بددعا کرنے سے بے پروا ہوگا اس قول کی تصدیق آگے موجود ہے کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم۔ مترجم کہتا ہے کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ اہل امانت ہیں بعد چند روز کے تو دیکھے گا کہ انسے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان بازیاں ہونگی انکے مقابلہ میں تو اپنے اعمال کو حقیر جانیگا اور در واقع ایسا ہی ہوا کہ جہاد شام و ملک مغرب میں اُنسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپکو اطلاع تھی پھر بھی انکے فی الحال کے کفر پر غیرت کھا کر بددعا فرمائی فافہم واللہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے یہاں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب سکھلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثریٰ تک صاحب کرم و رحمت ہیں چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقولہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنی تو جس حال پر ہے اپنی امت پر رحم کر اور ان پر بددعا نفرما۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی خلق و صفت سے یہ ہے کہ سب پر رحمت فرماتا ہے اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء و مرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انہیں سے مخصوص ابراہیم و عیسیٰ علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ اسنے کہا فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اور عیسیٰؑ نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۚ

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمھارا بھلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۚ

اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۙ

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت پر جس کا پھیلاؤ ہے آسمان و زمین تیار ہوئی ہے پرہیزگاروں کے لیے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ

جو خرچ کرتے ہیں آسانی میں اور تکلیف میں اور دباتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ

اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے احسان کرنے والوں کو

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہی یا انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہین اور اللہ کا مال ہی

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو کچھ آسمان مین اور جو زمین مین ہی بخشے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم - اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی مین خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک بیچ کر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنھون نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہی اسی کے مانند امام مسلم و احمد نے حضرت انس رض سے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقا ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مربوط ہی اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ای اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان پر اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شئ الآیہ پھر اللہ تعالی نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی وہذا لفظ احمد - اور دوسری روایت مین ہی کہ چار شخصون پر لعنت کی بددعا کرتے اور بعض روایت مین ہی کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر مین بعد رکوع کے ہوتا تھا - اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والون کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفین دیتے اور مدینہ کو آنے نہین دیتے تھے اور قبیلۂ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رض سے روایت کی جس مین ہی کہ بسا اوقات آنحضرت صلعم رکوع سے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے ای اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمۃ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور ان سب مومنون کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہین ای اللہ میرے سخت روند دے مضر کو اور یہ روندنا اتنے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کی قوم پر ہوے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر مین فرماتے ای اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان کو چند قبیلۂ عرب کا نام لیتے تھے یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شئ الآیہ - **قال المترجم** ان روایات مین سبب نزول کی تصریح نہین ہی اور ایسے ہی بعض روایات مین آیا کہ اصحاب بیر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز مین چند قبائل پر لعنت کی بددعا فرماتے یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت - آمین بھی سبب نزول نہین اور بحث و کلام و تحقیق مقام بیان دراز ہی گنجایش نہین اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول اصح یہی ہی جو مفسر نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہی کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہی اور یہی اوفق و اقرب بتحقیق ہی واللہ اعلم **لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ** - بل الامر للہ فاصبر - یعنی تیرا کچھ اختیار نہین بلکہ اختیار اللہ تعالے ہی کو ہی تو صبر کر - **اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ** او بمعنے الے ان - ای الے ان یتوب علیہم بالاسلام - یہانتک کہ اللہ تعالے انکی توبہ قبول کرلے بایں طور کہ اسلام دیدے - **اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ** بالکفر - یا انکو عذاب دے کیونکہ وے ظلم کرتے ہین بسبب کفر کرنے کے **ف** لیس از افعال ناقصہ اور لک اسکی خبر مقدم اور شئ اسم موخر ہی اور من الامر حال از اسم ہی اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہین یعنی حکم تیرا نہین بلکہ اللہ تعالی ہی کا ہی - پھر جو معنے مفسر نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہین اور **شیخ ابن کثیر** نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شئ جملہ معترضہ ہی اور قولہ او یتوب علیہم عطف ہی او یکبتہم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم او یتوب علیہم او یعذبہم - ان چار وجہون سے انکے حال کا استیفا کیا اور پوشیدہ نہین کہ اسمین بعد ہی اگرچہ **شیخ ابن کثیر و بیضاوی** نے اسطرف میلان فرمایا ہی فتامل - **وَلِلّٰهِ مَا**

قلت شدید کے تم کو بدر مین نصرت دیدی۔ لِيَقْطَعَ متعلق بنصرکم ای لیہلک۔ یعنی تعلق اسکا نصرکم سے ہے اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی
تاکہ ہلاک کرے۔ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ بالقتل والاسر۔ ایک طرف کو کافرون سے قتل و قید کیا۔ تخف طرف یا تو بمعنے طائفہ
وجماعت ہے یا بمعنے شرفا ہے کیونکہ اطراف العرب بمعنی شرفاء عرب بولا جاتا ہے اور بدر مین یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکون کے مُڈھ تھے مارے گئے اور بہت سے
قید ہوگئے کہ باقیون کی قوت کم ہوگئی۔ پھر مفسر رح نے قتل و قید کیا تھا" جو کہا تو یہ کسیقدر فعل سابق سے نامناسب ہے کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک
سے کی اور قید ہونے مین ہلاکت نہین اور نیز وہ لوگ جو قید ہوے تھے فدیہ دیکر رہا ہوگئے تھے چنانچہ آویگا۔ الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم۔
قولہ۔ اَوْ يَكْبِتَهُمْ۔ یذلہم بالہزیمۃ۔ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے۔ فَيَنْقَلِبُوا۔ یرجعوا۔ خَائِبِينَ
لم ینالوا ما راموہ۔ پس لوٹین نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انھون نے نہ پایا۔ ف واضح ہو کہ غزوہ بدر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ قریش کی خبر سنکائی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۲ آدمیون سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلے اور
باقیون کو نہین بلایا حتے کہ بہتون کو خبر نہوئی۔ اودھر قافلہ والون نے خرما کی گٹھلیون سے پہچانا کہ راہ مین کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر ساحل
سمندر کیطرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر مین پہونچے تو مقابلہ ہوگیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجائب آیات سے
کفار مقتول و اسیر ہوے حالانکہ بڑے بہادر تھے۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہے جن لوگون نے اس آیہ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ
قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ ابتداے جنگ مین حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب و اسد اللہ حضرت علی کرم
اللہ وجہہ نے بڑھکر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے پیہم قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے وسط لشکر مین
لوٹ مین مشغول ہوگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازون سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیدیا کہ تم لوگ یہانسے
ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاوین یا فتح پاوین لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والون نے جو عبد اللہ بن جبیر کیساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑ دی
ہر چند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہے نہ مانا سواے دس آدمیون کے باقی سب لوٹ مین آکر مشغول ہوے یہ دیکھکر مشرکین
سوارون نے گھاٹی کی طرفسے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھاکر شہید ہوے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ آور ہوکر مسلمانون
کی جماعت آخرکار سخت پریشان کردی اور ہوا جو ہوا مگر سولہ ۱۶ یا اٹھارہ ۱۸ مشرک مارے گئے اور ساٹھ سے زیادہ مسلمان شہید ہوے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا چہرہ مبارک و اگلے رباعیہ دانت شہید ہوے۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے مگر اقرب وہی ہے کہ حال روز بدر ہے کہ اسمین ستر اشراف قریش مارے
گئے اور ستر قید ہوے تھے۔ اور آیہ کریمہ مین اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھاکر مسبب الاسباب پر نظر رکھین اسیواسطے مدد ملائکہ سے
تسکین دیکر فرمایا۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ف ۲ عرائس البیان مین ہے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ۔ اذلہ کی لفظ مین علو مرتبہ کا
اشارہ ہے یعنی جس کو وہ ذلت حاصل ہو جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہے یعنے انوار کبریا و عظمت اسپر ظاہر ہوے کہ انکے موجہ مین
اسکا نفس سخت ذلیل ہوگیا تو وہ تمام مخلوق مین نہایت عظیم و با ہیبت ہوتا ہے اور تائید ازلی سے منصور اور ہر منکر اسکے سامنے خوار ہوتا ہے اسواسطے
کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہے جس سے ہر متکبر ڈرتا و لرزتا ہے اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رض اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہے سایۂ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر مین کہا ای لسبب
تمھارے ضعف کے اور تمھارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمھارے منقطع ہوجانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام
امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

بن جابر مشرکون کی مدد کریگا پس اپنر یہ گران گذرا تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا - الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر پہونچی اسنے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہین دی گئی منزلین - بالتخفیف و التشدید تخفیف زا معجمہ اکثر کی قراءۃ
ہی اور تشدید بدزا معجمہ ابن عامر کی قراءۃ ہی جو تکثیر کے معنی مین ہی یا تدریج کے معنی مین ہی یعنی درجہ بدرجہ کرکے اترین بلٰی - یکفیکم ذلک کیون نہین
یعنی تمکو ضرور مدد کافی ہی قال المفسر فے الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالی - ان تصبروا - علی
لقاء العدو - اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال مین تو ایک ہزار مذکور ہین جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دیگئی پھر وہ تین ہزار ہوے پھر
پانچہزار ہوے اور یہی قول ربیع بن انس رض سے مروی ہی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - ان تصبروا یعنی اب اگر تم صبر کرو دشمن سے بھڑنے مین وتتقوا - اللہ
فے المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالی سے خلاف کرنے مین - ویاتوکم - ای المشرکون من فورہم - وقتہم - ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ
آلاف من الملٰئکۃ مسومین - بکسر الواو وفتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر و
بیض ارسلوہا بین اکتافہم - اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمھارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے - فا مسومین بکسر الواو قراءۃ ابو عمرو
وابن کثیر کی ہی اور بفتح الواو باقیون کی قراءۃ ہی اور معنی اسکے معلمین یعنی اول قراءۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہین یا گھوڑے انکے
اور دوم قراءۃ کیموافق بفتح لام ہی - اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالی نے وعدہ پورا کر دیا بایں طور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا
اور اپنر زرد عمامہ اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا - یہ ابن عباس رض سے روایت ہی قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہی کہ یہ وعدہ متعلق
(یعنے ادھکے کنارون کو)
بقولہ واذ غدوت من اہلک ہی پس یہ بدر و نزا حد ہوگا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و ضحاک و زہری و موسی بن عقبہ وغیرہم کا ہی لیکن ان بزرگون نے کہا کہ
پانچہزار سے امداد حاصل نہین ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نہ ملی کیونکہ صبر و تقوی کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ
بھاگ گئے اور صبر نہ کیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوئی - اور فورہم بمعنی وقتہم مفسر نے کہا - اور کہا گیا بمعنی وجہہم یعنی اسی راہ سے ہی قالہ الحسن وقتادہ
وربیع وسدی - اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے - قالہ العوفی عن ابن عباس - اور کہا گیا فور بمعنی جوش غضب ہی ای من غضبہم ہذا - اپنے جوش غضب
مین قالہ المجاہد و عکرمہ و ابو صالح اور کہا گیا - من غضبہم و وجہہم قالہ الضحاک پھر مسومین بمعنے معلمین بسیما ہی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہی کہ بدر کے روز سیما ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی مین بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ و زرد عمامے سپید وغیرہ اقوال ہین
اسمین طول کلام بیکار ہی - اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی روز قتال نہین کیا بالکہ سامان و بھیڑ کے طور پر رہتے
تھے - اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو میٹ سکتے تھے ایکہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکی نے جواب دیا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ رض کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان و جماؤ کے لشکر کے مددی رہین اور یہ رعایت ان اسباب کی ہی جو اللہ
تعالی نے جاری فرمائے ہین حالانکہ وہی سب کا خالق ہی - اور عمامہ باندھنا سیما ملائکہ ہی عمامہ کا سر لٹکانا چاہیے اور حدیثاین پس پشت دونون مونڈھون کے
درمیان مذکور ہی اور بعض احادیث مین دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آئے ہین - وما جعلہ اللہ - ای الامداد - الا بشری ای
لکم - بالنصر - ولتطمئن - لتسکن - قلوبکم بہ - فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم - اور نہین قرار دیا اللہ تعالی نے اسکو (یعنے
مدد دینے کو) مگر بشری (خوشخبری) واسطے تمھارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمھارے اسکے ساتھ تاکہ نہ جزع کرین تمھارے
دل دشمنون کی کثرت اور تمھاری قلت سے - وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم - اور نصرت نہین مگر اللہ تعالی
کے یہان سے جو عزیز حکیم ہی - یوتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند - وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہی اور لشکر کی کثرت پر نہین ہی لہذا باوجود تمھاری

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے ملے ہوے گھوڑون پر اور یہ تو اللہ نے تمھارے دل کی خوشی کی اور تا کہ تسکین ہو تمھارے دلون کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہین مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہو حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافرون کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ○

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاوین نامراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ - موضع بين مكة والمدينة - بدر ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے بنام بدر بن النضر یا بدر بن قتادہ رہن
یا چاہ بدر مشہور ہی اور یہ لڑائی بروز جمعہ ہفدہم شعبان سنہ دو ہجری بین بدون سامان کے اتفاقی واقع ہوگئی جسمین اللہ تعالی نے مومنون کو فتح دی و ابو جہل
وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نوسو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے
یہی فرمایا - ولقد نصرکم اللہ ببدر - وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ - بقلة العدد والسلاح - اذلہ جمع ذلیل یعنی ذلت بسبب قلت تعداد و سامان جنگ کے
ہی حاصل المعنی اللہ تعالی نے تمکو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تاکہ جان رکھو کہ فتح ہونا کثرت تعداد و سامان سے نہین ہی اور عیاض
اشعری سے روایت ہی کہ مین فتح ملک شام کے واقعہ یرموک مین موجود تھا اور ہمپر ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن حسنہ و خالد بن الولید و
عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تمپر سب کا سردار ابو عبیدہ ہی - پھر ہمنے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہمکو موت
نے گھیر لیا اور عمرؓ سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمھارا خط آیا تم ہمسے مدد مانگتے ہو مین تمکو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہون کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت
سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہی یعنی اللہ عز وجل سے کہ اُسنے محمد صلعم کو تمھاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہونچے تو تم اُنسے
لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو - عیاض کہتے ہین کہ ہمنے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالی کی مدد سے
ہمنے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہمکو مشورہ دیا کہ ہر ذی راس کو دس دیوین - اور کہا کہ حضرت ابو عبیدہؓ
نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہنت کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ مین بشرطیکہ آپ غصہ نہون - کہا کہ پھر وہ آگے ہوگیا پس مین نے گیسوے ابو عبیدہؓ اوڑتے
دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر تھے رواہ احمد و اسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ - فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
نعمتہ یعنی تقوی کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتون کا - پھر جب احد مین مسلمانون نے گریز کیا تو اللہ تعالے نے یاد دلایا کہ کیا موت سے
ڈرے جسکا نتیجہ اللہ تعالے کی جوار رحمت مین تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالے تمھارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالی ہو وہ
قلیل یا ذلیل نہین ہی اور جسکی طرف اللہ تعالی کی نصرت نہو وہ کرورون ہون تو خوار و ذلیل ہین یس فرمایا - اِذْ - ظرف لنصرکم - یہ نصرکم کا ظرف
زمان ہی - تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ - توعدہم تطمینا لقلوبہم - جب تو مومنون کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا - اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ
اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ - کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھارا رب تمکو تین ہزار ملائکہ
منزلین سے مدد فرماوے - ف یعنی تم کو بہت کافی ہی بلکہ فقط اللہ تعالی کی نصرت کافی ہی - یہ تو عام دلون کے اطمینان کیلیے ہی اور مفسر نے
اذ کو نصرکم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر واقع ہوا تھا نہ بروز احد جیسا کہ بعض مفسرین اُس طرف گئے ہین اور صحیح قول
اول ہی اور وہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہی اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبیؒ سے روایت کیا کہ مسلمانون کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

ثلث من الهجرة وجعل ظهره وعسكره الی احد وسوی صفوفهم واجلس جیشاً من الرماة وامر علیهم عبداللہ بن جبیر بسفح الجبل وقال انضحوا عنا بالنبل لا یاتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا — یہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایک ہزار مرد سے نکلے اور ان میں سے تین سو مرد منافق واپس ہوئے) اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جا کر احد کی گھاٹی پر عدوہ قریب پہاڑ کے اترے بروز سنیچر مہینہ شوال دیا گیار ھوین کما قال قتادہ یا چودھوین کما قال عکرمہ سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی و لشکر کی کوہ احد کیطرف کی اور مومنین کی صفین راست کین اور ایک لشکر تیر اندازوں کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا ان پر عبداللہ بن جبیر رضؓ کو اور بٹھایا سفح جبل پر یعنی درہ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سواروں کو تیروں سے ہم سے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر نہ آنے پاوین اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہوں یا فتح پاوین۔ إِذْ۔ بدل من اذ قبلہ یہ اذ پہلے اذ سے بدل واقع ہے۔ هَمَّت طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ۔ بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر یعنی وہ گروہ ان کے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہیں جو لشکر کے دونوں بازو کیے گئے تھے۔ اَن تَفْشَلَا۔ تجبنا عن القتال و ترجعا لما رجع عبداللہ بن ابی المنافق واصحابہ وقال علام نقتل انفسنا واولادنا وقال لابی حاتم السلمی القائل لہ انشدکم اللہ فی نبیکم وانفسکم لو نعلم قتالا لاتبعناکم فثبتهما اللہ تعالی ولم ینصرفا المعنی جب تم میں سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا۔ یہ کہ قتل کر جاوین یعنی نامردی کر جاوین لڑائی سے ف لوٹ جاوین جبکہ عبداللہ بن ابی المنافق و اسکے ساتھی لوٹ گئے ہیں یہ کہکر کہ کس بات پر قتل کرین ہم اپنی جانوں کو و اولاد کو اور ابو حاتم سلمی رضؓ سے بولا جنے اس منافق مذکور سے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہوں اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں تمھارے نبی و تمھارے جانوں کے حق مین تو یوں جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمھارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالی نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہین لوٹے مترجم کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کرین تو ابو حاتم سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمھارے پیچھے چلتے ولیکن ہم نہین دیکھتے ہین کہ تم آج لڑو۔ اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دل مین کرتے تھے بسبب عبداللہ بن ابی کے لوٹنے پر انھوں بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالی نے انکو ثابت رکھا وہ نہین لوٹے وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا۔ ناصرهما اور اللہ تعالی ان دونوں کا مددگار ہے۔ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ لیثقوا بہ دون غیرہ۔ مومنوں کو چاہیے کہ اللہ تعالی پر بھروسا کرین ف نہ اور کسی پر۔ اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے۔ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ ہمارے حق مین نازل ہوئی۔ اذ همت طائفتان منکم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونوں گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہین چاہتے ہین کہ وہ نہ اترتی اسواسطے کہ اس مین یہ فرمایا اللہ تعالی نے واللہ ولیهما رواہ البخاری ۱۲ و مسلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگوں نے حکم رسول صلعم کا خلاف کرکے غضب الٰہی کمایا اور شکست کھا کر بھاگے اور منافقوں نے باتین بنائین تو انکو اسکی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسر رحؒ نے کہا کہ جب لوگوں نے ہزیمت اٹھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانے کے لیے نازل فرمایا قولہ تعالی

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنتُمْ أَذِلَّةٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ إِذْ تَقُولُ

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر مین حالانکہ تم بے مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے شاید تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَن يَكْفِيَكُمْ أَن يُمِدَّكُمْ رَبُّكُم بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنزَلِينَ ○

مسلمانوں کو کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھاری مدد کرے پروردگار تمھارا تین ہزار فرشتے اتارے ہوئے سے

بَلَىٰ ۚ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ آلَافٍ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آوین تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمھارا رب پانچ ہزار

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحُد کہتے ہین اس دن سورۂ آل عمران کی ساٹھ آیتین نازل ہوئین جسمین اسدن کے واقعہ کا بیان اور شکست
اٹھانے والون پر عتاب ہے - پس جمہور کے نزدیک یہ آیۃ کریمہ بھی واقعہ اُحد کے بیان مین ہے اور یہی حضرت عبدالرحمن بن عوف و ابن
مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول زہری و قتادہ و سدی و بہتون کا ہے اور حسن نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہے کما رواہ ابن
جریر اور یہی مقاتل و کلبی کا قول ہے اور یہ مستند نہین اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہے بدلیل آیۃ آئندہ **قال ابن کثیر** وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال
روز سنیچر کو سنہ تین ہجری مین واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر مین جب مال تجارت بچگیا اور مشرکین مکہ کی جان بچ گئی اور اکثر مارے گئے تو
مقتولون کی اولاد و باقی بچے ہوؤن نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی مین صرف کرنے کو رکھو پس انھون نے تین ہزار لشکر جمع کرکے
احد پر قریب مدینہ کے اتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ مین پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگون سے مشورہ لیا اور عبداللہ
بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ مین ٹھہرنے کی راے دی اور یہی بعضے صحابہ کی راے ہوئی کہ قریش اگر وہان پڑے رہے تو بری جگہ
پڑے ہین اور اگر مدینہ پر چڑھین تو مرد روبرو سے مارینگے اور عورتین و لڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی راے کیطرف مائل تھے و فرمایا کہ
مین نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤن کا ذبح کیا ہوا ہے اسکی مین نے تاویل بہتر دیدی اور مین نے دیکھا کہ میری تلوار کے پھلے مین رخنہ ہوگیا اسکی مین نے
تاویل دی کہ ہزیمت ہوگی اور مین نے دیکھا کہ مین نے اپنے دونون ہاتھ ایک زرہ حصین مین داخل کردیے اسکی مین نے تاویل مدینہ دیدی اور دوسرون
نے جو بدر مین شریک نہوے تھے باہر نکلکر لڑنے کی راے دی اور اصرار کیا پس آپ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوے کہ آنحضرت صلعم پر
وحی آتی ہے ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہین تو ٹھہرین آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہانتک
کہ اللہ تعالے حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبداللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لوٹا کیونکہ
حضرت صلعم نے اسکی راے کو نہین لیا اور باقی لشکر سے آپ احد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ
کوئی نہ لڑے جبتک مین حکم ندون پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیراندازون پر عبداللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیرانداز
تھے اور فرمایا کہ ہمسے مشرکین کے سوارون کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہون اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہمپر غلبہ ہو اور خوب تاکید
کرکے مصعب بن عمیر کو لواء لشکر دیدیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سوارون کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور
میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لواء بنی عبدالدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات مین آویگا پس یہی اللہ تعالی نے ذکر فرمایا - واذ غدوت من اہلک
ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہے اور غدو کہتے ہین صبح کے چلنے کو - یہان ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ مین بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ
ہونا کیونکر مذکور ہے اور جواب دیا کہ غدوہ تو مومنون کو مقاعد قتال کیواسطے ہے وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا انتہی مترجم کہتا ہے کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے
رکھنا اس صورت مین مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو و رواح مطلق نکلنے و آنے کے معنی ہین بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہے جیسے ضحی
بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہے - اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرہ عائشہ رض سے نکلکر روانہ ہوے تھے اور اسمین حضرت عائشہ رض کے
اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہے اور یہ بڑی فضیلت ہے - تُبَوِّئُ - تنزل - **الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ** - تو اتارتا تھا
مومنون کو مقاعد قتال کے لیے - مقاعد جمع مقعد اور مراد مراکز جمع مرکز ہے جہان وہ کھڑے ہونگے الحال درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنون
کو مراکز قتال مین - وَاللَّهُ سَمِيعٌ - لاقوالکم - اور اللہ تعالی سننے والا ہے تمھارے اقوال کا - عَلِيمٌ - باحوالکم - جاننے والا تمھارے
احوال کا ہے - وہو یوم احد خرج صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالف او الا خمسین رجلا والمشرکون ثلثۃ آلاف و نزل بالشعب یوم الاحد سابع شوال سنۃ

و اگر یہ مراد ہوتی تو اسیوقت سب جل مرتے بلکہ یہ محاورہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ موت کے وقت تک اسی غیظ و جلن میں پڑے رہو کیونکہ ہرگز
ایسی چیز نہ دیکھو گے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اس بدحال سے جیو اور بدحال سے مرو اور آگے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
القلوب و منہ بالضمر ہو لا یعنی اللہ تعالیٰ دانا ہے جو ذات صدور میں ہے یعنی جو دلوں میں ہے اور منجملہ اسکے یہ بھی ہے جو یہ لوگ اپنے دل میں
عداوت اسلام و مومنین کو پوشیدہ کیے ہیں پس وہ عاقبت میں بھی انکو اسکا عذاب سخت دیگا۔ اور یہ بھی خبر غیب تھی کہ یہ قوم منافق مرتے دم تک
خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنی مسلمانوں کی پھوٹ اور کافروں کی شوکت کو اسیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو فرماویں فافہم۔ اِنْ
تَمْسَسْکُمْ تصبکم۔ حَسَنَةٌ۔ نعمۃ کنصر و غنیمۃ۔ تَسُؤْهُمْ۔ تحزنہم۔ یعنی اگر پہونچے تمکو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہے انکو
تمہارا پہونچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنہ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سوء سے تعبیر فرمایا اسمیں انکی سخت دشمنی کا اشعار ہے یعنی ایسے سخت دشمن ہیں کہ
تم کو قلیل بھلائی چھو جاتی ہے تو انکو بڑا ملال ہوتا ہے پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو دیکھ کر کیسے وار کھینچینگے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے
فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہے ان الفضل بید اللہ یوتیہ من یشاء فللہ الحمد و المنۃ۔ وَاِنْ تُصِبْکُمْ سَیِّئَةٌ۔ کہزیمۃ و جدب۔ اور اگر تم کو
پہنچے کوئی برائی مانند شکست کے لڑائی میں یا رزق کی تنگی کے جو قحط میں ہوتی ہے۔ یَّفْرَحُوْا بِهَا۔ تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں ف
آجتک انکا یہ حال رہا ہے کہ تمہاری بھلائی پر جلے اور تمہاری برائی دیکھکر خوش ہوے و جملۃ الشرطیۃ علۃ متصلۃ بالشرط قبل و ما بینہما اعتراض والمعنی انہم
متناہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم۔ اور یہ جملہ شرطیہ علۃ ہے متصل ہے شرط سابق سے یعنی اذا خلوا الخ سے اور ان دونوں کے درمیان میں جو قول ہے تو الخ
معترضہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تمہاری عداوت میں وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوے ہیں پھر تم انسے کیوں موالات رکھتے ہو جب تمنے یہ جان لیا تو اب انسے
پرہیز کرو۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا۔ علی اذاہم۔ وَتَتَّقُوْا۔ اللہ فی موالاتہم و غیرہا۔ لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُهُمْ شَیْئًا۔ اور اگر تم صبر
کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافروں سے موالات رکھنے وغیرہ میں تو ضرر نہ دیگا تمکو مکر انکا کچھ ف لا یضرکم میں دو قراءۃ ہیں ابو عمرو
نافع و ابن کثیر نے بمنزلہ تفسیر کے بکسر ضاد و سکون را پڑھا ای لا یضرکم۔ و ہو کان یدیکا۔ اور باقیوں نے بضمہ ضاد و راء و تشدید را پڑھا اور
ضمہ را باتباع ضاد ہے ورنہ اصل فتحہ را ہے مانند قراءۃ مفضل رح از عاصم کے یعنی ضرر نہ دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۔ بالیاء والتاء۔ مُحِیْطٌ
مجازیہم۔ یعنی یعملون بیاء تحتیہ تو قراءۃ سبعہ کی متواتر ہے اور تعملون بتاء فوقیہ قراءۃ سہل رح کی شاذ ہے اور بنا بر قراءۃ متواترہ کے معنی یہ ہیں
جو وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسکا محیط ہے یعنی علم الٰہی اسکو محیط یعنی دانا ہے پس انکو اسکا بدلا دیگا اور کمالین میں کہا کہ بیضاوی نے کشاف
کی تبعیت میں عجب غریب بات کہی کہ قراءۃ بتاء فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ سہو ہوا کما ذکر الفاضل [illegible] فی [illegible]

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے ٹھہلانے لگا مومنوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ سنتا جانتا ہے جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے یہ کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کریں مسلمان

ف۔ اذکر یا محمد۔ اور یاد کر یعنی بیان کر اے محمد۔ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ۔ من المدینۃ۔ جب فجر کو چلا تو اپنے اہل سے یعنی مدینہ سے
نکلکر۔ جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمیں مومنوں
نے فتح پائی جسکا قصہ انفال میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور پھر احد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اسمیں مسلمانوں نے

نصب بنزع خافض ہے ای فی خبال اسواسطے کہ یالون از الو بمعنی کمی و کوتاہی متعدی بحرف ہے اسیواسطے کہا کہ معنی یہ ہین ہی کمی کرینگے تمھارے
لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے ہین اور بیضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہو جیسے عرب بولتے ہین لا آلوک نُصحًا اور اسوجہ سے کہ متضمن
معنے منع کو یا معنے نقص کو ہے وَدُّوا ۔ تمنوا ۔ مَا عَنِتُّمْ ۔ ای عنتکم و ہو شدة الضرر ۔ دل سے چاہا ان کافرون نے تمھاری عنت کو یعنی سخت
ضرر کو قَدْ بَدَتِ ۔ ظہرت ۔ الْبَغْضَاءُ ۔ العداوة لکم مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۔ بالوقیعة فیکم و اطلاع المشرکین علی سرکم ۔ ظاہر ہو گئی عداوت
تمھارے ساتھ انکی منہون سے بایں طور کہ تمھاری بدگوئی ہین پڑے اور تمھارے بھید پر تمھارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی ف البغضاء
شدت بغض ہے جیسے ضرار شدت ضرر ہے اور انکو ایسا شدید بغض تمھارے ساتھ ہے کہ انکے چھپائے نہ چھپا و آخر کو منھ کو آگیا اور کھلگیا ۔ اور محاورہ مین بولتے
ہین وقع فلان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت مین پڑ گیا پھر اسقدر تو انکی عداوت کھل گئی ۔ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ ۔ من العداوة لکم أَكْبَرُ ۔
اور جو چھپائے ہوئے ہین سینے انکے تمھاری عداوت اسے وہ بہت بڑی ہے ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہے کہ دبانے اور چھپانے پر تو جو ابل آیا اور نہ رکا
تو یہ کچھ ہے اگلا پھر سینون مین کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا ۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ ۔ علی عداوتہم ۔ تمھارے لیے انکی عداوت پر نشانیان
ہم نے بیان کردین انکو خوب سمجھو ۔ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۔ ذلک فلا توالوہم ۔ اگر اسکو سمجھتے ہو تو پھر ان کافرون سے موالات مت کرو
ف اگر کہا جاوے کہ آن حرف شک کیسا ہے ۔ جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہین بلکہ بڑھاوا ہے جیسے کہتے ہین کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو
نازنہ چھوڑنا پھر مابعد مین بھی آمادگی دلائی چنانچہ فرمایا ۔ هَا ۔ للتنبیہ ۔ ای ہوشیار ہو جاؤ ۔ أَنْتُمْ ۔ یا ۔ أُولَاءِ ۔ المؤمنین ۔ تم ای میرے
ایمان والے بندو ۔ تُحِبُّونَهُمْ ۔ لقرابتہم منکم و صداقتہم وَلَا يُحِبُّونَكُمْ ۔ لمخالفتہم لکم فی الدین ۔ تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے
ف بسبب انکی قرابت کے تمھارے ساتھ اور بسبب انکے یار سمجھنے کے" اور حال یہ کہ وے تمکو نہین چاہتے ہین بسبب اسکے کہ دین مین تم انسے
مخالف ہو حالانکہ تمھین حق پر ہو ۔ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ ۔ ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم ۔ اور تم کل جنس کتاب آسمانی پر ایمان
لاتے ہو یعنی سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وہ لوگ تمھاری کتاب پر ایمان نہین لاتے ۔ اور حاصل یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالے
کیواسطے ہے تو دیکھو کہ تمکو تو شک و حیرت و شبہہ کچھ نہین تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک و شبہہ و حیرت مین مذبذب و کفر مین حسد کرتے
ہین اور حاصل اسکا وہ جو ابن عباس رض نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالے نے
نازل فرمائین اور وہ لوگ تمھاری کتاب سے انکار کرتے ہین پس وہ جسقدر تمسے بغض رکھتے ہین اسکی بہ نسبت تمکو انسے زیادہ سخت بغض رکھنا چاہیے
رواہ ابن جریر ۔ وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا ۖ وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ ۔ اطراف الاصابع یعنی انامل
جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہے اور یہی قتادہ نے کہا اور ابن مسعود و سدی و ربیع نے انامل کی اصابع سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے کیونکہ
کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہے مِنَ الْغَيْظِ ۔ شدة الغضب لما یرون من ائتلافکم و یعبر عن شدة الغضب بعض الانامل مجازا و ان لم یکن ثمہ
عض ۔ المعنی اور یہ منافق جب تمسے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے مین ہوتے ہین تو تم پر انگلیان چباتے ہین بوجہ غیظ کے
ف یہ بیان سبب ہے یعنی تم پر انگلیان چباتے ہین بسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم مین آپس مین بہت میل دیکھتے ہین بایں تاسف
و حسرت پر کہ تمکو کوئی برائی نہین پہونچا سکتے ہین جل جل کر رہتے ہین کچھ بدلا نہین لے سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ کیا وے انگلیان چباتے تھے
جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازاً عض الانامل سے تعبیر کرتے ہین اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو ۔ قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ۔ ای
ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم یعنی حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ مین ف اس سے یہ مطلب نہین کہ فی الفور

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

انکے فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہین سب اللہ کے بس مین ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً - اصفیاء تطلعونہم علی سرکم - یعنی بطانہ سے مراد صفیا ہین ای ایسے برگزیدہ دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید پر مطلع کرو - اور بطانہ دراصل مصدر ہے کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہے اور یہان جمع پر اطلاق ہے چنانچہ مفسر نے اصفیاء سے جو جمع صفی ہے تفسیر کی اور بطن فلان لفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہو اور **بیضاوی** نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہین اور بطانہ ہے ایسا شخص ہے جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے اسپر اعتماد کرکے - اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہے جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی کہ فرمایا انصار شعار ہین اور دیگر لوگ وثار ہین مِنْ دُونِكُمْ - ای غیرکم من الیہود والمنافقین یعنی مسلمانون کے غیر لوگون یہود و منافقون وغیرہ مین سے - الحاصل ای ایمان والو تم اپنے سوائے غیرون مین سے ولی دوست رازدار مت بناؤ - اور واضح رہے کہ ممانعت دراصل انکے دوست بنانے سے ہے یہ مراد نہین کہ دوست بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ اسپر اعتماد کرکے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت ہے جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو مروی ہوا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانون مین سے چند لوگ تھے کہ یہود سے مواصلت رکھتے بسبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد و قسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت مین تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے حق مین یہ آیت نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فتنہ مین نہ پڑین اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقون سے مباطنت کو منع فرمایا ہے اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم مین من زائد ہے اور معنی یہ ہین کہ ایسے لوگون سے جو تمہارے دون ہین ایمان و عمل مین انسے مباطنت نہ رکھو اور صحیح یہ کہ یہ تفسیر وہم ہے اسواسطے کہ منافقین ایمان و عمل مین انسے ادون نہین بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافرون سے زیادہ انکی مباطنت مین خوف ضرر تھا - اور ابو امامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہے وہ خوارج ہین رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی و شیخ مفسر **جلال الدین سیوطی** رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی ان لوگون مین داخل ہین جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول اقرب یہ ہے کہ آیہ کریمہ مین جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہے اور اولاً وہ داخل ہین جنکے حق مین نزول آیہ ہے اور ثانیاً باقی سب اقسام داخل ہین اور شیخ **ابن کثیر** نے جو کہا اسکا حاصل یہ ہے کہ اہل نفاق سے رازداری نہ رکھین کہ وہ مومنون کے حق مین کوئی مکر و خدیعت اٹھا نہین رکھین گے اور اپنے دین والے کے سوائے کسی سے مباطنت نہ رکھین اور ابو سعید رض سے اور ابو ہریرہ رض سے اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہین مبعوث کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی اور نہین خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رہے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالیٰ نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی من غیر وجہ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ دونون وہی ہین جنکو دوسری حدیث مین لمہ ملک اور لمہ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہان ایک غلام اہل حیرہ مین سے ہوشیار کاتب ہے اگر اسکو منشی مقرر کر لیتے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین مین نے سوائے مومنین کے دوسرون مین سے بطانہ بنا لیتے والا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور البتہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی نہ لیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانون کے کام مین مدد لیتے پھر اللہ تعالیٰ نے مومنون کو سمجھایا کہ کافرون کو دوست بنانے مین نفع کا خیال مت کرو بلکہ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا - ای لا یقصرون لکم جہدہم فی الفساد - وہ لوگ تمہارے بگاڑنے مین کوئی کوشش اٹھا نہین رکھینگے ف خبالاً جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل مین یا دین مین یا بدن مین ہو کہتے ہین اسکو

نے کہا کہ شائع اسکا اطلاق ہوائے سرد میں ہے۔ اور مفسر رحمہ نے جو دو تین کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنی مروی ہوئے ہیں اور
تحقیق وہ ہے جو **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ صر بمعنی برد شدید ہے یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہے اور **عطاء** نے فرمایا ہے
برد و جلید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنی آگ مروی ہوا اور اسکا مرجع بھی اول ہی کیطرف ہے کیونکہ برد شدید خصوص جبکہ جلید ہو تو
کھیتیوں و پھلوں کو جلا دیتا ہے جیسے آگ جلاتی ہے۔ اور **بیضاوی** نے کہا کہ صر در اصل مصدر ہے یا صیغہ صفت ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر موصوف
کیا گیا جیسے برد بارد کہتے ہیں غرضکہ کافروں کے خرچ کی مثال ہی کہ جیسے ہوائے سرد جو کہ۔ **اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا**
اَنْفُسَهُمْ۔ بالکفر والمعصیۃ۔ ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنھوں نے نافرمانیوں و کفر سے اپنے اوپر وبال لیا تھا۔ **فَاَهْلَكَتْهُ**۔ فلم ینتفعوا
بہ فکذلک نفقاتہم ذاہبۃ لا ینتفعون بہا۔ پس اس ریح مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا ف یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی
کافروں کے نفقات مالی ہیں کہ محض برباد ہیں اُنسے انکو کچھ نفع نہوگا۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالی کے حکم سے اور قبول سے سب اثر و نفع ہوتا ہے
انکے خرچ و نفقہ کو کیسا ہی ہو بیجا طور پر لانے سے قبول نہ کیا اور میٹ دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الٰہی دفع کرنے میں نہیں ملسکتا ہے اور وہ صدقہ وغیرہ
ہونے کے حکم میں بھی کارآمد نہیں ہوتے ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ کاف تشبیہ تو ریح پر داخل ہے پس نفقات کی مثل ریح کے ہے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو
پالا ہو بچا مثال مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تمثیل مفرد نہیں ہے کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہے جسمیں مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہیں ہوتا ہے
بیضاوی نے کہا کہ جائز ہے کہ مضاف مقدر ہو یعنی کمثل مہلک ریح مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز یعنی کھیتی کی اور پھر بھی تشبیہ مرکب ہے اور
مفرد تصور کرنا وہم ہے۔ **وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ**۔ بضیاع نفقاتہم۔ اور اللہ تعالی نے انپر ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دئیے۔ **وَلٰكِنْ**
اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ بالکفر الموجب لضیاعہا۔ ولیکن وہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف بسبب اسکے کہ کفر کرتے ہیں جو ان
نفقات ضائع ہونیکا موجب ہے حاصل آنکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہے کہ نفقات کو ایمان کیساتھ نہ لا
جو قبول ہوتے بلکہ کفر کیساتھ لاکر خود ضائع کیے۔ اور تقدیم انفسہم مفعول برعایت فواصل ہے تخصیص قدر بھی لکن بالتشدید فاسمہ انفسہم ولا تقدیر لکنہ لا تخص بابا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا
اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں انکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف
قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا
نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبانوں سے اور جو چھپا ہے انکے دلوں میں سو اس سے زیادہ ہے ہم نے جتا دیے
الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ
اگر تم کو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ نہیں تمھارے دوست اور تم
بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ
سب کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تمپر انگلیاں
الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ
غصہ سے تو کہہ مرو تم اپنے غصے میں اللہ کو معلوم ہے جیوں کی بات اگر ملے تم کو کچھ بھلا
تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّ
بری لگے انکو اور اگر تمکو پہونچے برائی خوش ہوں اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو کچھ نہ بگاڑیگا

ثواب ضائع نہیں ہوسکتے ہیں۔ بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال متاع دنیا کے کچھ نہیں تو وہ فانی ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا یُنْفِقُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ

جیسے تیز ہوا مین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو مٹا گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ۔ تدفع۔ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ۔ جو لوگ کافر ہین تو نہین بے پروا کرینگے یعنی نہین دور کر سکینگے ان سے انکے مال و نہ اولاد۔ مِنَ اللّٰهِ۔ ای عذابہ۔ شَیْـًٔا۔ اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب آلہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کارآمد نہونگے قَالَ الْمُفَسِّرُ رح خصہما بالذکر لان الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفداء المال و تارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے۔ پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول ماخوذ ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا۔ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ۔ اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وہ اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا۔ اعدت للکافرین۔ یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود ہوئی ہے فافہم هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ ای ملازمون۔ یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین۔ مَثَلُ۔ صفۃ۔ مَا یُنْفِقُوْنَ۔ ای الکفار۔ مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب مین بولتے ہین اور اسکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے۔ الحاصل مثل اس نفقہ کی جو کافر خرچ کرتے ہین فِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ اس دنیاوی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے الون کا ہے کہ جو آیندہ نکے خرانہ اسطرح خرچ کرین پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلاً بتون کی خدمت مین یا حضرت صلعم کی ایذا رسانی یا فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا او فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی صدقۃ و نحوہا یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دینے مین یا انند اسکے کسی کام مین۔ بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہے كَمَثَلِ رِیْحٍ فِیْهَا صِرٌّ حر او برد شدید۔ جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدیدہ یا سردی شدیدہ ہو بیضاوی

ومنہم المجرم - اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہین مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل ... خاشعین للہ الآیہ
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ - مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبد اللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب مین سے ایک امت قائمہ ہے یعنی مستقیمہ
ثابتہ برحق ہے مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ الفطرت حق پر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے
سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ - ای فی ساعاتہ یہ لوگ اوقات شب مین اللہ
کی آیات پڑھا کرتے ہین ف آناء جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد مین مراد ہے یا نماز عشا مین اور مخصوص اسکو ذکر کیا
اسلیے کہ اہل کتاب مین یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولیٰ یہ ہے کہ آناء کے قرینہ سے عام لکہا جاوے نماز عشا و تہجد وغیرہ اوقات شب مین تلاوت کرتے ہین
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ - یصلون حال - یعنی تلاوت قرآن کرتے ہین درحالیکہ سجدے کرتے ہین یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہین ف پس یسجدون کی تاویل
یصلون سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب مین سے ہین جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم مین شامل ہوے تو اس شریعت حقہ
موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت مین قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع مین بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے
اور ارجح تاویل جو اہل معانی مین سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وہم یسجدون کے معنے وہم یصلون ہے یعنی حالت نماز مین تلاوت
کرتے ہین یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے اور خضوع کرتے ہین اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے - اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیون نہ
قرار دیا گیا حالیہ کیون قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونیکی صورت مین عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مترجم
کہتا ہے کہ یہ عذر مہمل ہے وقد حقق الجواز التفتازانی - يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ - یہ لوگ ایمان لائے ہین اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور نیکیون کا حکم کرتے اور برائیون سے منع کرتے ہین
بہتر بات حاصل کرنے مین جلدی کرتے ہین - وَاُولٰٓئِكَ - الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِيْنَ - اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہے
ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہین - قال المفسر ومنہم من لیسوا کذلک ولیسوا من الصالحین - یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ
وصف کیے گئے ہین یہ تو صالحین سے ہین اور بعضے ان کتابیون مین سے ایسے نہین ہین اور نہ وہ صالحین سے ہین - حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب
کو ذکر کرکے دوسرے بخس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انمین ذمائم قبیح ہین - وَمَا يَفْعَلُوْا - بالتاء ایہا الامۃ وبالیاء
ای الامۃ القائمۃ - یعنی تفعلوا بصیغہ خطاب قراۃ سوائے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب جمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہونگے کہ اے امت محمدی جو
نیکی کروگے ضائع نہوگی اور یاء کے ساتھ قراۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے
فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ - بھلائی مین سے تو ضائع نہونگی ف یکفروہ بالوجہین ای تنقصوا ثوابہ بل تجازون علیہ - یعنی یکفروہ بھی بالتاء
وبالیاء التحتیۃ اوپر کے موافق دو قراءتین ہین پس قراءت خطاب یہ کہ - وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ - اور قراءت یائے غیبت تو آیت مین ہے
اور معنی یہ ہین کہ فلن تنقصوا ثوابہ بل تجازون علیہ - ای ہرگز محروم نکیے جاؤگے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاؤگے
(یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی مین ہے کہ حمزہ و کسائی و حفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیون نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کہا کہ
ثواب کو کفران کہا جیسے بھرپور ثواب کو شکر فرمایا - کما فی قولہ تعالیٰ انہ شکور حلیم - اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے
وہ متضمن معنی حرمان ہے - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ - اور اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندون کو خوب جانتا ہے ف یہ انکے واسطے
ہے اور اسمین اشعار ہے کہ تقوی مبدا خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہین اور علیم ہونیکے معنی یہ ہین:

ثواب ضائع نہین ہوسکتے ہین۔ بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال متاع دنیا کے کچھ نہین تو وہ فانی ہے

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَ

جیسے تیز ہوا مین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو مٹا گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لَٰكِنْ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین

إنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ۔ تدفع۔ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ۔ جو لوگ کافر بنے ہین تو ہنین بے پروا کرینگے یعنی نہین دور کرسکینگے انسے انکے مال و نہ اولاد۔ مِّنَ اللَّهِ۔ ای عذابہ۔ شَيْئًا۔ اللہ تعالی سے یعنی عذاب الہی سے کچھ بھی یعنی یہان اب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب الہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کار آمد نہونگے **قال المفسر** رح خصہما بالذکران الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفدیۃ المال وتارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا انکہ کوئی چیز بھی عذاب الہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے۔ پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول ماخوذ ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا۔ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ۔ اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وہ اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا۔ اعدت للکافرین۔ یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود ہوئی ہے فافہم هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ ای ملازمون۔ یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اور غلو و زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین مَثَلُ۔ صفۃ۔ مَا يُنفِقُونَ۔ ای الکفار۔ مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب بین بولتے ہین اور اسکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے۔ الحاصل مثل اس نفقہ کی جسکا و خرچ کرتے فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ اس دنیا وی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہے کہ کچھ کار آمد نہونگے خواہ اسطرح خرچ کرین جس طرح خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلا بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا ایسی قربت یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا قولہ فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی عداوۃ النبی صلعم او صدقۃ او نحوہا یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دینے مین یا مانند اسکے کسی کام مین۔ بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب یہی ہے کَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ۔ حر او برد شدید۔ جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو بیضاوی

ومنهم المجرم - اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہیں مانند قولہ وان من اهل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیهم خاشعین للہ الآیہ -
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ - مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبد اللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے ایک امت قائمہ ہے یعنی مستقیمۃ
ثابتۃ برحق ہے مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ النیہ حق پر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے
سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ - ای فی ساعاتہ - یہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالی
کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف اناء جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہے یا نماز عشا میں اور مخصوص سکو ذکر کیا
اسلیے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولی یہ ہے کہ اناء کے قرینہ سے عام لکھا جاوے نماز عشاء و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں -
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ - یصلون حال - یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں درحالیکہ سجدے کرتے ہیں یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہیں ف پس یسجدون کی تاویل
یصلون کے سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم میں شامل ہوے تو اس شریعت حقہ کے
موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے کہ رکوع میں بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے
اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وہم یسجدون کے معنے وہم یصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت
کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے اور خضوع کرتے ہیں اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے - اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیوں نہیں
قرار دیا گیا حالیہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونیکی صورت میں عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مترجم
کہتا ہے کہ یہ عذر مہمل ہے وقد حقق الجواز التفتازانی - يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ
يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ - یہ لوگ ایمان لائے ہیں اللہ تعالی پر اور روز قیامت پر اور نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور
بہتر باتیں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں - وَاُولٰٓئِكَ - الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِيْنَ - اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہیں
ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں - قال المفسر ومنهم من لیسوا کذلک ولیسوا من الصالحین - یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے
وصف کیے گئے ہیں یہ تو صالحین سے ہیں اور بعضے ان کتابیوں میں بہت سے ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں - حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب
کو ذکر کرکے دوسرے بخس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انمیں ذمائم قبیح ہیں - وَمَا يَفْعَلُوْا - بالتاء ایها الامۃ وبالیاء
ای الامۃ القائمۃ - یعنی تفعلوا بصیغۃ خطاب قراءۃ قرار سوا قراءۃ کوفہ کی ہے پس خطاب جمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہونگے کہ اے امت محمدی جو کچھ
نیکی کروگے ضائع نہوگی اور یاء کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَيْرٍ
فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ - بھلائی میں سے تو ضائع نہونگی ف یکفروہ یا تو جہین ای لن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - یعنی یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ
وبالیاء التحتیہ اوپر کے موافق دو قراءتیں ہیں پس قراءت خطاب یہ کہ - وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ - اور قراءت یائے غیبت تو آیت میں مذکور ہے
اور معنی یہ ہیں کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - ای ہرگز محروم نکیے جاؤ گے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاؤ گے
(یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی میں ہے کہ حمزہ و کسائی و حفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیوں نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کہا کہ اضاعت
ثواب کو کفران کہا جیسے بھرپور ثواب کو شکر فرمایا - کما فی قولہ تعالی انہ شکور حلیم - اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ
وہ متضمن معنی (حرمان) ہے - وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ - اور اللہ تعالی اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ف یا انکے واسطے بشارت
ہے اور آمین اشعار ہے کہ تقوی مبدا خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہیں اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

ثواب ضائع نہین ہوسکتے ہین - بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال و متاع دنیا کے کچھ نہین تو وہ فانی ہو

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ

وہ لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

أَصْحَابُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَ

جیسے تیز ہوا مین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس اسکو میٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ - تدفع - عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ - جو لوگ کافر بنے ہین تو نہین لے پڑا کر سکیگے یعنی نہین دور کر سکینگے انپر سے انکے مال و نہ اولاد - مِنَ اللَّهِ - ای عذابہ - شَيْئًا - اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کر کے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب آلٰہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کار آمد نہونگے **قال المفسر** رح خصہما بالذکر ان الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفداء المال و تارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہی کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہی اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہی - پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہی اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہی اور ظاہر یہ ہی کہ آیہ عام ہی جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول ما خوذ ہی کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا اسمین اشعار ہی کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہی اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وہ اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت کی انکے واسطے ہی جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہی چنانچہ فرمایا - اعدت للکافرین - یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود کیلئی ہی فافہم هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہی اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین مَثَلُ - صفۃ - مَا يُنْفِقُونَ - ای الکفار مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہی کہ انکے نفقہ و خرچ کے بیان کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب مین بولتے ہین اور اسکی حالت عجیب ہی کہ محض بیکار جاتا ہی الحاصل مثل اس نفقہ کی جسکا خرچ کرتے ہین فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - اس دنیاوی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہی کہ کچھ کار آمد نہونگے خواہ کسیطرح خرچ کرین بس خرچ کرنا عام ہی خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلا بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا اپنی فخر مین یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا قولہ فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی عداوۃ النبی صلعم او صدقۃ او نحوہا یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دینے مین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ اس دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہی كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ - حر او برد شدید - جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو **بیضاوی**

ومنہم المجرم- اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہیں مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ الایہ-
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ- مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبد اللہ بن سلام واصحابہ- اہل کتاب میں سے ایک امت قائم ہے ای مستقیمۃ ثابتۃ بر حق ہے مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ الحق بر ثابت و ٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ- ای فی ساعاتہ- یہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالے کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف آناء جمع انی مانند معی و امعاء کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہے یا نماز عشا میں اور مخصوص اسکو ذکر کیا اسلیے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولی یہ ہے کہ آنا۔ کے قرینہ سے عام لیا جاوے نماز عشا و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں-
وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ- یصلون حال- یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں درحالیکہ سجدے کرتے ہیں یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہیں ف پس یسجدون کی تاویل یصلون سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم میں شامل ہوئے تو اس شریعت حقہ کے موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع میں بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے فراء و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وہم یسجدون بمعنے وہم یصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے ای خضوع کرتے ہیں اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے- اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیوں نہیں قرار دیا گیا حالیہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونیکی صورت میں عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ عذر محل ہے وقد حقق الجواز التفتازانی- يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ- یہ لوگ ایمان لائے ہیں اللہ تعالی پر اور روز قیامت پر اور نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور بہتریاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں- وَاُولٰٓئِكَ- الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِيْنَ- اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہیں ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں- قال المفسر ومنہم من لیسوا کذلک ولیسوا من الصالحین- یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے وصف کیے گئے ہیں یہ تو صالحین سے ہیں اور بعضے ان کتابیوں میں سے ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں- حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب کو ذکر کرکے دوسرے بخس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انمیں ذمائم قبیح ہیں- وَمَا يَفْعَلُوْا- بالتاء ایہا الامۃ وبالیاء ای الامۃ القائمۃ- یعنی تفعلوا بصیغۂ خطاب قراءۃ سوائے قرار کوفہ کی ہے پس خطاب جمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہونگے کہ ای امت محمدی جو کچھ نیکی کروگے ضائع نہوگی اور یاء کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ- بھلائی میں سے تو ضائع نہونگی ف یکفروہ یا تو جہین ای تن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ- یعنی یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ وبالیاء التحتیہ اوپر کے موافق دو قراءتیں ہیں پس قراءت خطاب یہ کہ- وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ- اور قراءت یائے غیبت تو آیت میں مذکور ہے اور معنی یہ ہیں کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ- ای ہرگز محروم نکیے جاؤگے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسی ثواب دیے جاوگے (یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی میں ہے کہ حمزہ وکسائی وحفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیوں نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کہا کہ اضاعت ثواب کو کفران کہا جیسے بھرپور ثواب کو شکر فرمایا- کما فی قولہ تعالی انہ شکور حلیم- اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ متضمن معنی حرمان ہے- وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ- اور اللہ تعالے اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ف یا انکے واسطے بشارت ہے اور اسمیں اشعار ہے کہ تقوی مبدا خیر و حسن عمل ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہیں اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

ساتھ اور مسکنت ابتر داغ دیگئی ف حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب الٰہی ذلت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ - اسی سبب انہم یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہی کہ وہ لوگ - كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ - کفر کرتے رہے آیات اللہ تعالیٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہی کہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ ناحق قتل کرتے ہیں مگر دنیا کے واسطے اپنے فسق و فجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمین زیادہ فضیحت ہی - ذٰلِكَ تاکید - بِمَا عَصَوْا - امر اللہ تعالیٰ - وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ - یتجاوزون الحلال الی الحرام - تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ انہوں نے امر الٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑ کر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر رحمہ اللہ نے ہیں ذٰلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی نے اول ذٰلک کو ذلت و مسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذٰلک کا اشارہ کفر و قتل کیطرف رکھا اور بما عصوا کی با سببیہ ہے اور ما مصدریہ ای بسبب عصیانہم امر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہی اصرار کیوجہ سے موجب کفر ہوئی - وکانوا یعتدون اسی تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنی جو حد اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی اس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا - مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود مین سے کوئی بھی اس بدکاری و مذمت سے خالی نہین بلکہ بعضے اچھے ہین قال تعالیٰ

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ

وہ سب برابر نہین اہل کتاب مین ایک فرقہ ہی سیدھی راہ پر پڑھتے ہین آیتین اللہ کی راتون کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہین

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ

یقین لاتے ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہین پسندیدہ بات کا اور منع کرتے ہین ناپسند سے اور دوڑتے ہین

فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ

نیک کامون پر اور وہ لوگ نیک بختون مین ہین اور جو نیک کام کرین گے وہ رد نہ ہوگا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

اور اللہ کو خبر ہی پرہیزگارون کی

لَيْسُوْا - ای اہل الکتاب - سَوَآءً - مستوین نہین ہین سب اہل کتاب یکسان ف یعنی لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہی اور سواء مصدر بمعنے مستوی ہی اور چونکہ مصدر ہی لہٰذا لفظ مین مفرد اور معنی مین جمع ہی اسیواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سواء کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے یون مذکور ہی کہ نہین برابر ہین اہل کتاب و امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہی اور اس قول کی موئید وہ حدیث ہی جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا مین تاخیر کردی پھر مسجد مین نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان دینوالون مین سے کوئی نہین کہ اللہ تعالیٰ کی اس ساعت مین یاد کرتا ہو سوا تمہارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سواء من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہی جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق مین نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبد اللہ بن سلام و اسد بن عبید و ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کے اور حاصل معنی یہ کہ اہل کتاب مین سے جن کا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونون فریق برابر نہین ہین پس قولہ لیسوا سواء ای لیسوا کلہم علی حد سواء بل منہم المومن

نبی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف یعنی پسندیدہ لینا مجمل ہے مراد یہ ہے کہ جو قرآن و حدیث کے موافق ہو اسپر عمل کرے اور جس سے قرآن و حدیث میں منع و انکار ہے اسکو چھوڑ دے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیوں نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہے

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ۭ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ضُرِبَتْ

وہ تمھارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی تھپادی گئی ہے

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاۗءُوْ بِغَضَبٍ

اپنر ذلت جہاں دیکھیے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگون کے اور کما لائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ کا اور تھپادی گئی اپنر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہین منکر اللہ کی آیتون سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

اور مار ڈالتے رہے ہین نبیون کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوے اور حد سے بڑھتے ہین۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ - ای الیہود یا معشر المسلمین بشیٔ - اِلَّآ اَذًى - باللسان من سب وتہدید - ہرگز نہین ضرر پہونچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو ای گروہ مسلمانون کے کسی چیز کے ساتھ سوائے اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی و دھمکی وغیرہ ہے - حاصل آنکہ اللہ تعالی نے مومنون کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہین پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سوائے اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی و بدگوئی و دھمکیان دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہین بلکہ اذیت ہے پس یہ استثنار مفرغ ہے - اور یہ ایذا بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت مین عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے - وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ - منہزمین - اور اگر تمسے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے در حالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح و نصرت ہے اور یہ وعدہ دائمی ہے چنانچہ فرمایا ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ - علیکم بل لکم النصر علیہم - یعنی پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمھارے واسطے اپنر فتح ہوگی - یہ آیت معجزہ نبوت ہے آنکھون سے دیکھو کہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آجتک بلند ہوا اور نہ کبھی غالب ہوے جہان دیکھو یہودی ذلیل ہین اور مسلمان برابر غالب ہے اور یہودیون پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب رہین اگر کتاب اللہ و سنت رسول پر ثابت قدم ہون ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا - حیثما وجدوا فلا عز لہم ولا اعتصام - یعنی تھپا دیدی گئی اپنر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہے جہان کہین پائے جاوین ذلیل (انکو کوئی عزت نہین اور نہ اعتصام ہے) اِلَّا - کائنین بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ - المومنین وہو عہدہم الیہم بالامان علی ادا الجزیۃ ای لا عصمۃ لہم غیر ذلک یعنی الا کا مابعد منصوب المحل بنا بر حال ہونے کے ہے اور معنی یہ ہین کہ انکو کہین عزت نہین اور نہ انکے خون کی حفاظت ہے سوائے اس حال کے کہ وہ ہو وین ساتھ عہد ذمہ کے اللہ تعالی کی طرف سے اور بزرگ لوگون کی طرف سے یعنی مومنین کیطرف سے پس حبل سے جو رسی کے معنی مین ہے مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہے امان کا ادا جزیہ کے ساتھ اور حاصل یہ کہ نہین بچاؤ ہے انکو سوائے اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالی کا کیا ہے تو جواب یہ کہ اللہ عز و جل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہے اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالی یہ کہ یہود مسلمان ہو جاوین تو انسے یہ ذلت زائل ہو - وَبَاۗءُوْ - رجعوا - بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ - رجوع کیا انھون نے غضب الٰہی کے

تامرون بالمعروف الخ - یہ جملہ مستانفہ ہی جس سے انکا خیر امت ہونا بیان فرمایا - یا کنتم کی خبر دوم ہی اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیر امت ان شرائط مذکورہ پر ہین اور اس سے لازم آتا ہی کہ یہ جملہ حالیہ ہوا ور تومنون باللہ متضمن ہی ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہی سب پر ایمان لاوے اور سکو موخر کر دیا حالانکہ یہ سب سے مقدم ہی کیونکہ مقصود یہ ہی کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف و نہی از منکر بجا لانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالی پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کی ہی - اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہی اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہی کہ وہ جو حکم کرتے ہین وہ معروف شرعی ہی یا جس سے منع کرتے ہین وہ منکر شرعی ہی اسلیے کہ الف لام المعروف والمنکر مین استغراق کا ہی پس اگر حاشاہم اللہ تعالی وے کسی باطل پر اجماع کرین تو انکا حال اسکے برخلاف ہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب وے کسی امر پر اجماع کرین تو قطعًا وہی حق ہی اور حدیثین انکے اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہی - **وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ** - باللہ - اور اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر ایمان لائے ف یعنے اہل کتاب اپنے زعم مین تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہی کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے - **لَكَانَ** - الایمان - **خَيْرًا لَّهُمْ** - تو البتہ یہ ایمان لانا انکے حق مین بہتر ہوتا ف اس حال سے جسپر آپ موجود ہین - اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہی یعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہی اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ اچھا ہوتا تو جواب یہ ہی کہ یہ طریقہ فہمایش کا ہی کہ وہ اپنے زعم مین اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل مین معنے تفضیلی مقصود نہین ہین اور **کرخی**ؒ سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان بموسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام ہی اور یہ خیر ہی پس اسم تفضیل اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہی کہ معنی تفضیلی مراد نہین جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیہ - ہین ہر - **مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ** - کعبد اللہ بن سلام و اصحابہ - اہل کتاب مین سے بعضے مومن ہین جیسے عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھی کہ وے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے - **وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ** - الکافرون - اور انمین سے بہتیرے فاسق ہین اے کافر ہین ف یعنی فاسق بمعنی کافر ہی کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہی سو کافر بھی فاسق ہی کہ ایمان سے خارج ہی اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہی کہ شرعی احکام بجا لانے مین نافرمان ہی اور یہان چونکہ ایمان نہ لانے مین انکا حال بیان کیا تو وے کافر ہوے اور اسمین اشارہ ہی کہ انکا کفر اور بداعتقادی بداعمالی کیساتھ ہی ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر - اللہ عزوجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی امر معروف و نہی منکر بجا لانے سے اور یہ رتبہ ہی کیونکہ درجات مین سے یہ انتہائی ہی اور وہ محل تمکین و تقدیس ہی جبکہ خطرات سے نفس پاک ہوا اور یہ حاصل نہین ہوتا مگر اسی وقت کہ اسکو لباس عظمت و کبریاء کا پرتو ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا - پھر اس امت والون کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ہونے کی وجہ سے ہی اور اسوجہ سے کہ انھون نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہی اور حال یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر ہین پس قوم آپ کی تمام امتون سے بہتر ہی - اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہین اور علمائے امت عارفین ربانی انھین کے قدم پر ہین فاعلم پھر امر بالمعروف سے شاید یہ مراد ہی کہ مریدون کو زبان محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کر کے بلاوے اور نہی منکر یہ ہی کہ مریدون کو انکے نفوس سے اللہ تعالی کی طرف پھیرے اور اپنے نفوس پر اعتماد کرنے سے منع کرے اور یحیی بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندون کے واسطے مدح ہی اور یہ نہین ہوگا کہ اللہ عز وجل ایک قوم کی مدح کرے پھر انکو عذاب کرے اور **جعفر صادق** نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجا لانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہی کہ قرآن مجید و سنت

رسول کو نہین عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ و ثواب و خیر کا نتیجہ دیتا ہی کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہین دیتا ہی اور امام احمد نے باسنادہ حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہین دیا گیا ہم لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہی فرمایا کہ مین رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیان مجھے دی گئین اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کردی گئی اور میری امت خیر الامم کردی گئی - تفرد بہ احمد من ہذا الوجہ و اسنادہ حسن اور نیز امام احمد نے ابو الدرداؓ سے روایت کی کہ مین نے ابو القاسم صلعم سے سُنا فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا اے عیسٰیؑ مین تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنے والا ہون کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جس کو محبوب رکھتے ہین تو حمد و شکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچے گی جسکو مکروہ رکھتے ہین تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہی اور نہ علم ہی عیسیٰؑ نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ حلم ہی اور نہ علم ہی - فرمایا کہ مین اپنے حلم و علم سے انکو دونگا **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہان اور احادیث مناسب ہین پھر حضرت ابو بکر الصدیقؓ سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہون کہ وہ بلا حساب جنت مین داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھوین رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر مین نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عزوجل نے مجھے ہر واحد کیساتھ ستر ہزار دیدیے - حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس شمار مین شہر والے اور گانوٴن والے تو آجاوینگے اور جنگل کے کنارون کے بھی داخل ہوجاوینگے رواہ احمد اور دوسری روایت مین کئی بار ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہی اور اسکے ساتھ دونون ہاتھ پھیلا کر لپ بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہی اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ مقدار ایسی ہی کہ اسکا شمار نہین معلوم ہوسکتا **قال المترجم** بعید نہین ہی کہ حضرت ابو بکرؓ کی زیادتی مین صدیقان امت کی زیادتی ہی اور حضرت عمرؓ کی روایت مین دوسری و تیسری وغیرہ زیادات شہداء و صالحین کے ہی اور روایت طبرانی مین مصرح ہی کہ عمرؓ نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکی سفارش انکے آبا و ابنا و عشیرہ و ازواج کے حق مین قبول فرماویگا اور مین امید کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ مجھے پچھلے کسی لپ بھر کی زیادتی مین سے کردے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہی چنانچہ **ضیاء مقدسی** نے فرمایا کہ مین اسکی اسناد مین کوئی علت نہین جانتا ہون پھر **شیخ ابن کثیر** نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرمائے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہی اور صحیحین و سنن و مسانید و معاجم مین ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہی اور مسلم کی روایت مین حضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ یہ وہ لوگ ہین جو رقیہ نہین کراتے ہین اور نہ داغ دلاتے اور نہ طیرہ کرتے ہین اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہین اور ایسا ہی اور ائمہ کی روایت مین مذکور ہی - اور صحیحین مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت مین سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو پھر ہمنے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہی کہ اہل جنت مین سے شطر یعنی آدھے تم ہوگے پھر **شیخ ابن کثیر** نے طبرانی و امام احمد و ترمذی وغیرہ کی روایات سے منجملہ ایکسو بیس صف اہل جنت کے اسی صفین اس امت کی ہونا ذکر کیا **مترجم** کہتا ہی کہ دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہین فرمائی ہی دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور آدھے سب پر بولا جاتا ہی اور سوم یہ کہ شاید اتنی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم **مترجم** کہتا ہی کہ مین نے تفسیر **ابن کثیرؒ** سے یہ مقام بہت ہی ملخص کر لیا اور بخوف طوالت انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اس مین فوائد تھے ولیکن اسقدر مین بھی کفایت ہی واللہ الموفق - قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر انکا نکالا جانا مراد نہین بلکہ اخراج بمعنی اظہار ہی حاصل آنکہ علم الٰہی مین وہ خیر امت قرار پائے ہوئے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین یہ مضمون مذکور ہی کہ ہم دنیا کی پیدایش مین پچھلے ہین اور قیامت مین جنت مین داخل ہونے مین اگلے ہین - قولہ

والحدیث فی الصحیح وغیرہ من السنن -- اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بدزبانی مت کرنا میرے اصحاب کے حق مین کیونکہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر تم مین سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہین بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہین پہنچ سکتا ہے رواہ البغوی وہو فی الصحیح - یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد ہین اور یہ قول حضرت ابوہریرہ سے بھی نکلتا ہے جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس مین کہا لوگون کے واسطے تم بہتر ہو کہ لوگون کو طوق وزنجیرون مین قید کر کے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام مین آجاتے ہین **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہی ابن عباس ومجاہد وعطیہ عوفی وعکرمہ وعطا وربیع بن انس سے مروی ہے اور معنے یہ ہین کہ امتون مین سے بہتر اور لوگون مین زیادہ نافع ہو لوگون کے لیے اسیواسطے فرمایا تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ - اور امام احمدؒ نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا در حالیکہ آپ خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگون مین سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جو انمین سے اقرأ ہو اور اللہ تعالی کے واسطے سب سے زیادہ تقوی والا - اور معروف کا حکم کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو - ورواہ النسائی وغیرہ ایضاً **مترجم** کہتا ہے کہ دیگر دلائل موجود ہین جنسے صریح ثابت ہوتا ہے کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتون سے بہتر ہے اور کلام مین للناس صلہ اخرجت کا ہے اور معنی اسکے یہ ہین ما اخرج اللہ للناس امۃ خیر من امۃ محمد صلعم یعنی نہین نکالا اللہ تعالے نے لوگون کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے - چنانچہ محی السنۃ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر مین سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم بہتر امت کے تتمہ ہو یعنی اخیر امتون کے بعد تم ہوے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو انمین سے تم سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو ورواہ الترمذی وحسنہ وحدہ ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم - اور نیز ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اس امت نے پورا کیا ستر امتون کی تعداد کو جنمین سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہے اللہ عزوجل کے یہان - اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہین ہوتا کہ اول بہتر ہے یا آخر - اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ مین پہلے اسمین داخل ہون اور سب امتون پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمین داخل ہو **قال المترجم** وقد رواہ الدارقطنی فی الافراد وابن عدی والثعلبی والحدیث صالح الاسناد وان کان فیہ تفرد لبعض الرواۃ واللہ اعلم اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمین سے اسی صفین میری امت ہوگی **مترجم** کہتا ہے کہ یہان اور قوی دلائل بھی موجود ہین جنکو بخوف طوالت مین ترک کرتا ہون - لنظر برین ہمارے **مفسر جلال**ؒ نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہے اور اللہ عزوجل کے سامنے موجود ومعدوم سب حاضر ہین کیونکہ اسکے علم مین سب موجود ہین اسیواسطے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الٰہی مین سب سے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور **شیخ ابن کثیر**ؒ نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہے پس امت محمدی باقی تمام امتون سے بہتر ہے ہان یہ ہے کہ امت محمدی اپنے درمیان میں ہر قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہے پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہے جنمین رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے پھر انکے بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہے اور یہی دوسری آیت مین فرمایا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس الآیۃ - پھر **شیخ ابن کثیر** نے معاویہ بن حیدۃ القشیری کی روایت ذکر کر کے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور معاذ بن جبل وابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہے - پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتون سے بہتر ہے تو فقط اپنے نبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ واکرم الرسل ہین اور اللہ تعالی نے آپکو شرع کامل عظیم کیساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

اور آگے انشاء اللہ تعالیٰ دیدار باری تعالیٰ کی بحث آویگی۔ تمام الشیخ اور محمد بن علی نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو ثواب سوائے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافرون و منافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی **قال المترجم** یہ کلام صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسندیدہ بات کا اور منع کرتے ہو ناپسند سے اور یقین لاتے ہو

بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین سے ایمان والے اور اکثر تو ان مین بیحکم ہین یعنی کافر

كُنْتُمْ ۔ یا امۃ محمد صلعم فی علم اللہ تعالیٰ ۔ **خَيْرَ اُمَّةٍ** ۔ تم (اے امت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے علم مین) بہتر امت تھے ۔ **اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** ۔ جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جسقدر امتین پیدا فاظاہر ہوئین تم سب سے بہتر امت ہو ۔ **تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ** ۔ تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو ف یہ وصف جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین مین جو رکھا ۔ پس یہ بھی معجزہ ہے واضح ہو کہ بیان اللہ عزوجل نے اپنے کرم و فضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہے ظاہر فرمایا ۔ کنتم صیغہ ماضی ہے جو گذرے ہوے پر دلالت کرتا ہے **بیضاوی** نے کہا کہ کنتم سے زمانہ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہے اور اسمین انقطاع نہیں جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما ۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا اسکے یہ معنی کہ تھا اور اب بھی ہے اور آیندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے ۔ پھر کنتم خطاب ہے پس جو حاضر و موجود ہوگا تو جو حضرت صلعم کے ساتھ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انہین کو خطاب ہوا ۔ اسیواسطے ابن عباس رض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت کی **قال المترجم** کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہین کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے کوئی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہے جیسا کہ ظاہر ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہین ۔ اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی ہے ۔ اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطاب رض سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ ۔ تو ہم سب کے سب شامل ہوتے ولیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو خصوصی صحابہ محمد صلعم کے حق مین ہے اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے ۔ اور ایک روایت مین عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کیواسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمر رض سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ہونے کی شرط کر دی ہے اسکو ادا کرے یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر و ایمان باللہ عزوجل و قد رواہ ابن جریر ایضا اور جاننا چاہیے کہ ضحاک سے بھی مانند قول حضرت عمر رض کے مروی ہے اور معالم مین فرمایا کہ عکرمہ و مقاتل نے کہا کہ مالک بن الضیف و وہب بن یہوذا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعود و ابی بن کعب و معاذ بن جبل و سالم مولے حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ۔ پھر بر تقدیر قول عمر رض کے کہ اگلون کیواسطے ہے ہمارے پچھلون کے لیے نہین تو اگلون کی حد کیا ہے سو ہم کہتے ہیں کہ عمران بن حصین نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے ۔ عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرینگے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نہ کیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نکرینگے اور انمین موٹاپا پھیل جاویگا رواہ البغوی

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما ران اولیاء کرام کے چہروں کی ہیں کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے
اسواسطے کہ وہ آئینۂ حق ہیں اللہ تعالیٰ انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہے - قولہ تعالیٰ وتسود وجوہ - یہ ان لوگوں کے چہرے ہونگے جو جناب
باریتعالیٰ میں کچھ نہیں اور یہاں اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ و جملہ کفر و شرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ خلق کے
درمیان تقشف ظاہر کر کے مقامات اولیاء کا دعویٰ کرتے ہیں اور صادقین کی وضع میں نکلتے ہیں اور خلق سے خواہش رکھتے ہیں کہ انکی تعریف کریں اور
اپنے چہرے انہیں مخلوق کیطرف لگائے رہتے ہیں اور جو لوگ کہ زمین میں اللہ عزوجل کے امین ہیں انسے عداوت رکھتے ہیں **قال المترجم** فرقہ خوارج کا جو
شخص پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے میں انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہیں کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس
ہے کہ مالک آسمان و زمین تو مجکو اہل زمین پر امین کرتا ہے اور تم نہیں کرتے ہو اور اسی قصہ میں ذو الخویصرہ اور خارجیوں کے بے ایمان ہونے کا حال
فرمایا ہے حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ میں حقیر دیکھو گے مگر باوجود اسکے یہ خارجی لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان
سے تیر نکل جاتا ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں ہے مکار مدعی لوگوں کے چہرے سیاہ ہو جائینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور میں وہ لوگ
دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیۃ - محی السنۃ نے معالم میں ذکر کیا کہ سعید
بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے -
اور **کلبی** رح نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو
وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نولہ ماتولی - پھر جب اسکی طرف جا پہونچینگے تو
حقیقت حال دیکھ کر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہو جاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود و نصاریٰ باقی رہینگے
کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا اسمیں سے کسیکو نہیں پہچانینگے پھر اللہ تعالیٰ انپر آویگا پس اسکو سجدہ کریگا ہر وہ شخص جو دنیا میں اسکو سجدہ کرتا تھا
مطیع مومن ہو کر پھر باقی رہجاوینگے یہود و نصاریٰ اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قابو نہ پاوینگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور
مسلمانوں کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک
ہو جاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑ جاوینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہے کہ ہمارے چہرے سیاہ ہیں پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ
تعالیٰ ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھوں نے اپنے نفسوں پر کیا جھوٹ باندھا ہے **قال المترجم** یہ حدیث مرفوع طور پر باسلوب دیگر اسانید صحیح کے
ساتھ تفسیر قولہ تعالیٰ یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیہ میں انشاءاللہ تعالیٰ اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث میں مذکور ہے
اہل ایمان اکابر صلحا عارفان پاک اسپر صدق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اسوجہ سے جسپر صلحاء امت ایمان لائے ہیں ایمان لایا اور اس کو
اللہ عزوجل کا فضل جانتا ہے پس عام بھائی مسلمانوں کو لازم ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاویں اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و
اوہام و اپنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھاویں وما التوفیق الا باللہ تعالیٰ - اور جو آیۃ میں مذکور ہے اسپر صریح دلالت کرتا ہے قولہ
تعالیٰ للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا وترہقہم ذلۃ - ولیکن چہروں کی سیاہی غیرہ
جزاء بدکرداری و ناراضمندی باریتعالیٰ ہے اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے - فتفکر - پھر قولہ الذین احسنوا الحسنیٰ و
زیادۃ - کی تفسیر میں زیادہ دیدار باری تعالیٰ ہے اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہے اور شیخ رح نے جو آیت ذکر کی یعنی قولہ - کلا انہم عن
ربہم یومئذ لمحجوبون - اسمیں امام مالک رح نے کہا کہ دلیل موجود ہے کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

رَحْمَةِ اللّٰهِ - جنتہ - تو وہ اللہ تعالی کی رحمت مین یعنی جنت مین ہین ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل
رحمت ہی اور اسمین تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہین ہی - هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ - یہ نیک بندے جنت مین ہمیشہ
رہین گے ف وہان موت نہین ہی - پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر مین ابو غالب رح سے روایت کی کہ ابو امامہ رض نے
درج مسجد دمشق پر کچھ سر چنے دیکھے تو ابو امامہ رض نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہین یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہین اور جس مومن کو انھون نے قتل کیا
ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیۃ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - آخر تک تو مین نے ابو امامہ رض سے پوچھا کہ آپ نے اس کو
رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر مین نے اسکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک یا دو یا تین بار سنا یہانتک کہ سات بار شمار کر کے کہا کہ اگر فقط سات
ہی بار سنا ہوتا تو مین تم سے اسکو بیان نکرتا - قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ والامام احمد ایضاً مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا
بیان ہوا ہی اسی واسطے بعض نے اس آیت مین - الذین اسودت وجوہہم - سے خارجی مراد لیے ہین اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون مین
داخل ہین اور آیۃ کریمہ انپر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہو گئے سین کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق
کے تھا اور معالم مین محی السنتہ رحمہ اللہ نے موقف قیامت مین تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس رض وارد کی اور مین اسکو عرائس البیان مین لاؤنگا
انشاء اللہ تعالے - تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ - یہ آیات اللہ تعالی ف جو کافرون کی خواری عذاب مین اور مومنون کی منزلت ثواب مین مذکور ہوئین
نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ - انکو ہم تجپر تلاوت فرماتے ہین تحقیق ف ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی تعلیم ہی تو ضروریون ہی ہونے
والا ہی - وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ - بان یاخذہم بغیر جرم - اور اللہ تعالی کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہین کرتا ف
باین طور کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالے سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی پر کچھ واجب
نہین کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہین کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علی الاطلاق مالک ہی - حاصل یہ کہ اللہ عزوجل کیطرف سے
ظلم تو متصور ہی نہین ہو سکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہی - لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون - اور جسپر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اسنے
اپنے ملک مین تصرف کیا اسمین ظلم تو ہو نہین سکتا ہی لہذا فرمایا قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یعنی اگر وہ
حضرت عیسیٰ و انکی مان و سب کچھ جو زمین مین ہی ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون مانع ہی - اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے مین ہر فرد ظلم کی نفی
ہوگئی حالانکہ دنیا مین جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین وہ بارادۂ الٰہی ہین اور جواب یہ کہ خلق الٰہی ہی نہ انکہ مرضی ہی فافہم - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ - ملکاً وخلقاً وعبیداً - اور اللہ تعالے ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف از راہ ملک و خلق ہونے
اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہین - وَإِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ - تصیر - الْأُمُورُ - اور بازگشت جمیع امور
کی اللہ تعالے ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عزوجل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لا یعقلون کے ہین ف شیخ نے عرائس البیان
مین کہا کہ قولہ تعالے یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت مین سچے ہین انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع
قدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمائیگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ مین گرد آلودہ ہو رہے تھے اور
انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور قدم کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے یہ چہرے مشرف بجلال رب کریم اور نورانی بنور قرب
اور شاداں و خرم بدیدار و وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہاتے ہوئے اور اپنے پروردگار کیجانب فوت پاکر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا
وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ - اور جان رکھو کہ آجکے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہین جن پر کل کے روز یہ انوار و اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

مفسر جلال الدین سیوطی ؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہی اور صحیح یہ ہی کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہی اور اگر مکروہ
ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہی اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہی حالانکہ منع ہی تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہین کیونکہ اللہ تعالے
نے فرمایا - یاایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون - یعنی اے ایمان والو تم کیون کہتے ہو وہ جو خود نہین کرتے ہو تو بیضاوی ؒ نے لکھا
کہ اسمین اختلاف ہی اور اظہر و ارجح یہ ہی کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہی اس سے بھی دوسرے کرنیوالے کو منع کرے کیونکہ اسپر دو باتین
واجب ہین ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب
تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہی مترجم کہتا ہی کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتویٰ ہی - **وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا** - عنہم - **وَاخْتَلَفُوا**
فیہ **مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ** - وہم الیہود والنصاری - اور تم لوگ ایسے مت ہوجیو جیسے وہ لوگ جو پھوٹ مین
پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے کہ انکے پاس آیات بینات آچکی تھین ف یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہی اور اختلاف سے دین
مین اختلاف مراد ہی اور اس موصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاری ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہی - **وَأُولَئِكَ لَهُمْ**
عَذَابٌ عَظِيمٌ - ایسے بدکارون پر عذاب عظیم ہی ف اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہی کہ بدعتی مراد ہین اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے
مرفوعاً روایت ہی کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوے اور انصاری بہتر فرقہ پر متفرق ہوے اور میری امت تہتر فرقون پر متفرق ہوگی اور ایک روایت مین
یہ زیادہ ہی کہ سب جہنم مین جاوینگے سواے ایک کے اور وہ جماعت ہی یعنی اہل السنۃ والجماعۃ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہ ہی
اور ابن عمر رضؓ کی روایت حاکم مین مرفوع ہی کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہی یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہوگا جسپر مین اور میرے
صحابہ آج مین - بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہین جو شرک سے پرہیز کرکے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہین اور
سب جماعت ہین تفرقہ روا نہین رکھتے ہین کیونکہ ابوذر رضؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ
اسلام اپنی گردن سے نکالا رواہ ابوداؤد پس اسمین مسلمانون کو سخت تنبیہ ہی کہ آپسمین متفرق نہون ولیکن کبھی وہ متفق نہونگے جب تک کہ راہ
توحید پر قائم نہون - **يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ** - ای یوم القیامۃ - یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہی شیخ
ابن کثیر ؒ نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ - اہلسنت وجماعت ہین اور تسود وجوہ اہل بدعت ہین یہ ابن عباس رضؓ کا قول ہی اور ظاہر مراد اہل بدعت سے
عام ہین خواہ اس امت کے بد اعتقاد لوگ ہون یا کسی اور امت کے ہون - الحاصل جنھون نے صراط مستقیم اور آیات بینات مین اختلاف کیا اور راہ حق
مین مومنون کو تکلیف دی تو آخرت مین ان مشرکون کافرون بدچلتیون کے لیے عذاب عظیم ہی جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ دوم سفید
پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہی کہ - **فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ** - وہم الکفرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا - **أَكَفَرْتُمْ**
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ - یوم اخذ المیثاق - چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہین جو آگ مین ڈالے جاوینگے وتوبیخاً کہا جائیگا) کیا تم کافر ہوے بعد
ایمان لانیکے ف ازل مین عہد توحید لینے کے وقت جو سبھون نے اللہ تعالی پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہی اور درصورتیکہ اہل بدعت
مراد ہون تو کوئی تردد نہین کیونکہ بدعت تو بعد سنت کے ہوئی ہی فافہم - اور حسن بصری ؒ سے روایت ہی کہ وہ منافق ہین اور اسمین بھی تاویل درکار ہی
کیونکہ وہ ایمان نہین لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جائیگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہوگئے یعنی عہد ازل مین اللہ تعالی پر ایمان لانیکے
بعد کافر ہوگئے - **فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ** - پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دائمی جہنم ہی
وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سپید ہونگے - (وہ مومنین ہین -) ففی

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ○ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا

بدلا اوس کفر کرنے کا — اور وہ جو — سپید ہوے — منھ انکے — سو اللہ کی رحمت مین — وہ اوسی مین

خَالِدُونَ ○ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ ○

رہ پڑے — یہ — حکم ہین — اللہ کے ہم سناتے ہین تجکو — تحقیق — اور نہین چاہتا اللہ — ظلم کو جہان والون پر

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ○

اور اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمان — و زمین مین ہی — اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہی

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ - الاسلام - اور تم مین سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیۃ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہی (رواہ ابن مردویہ) وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ - اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کامون کو سکھلاوے - وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ - اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع مین بدکام ہی اس سے روکے - وَأُولَٰئِكَ الداعون الآمرون الناہون - هُمُ الْمُفْلِحُونَ - الفائزون ومن للتبعیض لان ما ذکر فرض کفایہ لا یلزم کل الامۃ ولا یلیق بکل احد کالجاہل وقیل زائدۃ ای لتکونوا امۃ - اور یہی خیر کی طرف بلانیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنیوالے یہی مفلحون ہین یعنی نائز المراد ہین ف اور منکم مین من تبعیضیہ ہی کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہی کہ کل امت پر لازم نہین ہی اور ہر فرد کے لائق بھی نہین ہی جیسے جاہل اسکی لیاقت نہین رکھتا مترجم کہتا ہی کہ مفسر کی عبارت مین ظاہر یہ ٹپکتا ہی کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہین ہی بلکہ بعض پر ہوتا ہی اور اسپر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہی کہ یہ قول مردود ہی اور دلیل قائم ہوئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہی لیکن بعض کے ادا کردینے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انمین سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہی حتی کہ اگر سبھون نے ایک سرے سے ترک کیا تو سب کے سب گناہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہی - اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہی اور معنی یہ ہین کہ چاہیے کہ ہو جاؤ تم ایسی امت الی آخرہ مترجم کہتا ہی کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی اسیوجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم و لیاقت کے ہو سکتا ہی پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا - اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ مقصود اس آیۃ سے یہ ہی کہ اس امت مین سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف اپنے اوپر اٹھائے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہی جیسا کہ صحیح مسلم مین حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم مین سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع مین منکر ہی تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھون بگاڑے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہی اسکے بعد رائی برابر ایمان نہین ہی - اور حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالی تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمھاری دعا قبول نہوگی (رواہ الترمذی وابن ماجہ) - اور آیۃ مین دلیل ہی کہ امر بالمعروف و نہی منکر واجب ہی اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی مین کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہی اور کبھی مستحب ہوتا ہی جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہی اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مندوب ہی اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کل واجب ہی اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہی وہ حرام ہی اور رہا سے

اور آپس کے ساتھ میں انصاف سے رہنے والے ہوگئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی پر یقین کامل ہوگیا۔ حاصل کلام بیان یہ ہے کہ برگزیدہ لوگون کے دلون میں جو الفت ہوتی ہے وہ انکے مقامات و حالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہے اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کرکے انکو اپنے مشاہدہ قرب مین جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام اُنس و وجد و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب مین اسی اندازہ سے ہے جس قدر ان کے درجون مین آپس مین نزدیکی ہے مثلاً مقام توحید و معرفت مین قربت ہے بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض پر رحمت و ہدایت و عصمت قرار دیا ہے حدیث مین فرمایا کہ مومنین مثل عمارت مکان کے ہین کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہے۔ پھر جانو کہ جو شخص مشاہدہ ازل مین جمیع مقامات کے تدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگون مین سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہوگا اور سب کا پیشوا ہوگا کیونکہ اسنے اصول حقائق توحید کو پالیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کرلیا ہے اور جسنے تمام مقامات کو نہین پایا تو اسکا حال ایسا نہین ہوگا پس باہم الفت ہونا تو اگلون کی صفات سے ہے اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پچھلون کا حال ہے اسواسطے کہ انکی روحین باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوئی ہین اور یہی حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنود مجندہ ہین پس جنہین باہم تعارف ہوا انہین باہم الفت ہوئی اور جنمین باہم شناسائی نہوئی انمین پھوٹ پڑی **قال المترجم** یہ حدیث صحاح مین ہے۔ بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنی ہین کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم۔ یا ین معنے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کردیے اور اس سے پھیر کر تم کو حظ حق کی طرف لگادیا۔ قولہ تعالیٰ وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا۔ یعنی تم امتحان کے واسطے ازلی غضب مین ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہین کہ حقیقت مین ایسے تھے کیونکہ واقعی تو یہ لوگ خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضاے تقدیر ازلی تھی کہ تمہارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف و کواشف سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی **مترجم** کہتا ہے کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ حق عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہے۔ اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال مین رحمت ثابت کی ہے اور **شیخ اکبر** انھین مین سے ہین حتی کہ عذاب کفار مین بھی انھون نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہے بلکہ منصوص ہے کہ فرمایا ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ میری رحمت ہر شی کو وسیع ہے اور شر مین سب شامل ہے ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہین مثلاً جہاد مین قتل کفار انکے حق مین دفع ارتکاب شر و فساد و کفر ہے اور مومنون کے حق مین تو ظاہر علیٰ ہذا القیاس فافہم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور چاہیے کہ رہین تم مین ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی پسندبات کو اور منع کرتی ناپسند کو

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

اور وہی پہونچے مراد کو اور نہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے ان کو

الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ لا يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ

صاف حکم اور انکو بڑا عذاب ہے جس دن سپید ہونگے بعضے منھ اور سیاہ ہونگے بعضے منھ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

سو وہ لوگ جن کے منھ سیاہ ہوے کیا تم کافر ہوگئے ایمان لاکر اب چکھو عذاب

ہدایت وکفایت ورعایت وغیرہ پر بنا وہ سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑ گیا **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور عہد اسکا توحید ہی اور **شیخ ابو یزید** رح نے فرمایا کہ جبتک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہو گی اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہی پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنی کسی امر کے واسطے سے وصول نچاہا تو اللہ تعالے سے اعتصام کرنے والا ہو گیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہی کہ بندہ کا دل عہد وفا کرنے پر قائم ہے اور دین مین کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے - اور **شیخ ابن عطا** رح نے فرمایا کہ حبل اللہ سر بنیت سے متصل ہی اور حبل اللہ یہی عہد الٰہی اور آپس کی کتاب مجید ہی پس جسنے اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ واصل ہو گیا اور **شیخ جنید** رح سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ کے معنی کیا ہین تو کہا العروة کہتے ہین کہ اسمین خصوص ہی اور عموم بھی ہی پس اعتصموا باللہ کے یہ معنی ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام کرو **قال المترجم** حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہی - اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنی ہین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین اور ظاہر وباطن اور پوشیدہ وعلانیہ کسی حال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو - قولہ تعالی واذکروا نعمة اللہ علیکم - یعنی اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے - قولہ اذ کنتم اعداءً - یعنی بشریت کے گھٹا ٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ مین اسکی توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار قربت سے محروم پڑے تھے اوس وقت دیکھو کہ اللہ تعالے کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرتے تھے اور کفر کی ذلت مین پھنسے ہوے اپنے نفس کی خواہشین چاہتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سب انہین عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالی نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عز وجل کا اثر دیکھا اور بعض روبعض بعض پر عاشق ہو گئین جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم - اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اس قول وتعالی عز وجل کے کہ فرمایا - فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا - اور نیز یہ اشارہ ہی کہ پھر اللہ تعالی نے تمھارے دلون مین الفت دیدی اسطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمھارے دلون کو دی اور اپنی درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہانتک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شرف احسان سے تمکو الفت کا دودھ سا پیالہ ملا اور جمال حبیب سے خوش دل ہو گئے اور تمھارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا عیش ایک اور مذہب ایک اور حظ ایک ہو گیا اور اللہ تعالے نے سب کو اخلاص پر جمع کر دیا تا کہ انکے اخلاق پر جو میل آ گیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگا ؤ ہو گیا تھا اس سے پاک ہو گئے اور یہی الفت واخلاص کا لباس پہن لیا **قال المترجم** جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے آپس مین کچھ باتین کین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا مین نے تمکو گمراہ نہین پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو باہم ملا دیا الفت سے تم محتاج تھے کہ اللہ تعالے نے تم کو میری وجہ سے تونگر کر دیا جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالی واسکے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہی مترجم کہتا ہی گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھرپور کیا خدا دانا تر ہی کہ کسقدر لیا فلیتامل فیہ اللہ تعالی نے انکو مخلوقات کے پھنساؤ سے چھڑا لیا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کر دیے پس انکو عین الجمع مین ایک کر دیا گویا ایک تن انمین پس انکے جمال نے انکو وفا دیدی اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہو گئے اور محبت مین مخلص ہو گئے

بھائی تھے انکی اولاد مین ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیان رہین یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھا دیا اور انمین الفت ڈال دی چنانچہ فرمایا۔ **فَاَلَّفَ** ۔جمع۔ پھر جمع کردیا۔ **بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ** ۔ بالاسلام۔ تمھارے دلون مین اسلام کے ساتھ **فَاَصْبَحْتُمْ** ۔ فصرتم ۔ **بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا** ۔ پھر تم ہوگئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی **ف** یعنی دین و مددگاری مین آپسمین ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے ۔ اور بر و تقویٰ پر ایک دوسرے کے مددگار ہوے جیساکہ دوسری آیت مین فرمایا۔ ہوالذی ایدک بنصرہ وبالمومنین والف بین قلوبھم الآیہ۔ **کذا ذکرہ ابن کثیر** ۔ **وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا** ۔طرف۔ **حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ** ۔لیس بینکم وبین الوقوع فیہا الاان تموتوا کفارا۔ اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے اسطرح تھے کہ تمھارے درمیان اور گڑھے مین گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر مرجاؤ۔ **فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا** ۔ بالایمان ۔پس اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نکال لیا باین طور کہ تم کو ایمان دیدیا۔ **کَذٰلِکَ** ۔ کما بین لکم ماذکر جیسے یہ انعام تمپر ظاہر کیا۔ اسی طرح ۔ **یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ** ۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہی تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ یعنی تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو۔ **ف** عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ۔ اور نیز حق تقویٰ یہ ہی کہ جو عہد ہین اُنکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالیٰ نے جو حدود حرام وحلال کے مقرر فرمائے ہین انکی حفاظت کرے اور قضاء وقدر جاری ہونے کے وقت رضامندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقویٰ یہ ہی کہ حق عزوجل کے مشاہدہ کیواسطے حادثات ومخلوقات کو ترک کرے۔ اور نیز برگزیدہ بندون کو اپنی تعریف سے حقیقت عین قدم بتلاکر متنبہ کردیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کرکے حق ربوبیت کو پہچانین اور انپر لازم کردیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہین پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس اسی حال سے آؤ کہ تم مین استقامت ہو اور تمکو وفات نہ پہونچے مگر اسی حال مین کہ وفات کی جو شرطین ہین وہ تم مین پوری موجود ہون اور یہی معنی ہین قولہ ولاتموتن الا وانتم مسلمون کے **اور قاسم** رحہ نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کردینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور رحمت کی طرف توجہ چھوڑنا اور راحت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہین ہی کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہی۔ اور **واسطی** رح نے فرمایا کہ حق تقویٰ یہ کہ جو مواجب عبودیت ہین انمین نفس کو تلف کرنا۔ اور **ابن عطا** رحہ نے فرمایا کہ حق تقویٰ یہ کہ سچائی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے بحالت ہو کہ تیرے دل مین سواے حق عزوجل کے کچھ نہو۔ **ابن عطا** نے فرمایا کہ تقویٰ کی حقیقت ظاہر مین تو یہ ہی کہ جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے انکو نگاہ رکھے اور باطن مین یہ ہی کہ نیت واخلاص ہو اور روایت ہی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ حق تقویٰ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نعمت نہو **قال المترجم** ۔ یہ الفاظ اس روایت کے ہین جو ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعودؓ سے موقوفا روایت کی ہی اور **شیخ ابو یزید** نے فرمایا کہ پورا تقویٰ یہ ہی کہ جب کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور خود اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اسی کے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقویٰ یہی ہی کہ تمام شبہات سے بچے **مترجم** کہتا ہی کہ حدیث صحیح مین حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا۔ فرمایا اتقوا اللہ حق تقاتہ قولہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ حبل اللہ ہدایت کفایت ورعایت وعبودیت ومعرفت ومحبت وخدمت وادب وحشمت اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم وقرآن مجید وسنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی پس اللہ تعالیٰ نے جمہور پیران وقائق کے ساتھ اعتصام واجب کردیا تاکہ اسکی طرف پہونچ جاوین اور اس سے متفرق نہون کیونکہ جسنے اپنی رائے وتدبیر ومعاملہ ومجاہدہ وحیلہ وفکر واستدلال کی طرف رجوع کیا یعنی اسکی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا
کہ اظہر یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے واللہ اعلم ۔ اور مفسرؒ نے جو کہا کہ نقالوا ۔ تقاۃ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس آیت کے اترنے پر صحابہؓ نے کہا پس تفریع
نزول آیۃ یہ ہے نہ اس تفسیر تقوی پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد الحکایہ کہنا مروی نہین ہوا لیکن اسمین اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقوی کی مذکور ہوئی ہے وہ استطاعت
سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہے ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ
نہین ہوئی ولیکن حق تقوی یہ ہے کہ جہاد کرین اسکی راہ مین حق جہاد اور انکو اللہ تعالے کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل
پر قائم ہون اگرچہ اپنی جانون اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندون کے حق مین ہو ۔ اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم
اسکا مبین ہے اور معنی یہ ہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم ۔ اور کہا کہ یہی قول صوب ہے اسواسطے کہ نسخ وہان بضرورت ہے جہان جمع کرنا ممکن
نہو اور یہان دونون آیتون مین اتفاق ہوگیا جیسا کہ بیان ہوا ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین شک نہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ۔ اپنے اطلاق پر
سب وجوہ تقوی کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہے اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی پس یہ
اصطلاحی نسخ نہین قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ تخصیص بنا بر ایک رائے کے ہو سکتا ہے سو وہ بھی نسخ فی حق البعض ہے لہذا بظاہر اصوب وہی ہے جو مفسرؒ نے
اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ تامل والی ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت مین منفرد نہین ہین بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی
کہا پس باصول تفسیر انھون نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر مین کہا کہ تقوی سے واجب ادا کرے یعنی جو فرض
ہے اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام و ناروا ہے اس سے پورا پرہیز کرے ۔ پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ استثناء مفرغ از اعم الاحوال ہے یعنی
لا تکونوا علی حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال مین نہو سوائے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ
آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ اور فرمایا کہ اگر زقومؔ کا ایک قطرہ اس دنیا مین ٹپکے تو اہل دنیا
کی زندگانی بگاڑ دے پس ان لوگون کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہین سوائے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی
وقال حسن صحیح ۔ اور جابرؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم مین کوئی نہ مرے مگر اس
حال مین کہ وہ اللہ عز و جل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد و مسلم ۔ اور صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث مرفوع مین بھی اللہ عز و جل
سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عز و جل نے فرمایا کہ مین بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہون جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے ۔ واعتصموا ۔
تمسکوا ۔ اور مضبوط پکڑو بحبل اللہ ۔ ای دینہ ۔ اللہ تعالی کی رسی یعنی دین کو ف حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن زیدؒ سے
مروی ہے اور حبل در اصل رسی ہے یا ہر سبب جس سے مراد کیطرف توصل ہو پس اللہ عز و جل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرتے مین مجتمع و متفق رہین یا حبل اللہ
سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ مین قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی اور معنی متقارب ہین پس قولہ جمیعاً
کو نصب بنا بر حال کے ہے ای مجتمعین اور قولہ ۔ ولا تفرقوا ۔ بعد الاسلام ۔ اور اسلام کے بعد متفرق نہو ف ابو ہریرہؓ کی حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی تمسے
تین چیزون سے راضی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ ذکر و دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعاً اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے
رہو اور تم سے تین چیزون سے سخطؔ فرماتا ہے ایک قیل و قال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال ۔ رواہ مسلم ۔ واذکروا نعمۃ اللہ ۔ انعامہ
علیکم ۔ یا معشر الاوس والخزرج ۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالے کے انعام کو یاد کرو ف اے گروہ اوس و خزرج وہ انعام یہ ہے کہ ۔ اذ کنتم اعداءً
قبل الاسلام ۔ جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اوس و خزرج دونون سگے

ل زقوم دوزخیون کی غذا ہو گی [illegible] ۱۲ منہ

محتاج ہوا تو اسکے لیے حج کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہے- اور شیخ جعفرؒ نے فرمایا کہ جسنے اسکو پہچانا وہ اسکے ساتھ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتا ہے- اور واسطیؒ نے فرمایا کہ قولہ من یعتصم باللہ- تو پیشواؤن کے واسطے ہے اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ- یہ عوام کے واسطے ہے اور اعتصام تو یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اُسکے سایہ اور گودمین دیکھے اور حسن قیام پر اُسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت مین ہو پس سب سے لائق تو اعتصام ہے اور تصدیق موجب اعتصام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہے کہ اُسکی طرف التجا کرکے اپنے حول وقوت سے خارج ہو اور اسکے حکم کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالے کی مرادین ٹھہراؤ ہو قال المترجم یعنی جو کچھ اللہ تعالے نے قضاء و قدر کے موافق بندے کے حق مین ارادہ فرمایا ہے اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو- شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت تین چیزین ہین ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشایش کا امیدوار ہونا- اور شیخ ابوسعید خرازؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وہ امانت نہ کیا جائیگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہوگی اور فرمایا کہ نفس کو صلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہین سوائے حکمت اور علم اور مجاہدہ وعاجزی کے کہ ان چیزون سے البتہ نفس کی صلاح ہوتی ہے اور ان سب کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ اعتصام ہو-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مرلو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

سب ملکر اور آپس سے نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس مین دشمن پھر الفت دی تمھارے دلون مین

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ

اب ہوگئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے پھر تم کو اُس سے خلاص کیا- اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

کھلی بیان کرتا ہے اللہ تمپر نشانیان اپنی شاید تم راہ پاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ- اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے حق تقویٰ کرو- حدیث مین ہے کہ بان یطاع فلا یعصی ویشکر فلا یکفر ویذکر فلا ینسی فقالوا یا رسول اللہ ومن یقوی علی ہذا فنسخ لقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم- یعنی حق تقاۃ باین طور کہ اطاعت کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہے پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالیٰ فاتقوا اللہ ما استطعتم- پس تقویٰ کرو اللہ کا جہانتک تم مین استطاعت ہو- وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ- موحدون- اور مت مرو مگر اس حال مین کہ تم توحید کرنے والے ہو- ف تقاۃ مصدر ہے اور حق تقاتہ اضافت بموصوف ہے اصل مین تقاتہ الحق تھا یعنی ایسا تقویٰ کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہے اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اُتری تو صحابہؓ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کرسکتا ہے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا- فاتقوا اللہ ما استطعتم- پس یہ آیت منسوخ کردی یہی قتادہ و ربیع بن انس و ابن زید سے مروی قال ابن کثیر یہی قول سعید بن جبیر و ابوالعالیہ و مقاتل و سدی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور تقویٰ کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث برشرط شیخین صحیح ہے اور ایسا ہی

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن - کہدے کہ ای اہل کتاب کیون آیات الٰہی سے انکار کرتے ہوف یعنے قرآن سے اور یہ ظاہر ہی اور اشارہ اس مین حج خانۂ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہی کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض ہونے کا کفر ہی اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہین اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لین - اور یہ خطاب یہود و نصاری کو ہی اور بعض نے کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس مین دلیل ہی کہ انکا کفر واضح تر ہی اگرچہ وی اپنے آپکو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے - وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ - اور اللہ تعالے تمہارے اعمال پر شاہد ہی ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہی کہ تمکو اسکی سزا دیگا -

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ - تصرفون - کہدے کہ ای اہل کتاب کیون پھرتے ہوف پہلی آیۃ مین تو خود انکے اپنی ذات سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور اس مین انکے دوسرون کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیون روکتے ہو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - دینہ - راہ خدا سے یعنی دین قیم اسلام سے - مَنْ اٰمَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہو اور اسکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود بمبخت حسد سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہین مذکور ہی اور آپکی صفت و نعت جو توریت و انجیل مین مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم السلام کیساتھ لاتے اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے والیسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف مین تحریف کرتے تھے - پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہین پس یہود اسنے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل مین شبہہ ڈالین یا من اراد الایمان مراد ہین تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہہ ڈالکر روکتے اور ظاہر یہ ہی کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہین - تَبْغُوْنَهَا - تطلبون السبیل - عِوَجًا - مصدر بمعنی معوجۃ مائلۃ عن الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجا ف یہ لفظ مصدر ہی اور معنی اسم مفعول کے ہین ای معوجۃ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر ہونے کی وجہ سے تا ء تانیث نہین آئی - اور ابو عبیدہ نے کہا کہ عوج بالکسر تو دین و قول و عمل مین مستعمل ہی اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ مستعمل ہی الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ - علماء بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہی جیسا کہ انکی کتاب مین مذکور ہی اور حاصل یہ ہی کہ تم کیونکر کجی طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق مین حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہی حتی آنکہ اللہ تعالی اسکے سوا ے کوئی دین قبول نفرماویگا - اور بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمین کجی جانتے ہو اور مومنون کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر آنکو وعید سخت سے تہدید کی - وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ - من الکفر والتکذیب وانما یؤخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالی خوب جانتا ہی جو تم کرتے ہوف یعنی کفر اور پیغمبر صلعم یا آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سوا ے اسکے نہین کہ تمکو تمہاری موت تک تاخیر دیتا ہی پھر تمکو تمہارے کا بدلہ دیگا - اور اولی یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالی جانتا ہی جو تم مومنون مین یا ایمان کا قصد رکھنے والون مین فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام مین اعوجاج طلب کرتے ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیہ کو اللہ بغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمین کیا حکمت ہی تو جواب دیا گیا کہ پہلی آیۃ مین تو انکے ذاتی کفر یہ انکار ہی جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت مین انکا فعل حیلہ و فریب تھا کہ جس سے مومنون کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہین ظاہر ہونے دیتے کہ یہ مکر ہی پس اعلام کر دیا کہ اللہ تعالی کو سب خبر ہی ذکرہ فی السراج

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

ای ایمان والو اگر تم مانو گے بعض اہل کتاب کی بات تو پھر کر دینگے تم کو ایمان لائے پیچھے

ہیچ ہوئی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو صفا پر نہیں چڑھا - فرمایا تونے درمیان صفا و مروہ میں سعی کی میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسکی طرف بھاگا میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا تو نہیں دوڑا - فرمایا کوہ مروہ پر کھڑا ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھ میں سکینت کا نزول ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو مروہ پر نہیں کھڑا ہوا - فرمایا تو منی کیطرف نکلا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری تمنا تجھکو ملی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو منی کو نہیں نکلا - فرمایا تو مسجد الخیف میں گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھ میں خوف جدید داخل ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں داخل ہوا - فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا بھلا تونے اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کیا کہ ما سوائے اسکے سب تجھے فراموش ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں گیا - فرمایا تونے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا میں نے کہا نہیں فرمایا تو مشعر الحرام نہیں گیا فرمایا، تونے قربانی کی - کہا ہاں - فرمایا اپنی خواہشوں و ارادوں کو رضائے حق میں ذبح کر ڈالا - کہا نہیں - فرمایا تونے قربانی نہیں کی - فرمایا تونے کنکریاں ماریں - کہا ہاں فرمایا اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہیں - فرمایا تونے نہیں کنکریاں پھینکیں فرمایا تونے طواف زیارت ادا کیا - کہا ہاں - فرمایا تجھے حقائق کا کچھ انکشاف ہوا یا اپنے اوپر زیارت کرامات دیکھیں جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی اور عمرہ ادا کرنیوالے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنیوالے ہوتے ہیں - اور جسکی زیارت کی اسپر حق ہے کہ زیارت کرنیوالے کی تکریم کرے - میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا فرمایا تونے زیارت نہیں کی فرمایا تونے حلال کیا - کہا ہاں - فرمایا حلال کھانے پر مصمم عہد کر لیا کہا نہیں - فرمایا تونے حلال نہیں کیا - فرمایا تونے وداع کیا - کہا ہاں فرمایا تو اپنے نفس و روح سے بالکلیہ خارج ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تونے وداع نہیں کیا تونے کچھ حج نہیں کیا تجھپر واجب ہے کہ دوبارہ حج کر جسوقت تیرا جی چاہے اور جب تو حج کرے تو میں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھسے وصف کیا ہے **شیخ عبدالرحمٰن السلمی** کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں **شیخ حصری** رحمہ اللہ کی خدمت میں پہونچا تو مجھسے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے - میں نے کہا کہ میں تو قصد رکھتا ہوں - فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں یقین نہیں ایک احرام دوسرے دخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا جاوے تو جی ہاں حاضر ہوں کہکر جواب دے - میں نے کہا درست ہے - فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے میں نے کہا درست ہے - فرمایا پھر کیا تجھے بلایا جانا تحقیق ہو گیا کہ تونے جواب دیا پھر فرمایا کہ احرام تو تجرد ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفرید کے پوری نہیں ہوتی ہے میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان حج میں سے وقوف عرفہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسمیں سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف میں تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف جناب باری سے قربت کا مقام ہے پس تو درگاہ کبریائی میں حسن ادب سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مروہ کے ور یہ ایسا مقام ہے کہ وہاں اس سے اسکی طرف بھاگنا ہوتا ہے یا بنظر کہ ماسوائے حق کے سب سے بیزار ہو پس خبردار ہو کہ بعد اس سعی کے تجھکو ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہووے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے **محمد بن الحسن البغدادی** رح سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے **محمد بن احمد بن سہل** رح سے سنا انھوں نے **سعد بن عثمان** رح سے انھوں نے **عبد الباری** سے سنا کہ **حضرت ذوالنون مصری** رح سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذوالنون رح نے فرمایا کہ اسکا بھید یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالیٰ ہے اور حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونے والوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہاں تضرع و الحاح کرتے ہیں یہانتک کہ آگے آنے کی اجازت ملتی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی و زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربان کرنیکا حکم ملا جیسے بانی کی اور آداب پورے کیے اور ان گناہوں سے پاک ہوئے جو انکے حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہیں پس وہ پاک و طاہر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ

تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے رو برو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ

اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈھتے ہو اسمیں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمھارے کام سے

اسیواسطے تعجب و سرزنش دونون مین کہ یہ تعجب ہی کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاوین اور پھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت والے ہو کہ تمکو تدبر نہین ہوتی
کہ شیطان نے یہ راہ پائی۔ پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میل آپس کا تھا بالکل نکل گیا۔ قولہ وفیکم رسولہ۔ وجود باہرکت
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا۔ اب بعد آپ کے آپکی عترت طاہرہ و اہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کے لیے دو چیزون کی
وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور زجاج رح نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار و علامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہی اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث
پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت و اثر ہی اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اس مین
نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی و زہد و حسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر و غرور و ریا و شرک وغیرہ کی احادیث کو ان
کتابون سے بے تکلف لیوین اور انپر عمل کرین اور رہین احادیث احکام نماز و روزہ و حج و زکوۃ وغیرہ کی جنمین حدیثون کو ملا کر توفیق دینے
وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہی انمین روا ہی کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ نوبت تھوڑی حدیثین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتا ہی وہ بہت ہین
اور بڑے ابواب دین کا انسے متعلق ہی فلیعمل العاملون واللہ الموفق۔ اور تمام نصیحت اس مختصر آیت مین جمع فرما دی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
فقد ہدی الی صراط مستقیم جس نے چنگل مارا اور مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ
تعالے نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر واصل و کامل ہوگا چاہے اسکی سمجھ و عقل کچھ ہی کیون نہ کہے اس کو روا نہین کہ
اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہی اور وہم و شیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہی اور جان رکھنا چاہیے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہی کیونکہ وہ عین فرمان الہی ہی ف اشارہ عرائس مین ہی کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
جمیع وجوہ ظاہر و باطن سے اعتصام بحق ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بمعافاتک
من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ یعنی الہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا
کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین کچھ تیری ثنا و صفت
نہین ادا کر سکتا بلکہ تیری شان وہ ہی جو خود تو نے اپنا وصف فرمایا ہی۔ (الصحیحین) اور اسوقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال و جمال و کمال و
قدم و بقا و جبروت و کبریا مین تھے اسطرح کہ وجود حق عز و جل کی معرفت پوری تھی اور علوم قضا و قدر کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت
سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار و ارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عز و جل پاک بے نیاز کی جناب مین اس سے اسکی طرف
پناہ لی اور نیز جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہی اور شیطان کے باریک مکر کی
شناخت کی ہدایت فرماتا ہی اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل و عقل کے اوصاف اور امور معاملہ و حقیقت حالات و طلب مکاشفات و اطلاع
مشاہدات و لمۂ ملائکہ و علوم الہام و فراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہی اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو مستقیم راہون
مین سے نہایت استوار ہی متمکن ہوتا ہی۔ اور نیز اعتصام یہ ہی کہ قلب تمام اسباب و ارباب سے منقطع ہوا اور اللہ تعالی کی طرف عاجزی کرے کہ
مین اپنے حول و قوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کر دیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے دوری منقطع ہوئی
اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہی اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہی اور جسنے معرفت کیساتھ حق عز و جل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام
مرادون مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہی اور شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منہ موڑ کر خالص اللہ تعالی ہی کیطرف

إِيمَانِكُمْ كٰفِرِينَ ○ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهٗ ط

منکر اور کیسے تم منکر ہو اور تمپر پڑھی جاتی ہین آیتین اللہ کی اور تم مین اسکا رسول ہو

وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○ ع

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہونچا سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہو کہ یہ آیت اوس و خزرج کی شان مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہود مین سے جسکا نام معالم مین شاس بن قیس لکھا بوڑھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانون پر سخت طعن کرنے والا تھا وہ اوس و خزرج پر گذرا اور اوس و خزرج دو گروہ انصار کے ہین جو زمانہ جاہلیت مین ایک دوسرے کے دشمن اور آپسمین سخت لڑائیان لڑتے تھے اور بعد اسلام کے آپسمین دوست ہو گئے پس انمین سے کچھ لوگ اپنی مسجد مین بیٹھے آپسمین باتین کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اُسنے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمین جاکر بیٹھے اور انکو وہ لڑائیان یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت مین انکے درمیان ہوئی تھین خصوص یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہو (فی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی مین کہے گئے تھے وہ سناوے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی تھی اور اسمین اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی مذکور کرتا رہا یہانتک کہ ان قوموں نے باہم فخر کیا اور غضب انکا بھڑکا اور سب جوش مین آگئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپسمین ہر فریق والے نے اپنون کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرہ مین وعدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوئے آئے اور انکو ٹھنڈا کرتے اور فرماتے اے تم یہ جاہلیت کی پکار آپسمین پکارتے ہو اور مین تمھارے سامنے موجود ہون اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور امر جاہلیت تم مین سے دور کیا اور تم مین الفت ڈالدی اور اپنر یہ آیت پڑھی پس سبکے سب سخت نادم ہوے کہ یہ ہمنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نزغہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیے اور رونے لگے اور آپسمین ایکدوسرے کے گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوئے لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ۔ اے ایمان والو اگر تم کتابیون مین سے ایک فریق (یہودی خبیث) کی بات مانوگے تو یہ فریق تم کو تمھارے ایمان کے بعد اُلٹا کافر کریگا۔ ف پھر اللہ تعالیٰ نے تعجب لایا بقولہ تعالیٰ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ۔ استفہام تعجب و توبیخ ہو یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہو کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو۔ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ۔ حالانکہ تمھاری شان یہ ہو کہ تمپر آیات الٰہی تلاوت کی جاتی ہین وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ۔ اور تم مین اللہ تعالیٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہو۔ ف پھر بھلا کون صورت ہو کہ کفر پیدا ہو۔ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے لے لے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا۔ ف پس ان دونون گروہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ لیا اور فتنہ فرو ہو گیا۔ بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس ثوران و جوش مین چند فوائد تھے اول آنکہ کفار سے خلط اسقدر سخت مضر ہو اور یقین ہو گیا کہ یہود انکے دین کے دشمن ہین دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہین کہ بعد یاد دلانے کے فوراً نادم ہوتے ہین سوم یہود کے دلمین ہیبت اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو۔ چہارم کیونکر اسنے مدت مین یہ فتنہ ابھارا اور کیونکر اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دم مین فرو کر دیا اور سراج مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت لایا کہ مین نے ایسا کوئی دن نہین دیکھا کہ اول اوسکا تو ایسا قبیح ہوا اور آخر اسکا ایسا نیک ہو۔ اور قولہ تعالیٰ وکیف تکفرون وانتم تتلی علیکم آیات اللہ۔ مین اشارہ ہو کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہو کہ شیطانی وسواس خود بخود دور ہوتے ہین

جبروت کی مثال اور منیٰ کو مقام امن اور مشعر الحرام کو مقام خوف و تعظیم کی مثال اور عرفہ کو زمین محشر اور محرم مقام قیامت اور بادیہ کو دنیا اور وطن سے نکلنا موت اور زیارت
خانہ کو ملاقات پروردگار تبارک و تعالیٰ کی مثال کہا ہے پس جب اُسنے ان مثالوں کے حقائق کی نظر سے حج کیا تو اسکا حج البتہ قربت و مشاہدہ مبرور او عمل مشکور ہوا اور
یہی حج عارفوں کا ہے جو یقین کامل و مشاہدہ رکھتے ہیں - اور نیز یہی مثالیں مشاعر باطن کی ہیں پس کعبہ تو قلب ہے اور حجر اسود سینہ اور ملتزم صوت ارتعاش
عقل اور مروہ علم اور منیٰ حلم اور مشعر الحرام ذکر اور عرفات صفائے عبودیت و معرفت اور محرم مقامات و حالات اور بادیہ نفس و ہویٰ الا جو کہ فتح مقدار ہے - اور یہ
اسرار عاشقین یعنی عاشقوں کی سر باطنی توجہ ہی حج کرتے ہیں یعنی حج مثالی ادا کرتے ہیں تو کعبہ انکا ذات قدیم حضرت جل جلالہ ہے اور مناسک اسکے بیچ میں کہ مرتبہ
صفات مقدسہ میں سیر کرے پھر جب اسرار مذکورہ میدان ازل میں مکان و زمان و حدوث سے مجرد ہو گئے تو بقاء و سرمدیت کیطرف متوجہ ہوتے ہیں انکو نیز قربت میں فرش خشیت
و انبساط کے گرد طواف حاصل ہوتا ہے پس یہاں سے ہر شخص نے جب اسکو دیکھا و مشاہدہ کیا اور مکاشفہ حاصل ہوا تو اسکا حج اس سے اسکی طرف اور اسی سے اسکے ساتھ اور اسکے مانند ہی
جانا اور اسکی طرف سے اسیکے واسطے ہو جاتا پس اسکی شان عجیب و غریب ہے اور بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے کسی عبادت میں بندوں کو یوں خطاب نہیں فرمایا کہ وللہ
علی الناس یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہر واجب ہے سوائے حج کے کہ اسمیں یوں ہی خطاب فرمایا ہے اور اسمیں چند فوائد ہیں منجملہ اسکے ایک یہ کہ عبادتوں میں سے کوئی عبادت
ایسی نہیں کہ جسمیں مال و نفس دونوں کی شرکت ہو سوائے حج کے لہذا اسکو اسوجہ خطاب سے بیان فرمایا ہے - اور بعض نے کہا کہ اسمیں چونکہ اشارات قیامت تھے مانند تجرید
و وقوف وغیرہ کے تو وللہ علی الناس - کہکر فرمایا تا کہ اسکا باطن قیامت کے موقف اکبر کیواسطے مستعد ہووے جیسا کہ ظاہر اس موقف حج کیواسطے مستعد ہوا ہے اور اسکا
سامان جمع کیا ہے - اور بعض نے حکایت کی کہ ایک شخص **حضرت شبلی** رح کے پاس آیا آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں جاتا ہے اسنے کہا کہ حج کو جاتا ہوں فرمایا کہ یہ دونوں
ظرف رحمت سے بھر لینا اور لانا کہ حج سے ہمارا حصہ ہوگا جو آویگا ہم اسکے سامنے کرینگے اور جو اسکو دیکھیگا اسکی زندگی کا باعث ہوگا وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میں انکے پاس
سے روانہ ہو کر پہونچا اور میں حج کر کے واپس ہو کر پھر جب انکے پاس گذر ہوا تو مجھسے فرمایا کہ تو نے حج کر لیا میں نے کہا کہ ہاں - فرمایا کہ کیا کام کیا میں نے کہا نہایا دھویا
احرام باندھا دو رکعتیں پڑھیں تلبیہ کہا فرمایا تو نے اس سے پہلے حج کا انعقاد کیا میں نے کہا کہ ہاں - تو فرمایا کہ بھلا تو نے اپنے اس عقد حج سے پہلے تمام عقود جو تو نے پہلے
باندھے تھے ان عقدوں میں سے جو اس عقد سے کسیوجہ سے مخالفت رکھتے تھے فسخ کر ڈالے میں نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ تو نے حج کا انعقاد ہی نہیں کیا پھر فرمایا کہ پھر
تو نے اپنے کپڑے اتارے - میں نے کہا ہاں فرمایا ہر فعل سے جو تو نے کیا تھا مجرد ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ تو نے یہ کپڑے نہیں اتارے فرمایا پھر تو نے غسل کیا میں نے کہا ہاں
فرمایا تو نے اپنے سے ہر علت دور کر دی میں نے کہا نہیں - فرمایا پھر تو نے طہارت نہیں کی - فرمایا پھر تو نے تلبیہ کہا میں نے کہا ہاں فرمایا تو نے اپنی تلبیہ کا جواب پایا تھا -
میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ پھر تو نے تلبیہ بھی نہیں کہا فرمایا پھر تو حرم میں گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تو نے اپنے داخل ہونے سے ہر حرام کی ہوئی چیز کا ترک کرنا اعتقاد
کیا تھا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ تو حرم میں داخل نہیں ہوا فرمایا پھر تو مکہ پر ظاہر ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیرے مکہ میں ظاہر ہونیکے ساتھ تجلی جناب عزت تجھپر اسطرح ظاہر ہوئی
میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا کہ تو مکہ سے بھی مشرف نہوا - فرمایا کہ تو مسجد حرام میں گیا تھا میں نے کہا ہاں - فرمایا کہ داخل ہونے پر تجھے یقین میں اسکی قربت معلوم ہوئی میں نے کہا
کہ نہیں - فرمایا تو مسجد میں نہیں داخل ہوا - فرمایا تو نے کعبہ دیکھا میں نے کہا ہاں - فرمایا جو تیرا مقصود تھا وہ دیکھ لیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے کعبہ نہیں دیکھا فرمایا طواف میں
تین پھیر دوڑا اور چار پھیر چلا میں نے کہا ہاں - فرمایا تو دنیا سے بھاگا تو نے اس سے جانا کہ دنیا سے الگ ہو گیا اور اس سے جدائی کر لی اور جبر کے چار پھیر سے جان لیا کہ تجھے
بھاگنے سے امن ہو گئی پس تو نے اللہ تعالےٰ کا مزید شکر کیا میں نے کہا نہیں - فرمایا کہ پھر تو نے طواف نہیں کیا - فرمایا کہ تو نے حجر اسود کا بوسہ دیا میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری
خرابی بیان کیا گیا ہے کہ جسنے حجر اسود سے مصافحہ کیا اسنے حق عز و جل سے مصافحہ کیا اور جسنے حقتعالیٰ سے مصافحہ کیا وہ محل امن میں آیا بھلا تیرے قلب پر امن کا اثر ظاہر ہوا میں نے
کہا نہیں فرمایا تو نے مصافحہ نہیں کیا - فرمایا دو رکعتیں پڑھیں میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوا اور مقصود نظر آیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے خلف مقام
نماز نہیں پڑھی - فرمایا تو صفا کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا کیا کام کیا میں نے کہا سپر تکبیر کہی - فرمایا صفا پر چڑھنے سے رب عز و جل کی تکبیر کہنے سے تمام جہان و مخلوق تیری چشم بصیرت میں

وہ عرفات مین پہونچے توسکر کی زنجیر مین پابستہ رہجاتے ہین اس سے ہرگز خلاصی نہین الاہی کہ پردہ صحو نیر ہوتا ہی پس وہ سکر و صحو کے درمیان متحیر اور ہیبت ورجا رکے درمیان مبہوت ہوتے ہین انکو حق عزوجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ و صفات مکاشفہ پہنچاتا ہی **قال المترجم** اسی سے اس مقام کا نام عرفات ہی اسی پہچنوانے کا مقام فافہم ۔ اور حق عزوجل انکو غیب کی مکنونات اور دلون کے مضمرات ظاہر فرماتا ہی ۔ پھر جب کھڑے ہوتے ہین تو دیدار حضرت عزوجل کے امیدوار ہوتے ہین اور منقطع کیے جانے اور مہجور ہونے سے خوفناک رہتے ہین اور مقام حیا مین حاضر اور مقام خفا مین موجود اور دیدار لقا کے شاہد ہوتے ہین ۔ پھر جب مشعر الحرام مین پہونچتے ہین تو اللہ تعالی کے دیدار کی نعمت کا نہایت شکر یہ ادا کرنے کے ذکر مین سرگرم ہو جاتے ہین اور یہ ذکر انکا اس مقام پر یہ ہی کہ زبان گنگ اور جنان (دل ۱۲) خجل اور حضرت حق عزوجل کے سامنے عرق تشویر (شرم ۱۲) بہاتے ہین اور تقصیر سے سر درگریبان آنسوون سے نہاتے ہین اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہجاتے ہین ۔ پھر جب مقام منیٰ مین پہونچے تو ظاہر مین جانور قربانی کرتے ہین مگر تحقیق وہ اپنے نفسون کو لذات وشہوات سے ذبح کر ڈالتے ہین پھر جب کنکریان مارتے تو اپنے مجاہدہ و ریاضت وعبادت کو پردہ عدم مین پھینکدیتے ہین کیونکہ مشاہدہ قدم کو پہونچ گئے اور جب پتھر توڑتے ہین تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہین اور اپنے نفس کے ارادون کو منکسر کرتے ہین جو انکے اسرار مین جاگیر تھے اور جب سر منڈاتے ہین تو اپنے باطن سے فضول وسواس اور لوگون کی تعریف کرنے کی پسندیدگی کو مونڈکر صاف کردیتے ہین اور جب زمین حرم مین داخل ہوتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ درگاہ حضرت وجناب عظمت کے قریب پہونچے پس اجلال سے پگھلے جاتے ہین اور عظمت کبریائی کے مشاہدہ مین فنا ہوے جاتے ہین اور ماسوائے حق عزوجل کے سبب سے احرام باندھتے ہین اسی کے دیدار کے لیے آمادہ ہوتے ہین پھر انکو مخلوقات سے کوئی چیز حلال نہین ہوتی جب تک اسکی جناب تک نہ پہونچین یعنے موت مقررہ سے اس دنیا کو چھوڑین کیونکہ وہ معاون صمدیت وصولت سرمدیہ مین ہین جو انکو حدوثیت کی علتون سے مانع ہوتی ہی اور جب وہ مکہ مین داخل ہوے تو یقین ہوا کہ وہ جوار حضرت جلال مین ہین اسواسطے کہ مکہ بمنزلہ جنت کے ہی اور جو اسمین داخل ہوا وہ اسکے پڑوس مین ہونے سے عقاب الٰہی سے مامون ہوا کیونکہ اوتعالی نے وعدہ فرمایا ہی اور جب وہ مسجد مین داخل ہوے تو اسکے دیدار عظمت سے ہیمان (حیران ۱۲) کی حالت مین داخل ہوتے ہین اور اسکی ہیبت وجلال کو یاد کرتے ہین اور جب وہ بیت معظمہ کو دیکھتے ہین تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہین اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہو جاتے ہین اور جان لیتے ہین کہ وہ اسکی درگاہ قدیم ومشاہدہ کریم مین حاضر ہین اور جب وہ گرد خانۂ کعبہ کے طواف کرتے ہین تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہین کہ اسکے عرش وکرسی کے گرد طواف مین لگے ہین اور یقین کرتے ہین کہ وہ اللہ تعالی کے نزدیک بمنزلہ ان ملائکہ کے ہی اور جب وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہین تو جانتے ہین کہ انھون نے اللہ تعالی کے ساتھ بیعت ازل کے ساتھ اس طرح بیعت کی کہ بعد اس بیعت کے مخالفت نہین کرینگے اور اپنے ہاتھون کو ایسی چیزون کی طرف نہ بڑھاوینگے جنکو انکی خواہشین چاہتی اور انکے نفس الفت کرتے ہین اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ مقام وصل و قرب ومناجات مین ہین اور اس مقام مین ہین جہان اللہ تعالی کے عہد پورا کرنے والے پہونچے اور جب وہ پردہ کعبہ سے لپٹے تو جان لیتے ہین کہ انھون نے اعتصام کی رسی مضبوط پکڑی اور اسکی حقیقی عصمت سے لپٹے ہوے ہین اور اسکی نزدیکی سے ملتجی ہین اور ہر بھروسے سے جو اسکے سواے ہی الگ ہین بعد ازین حق عزوجل کو پانے والے ہین اور جب وہ خانۂ کعبہ مین داخل ہوے تو یقین کرتے ہین کہ وہ اللہ تعالے کے حفظ عنایت اور اسکی نگہبانی مین اسی کے وجود قدم وبقا مین مستغرق ہین اور جب وہ صفا ومروہ پر چڑھے تو کدورات نفس سے پاک ہوے اور دیکھا کہ وہ مقام اصطفا و اجتبا مین ہین ۔ پھر جس شخص کو معرفت مین کچھ بصیرت ہی وہ تحقیق جانتا ہی کہ اللہ تعالی نے ان مناسک ومشاعر کو جو حج مین برتے جاتے ہین اپنی درگاہ جلال کی مثال مقرر کیا ہی پس کعبہ کو تو مثال عرش کے مقرر کیا ہی اور مسجد حرام کو حظیرۂ قدس کی مثال اور شہر مکہ کو جنت کی مثال اور صفا ومروہ وجبال مکہ کو حجاب ملکوت کی مثال اور کل حرم کو پردہ ہاے (نہایت ۱۲)

ودرجۂ عالی کرامت کرے **قال المترجم** اس حسرت مین شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی شرکت کرے کہ وہ دل جو
بارغم حس کی بو پاوین اور نہ وہ آنکھین جو خواب کرامت پر آنسو بہاوین - اللھم انت اللہ الذی لا الہ الا انت الحی القیوم لا شریک لک لبیک لبیک
لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ والملک لک لا شریک لک سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک - اللھم انی اسألک حسن
التوفیق وحسن الھدی والعصمۃ من فتنۃ الدجال وصلی اللہ تعالی علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع المتقین الاخیار من
عبادہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین - اور حدیث مین ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کیف بک اذا لقیت فی حثالۃ من الناس یعنی کیا حال
ہوگا جب تو ایسے لوگون مین رہ جاویگا جو بھوسی ہین یعنے مغز نہین پھر قیاس کرو کہ شیخ کیون ایسا کلام حسرت نہ فرماوین - قال اور کعبۂ حقیقت کے
حج کرنے والون اور قصد رکھنے والون کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب وہ اپنے پاک دلون سے جانب مقصود کا یعنی بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے ہین تو اللہ
عزوجل کے ساتھ محبت سے پیمان و عہد معرفت باندھتے ہین اور جتنے عہد انھون نے سوائے خالص اوحق کے دیگر امور مین باندھے تھے سب توڑ دیتے
ہین چنانچہ حق عزوجل پر اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا تھا یا دکھلاوے سناوے کی ظاہر و پوشیدہ مکر نفس کو لگا رکھا تھا یا کسی بزرگی و شرف جاہ کی
جگہ وہی تھی سب چھوڑ دیتے اور سب کی رسی توڑ دیتے ہین پھر مشاہدہ کے مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا توشہ یہ لیتے ہین کہ صدق و توکل و اخلاص
و یقین اور اللہ تعالی کی تجارت ہین زہد ساتھ لیتے ہین اور صبر کی سواری پر چلتے ہین جسکے پاؤن یہ ہین کہ ہر حال مین حمد و شکر کرتے ہین اور سر
اسکا حلم ہو اور پیٹھ اسکا پرہیزگاری ہو اور زین اسکی تمکین ہو یعنی ہر وسوسہ و خطرہ باطل و فاسد سے دور اور صدق وغیرہ پر جمے رہتے ہین اور
تکمیل اسکی استقامت ہو اور باگ اسکی تسلیم ہو اور کوڑا اسکا ادب ہو اور زمین اسکی رضائے حق ہو اور آسمان اسکا یقین ہو اور پانی اسکا فکر صواب ہو اور
چارہ دانہ اسکا ذکر رب الارباب ہو اور باغ اسکا مکاشفہ ہو اور چراگاہ اسکی مشاہدہ ہو اور توجہ و رخ اسکا بجانب شہود و قدم ہو - پھر جب وہ ایسی
سواری پر اپنے وطن سے نکلے تو دنیا و ما فیہا سب چھوڑتے ہین اور سب کو وداع کرتے ہین اور سامان موت کو مہیا کرتے ہین کہ جنکے ساتھ رہتے
تھے خواہ دوست ہون یا بیگانے انسے رخصت ہو لیتے ہین اور راہ ریاضت مین تیز قدم اٹھاتے ہین یعنی خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہین
اور اپنی جان پر تیزی کرنے والون اور تیزی سکھلانے والون کا طور لازم کر لیتے ہین اور خالص نیت سے اللہ عزوجل کیطرف توجہ کرتے ہین اور کسی
غیر کی طرف اللہ تعالی کی راہ مین التفات نہین کرتے ہین اور قصد مصمم کر لیتے ہین کہ ٹھیک راہ سے تجاوز نہ کرین اور کسی خواہش نفس و راہ شیطان
کی طرف لیجانے والی چیز پر نظر نہین ڈالتے ہین - پھر جب اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوتے ہین تو انکا آگے سے کھینچنے والا ہدی ہوتا ہے یعنی
ہدایت الٰہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقوی ہوتا ہے اور جس کشادہ راہ مین چلتے ہین وہ راہ صفا ہے اور رفیق ساتھی انکا وہی انکا
مولی عزوجل ہوتا ہے اور عدیل انکا علم حق ہوتا ہے اور مصاحب انکا حلم ہوتا ہے انکو شوق دیدار بیابان عشق مین لیے جاتا ہے اور مونس انکا حنین اور مطرب انکا
(یعنی علم کتاب و سنت ۱۲)
حنین ہوتا ہے - اور بدرقہ انکا جلیب ہے یعنی حضرت حقتعالی پھر جب میدان حرم سے قریب ہوتے ہین تو شوق سے تیز قدم ہو جاتے ہین اور گناہونکی
(آواز گریہ ۱۲) (گریہ محبت ۱۲)
شرم سے لجاتے ہوئے راہ طے کرتے ہین اور مشاہدہ پروردگار کیطرف جانے مین اس حال سے شرمندہ ہین اور جو اوقات عالم غفلت مین کٹی ہین حسرت
اٹھاتے ہین اور اس صورت مین درجات بلند جانے مین متحیر ہین پس ہم اس افسوس مین خون روتے ہین اور اپنی جانون پر توجہ کرتے ہین انکا آٹھ
آٹھ آنسو رونا اسکی شرح کرتا ہے اور جب اس میدان کے انتہائی سرے پر پہونچ گئے تو سب رحمتین ترک کرنا اور تمام خواہشون سے مجرد ہو جاتے ہین اور احرام
مین تفرید کا لباس پہنتے اور دریائے تجرید مین نہاتے اور تمام شوائب علل سے پاک ہو جاتے ہین - اب جو وہ تلبیہ کہتے ہین تو یہ آواز سنتے ہین کہ وصال سے
رضامندی ہے اور درگاہ مین آنے دینے کی اجازت ہے اور وہی آواز انکو آتی ہے جو دنیاوی وجود سے پہلے انکی ارواح نے عالم ازل مین سنی تھی - اور جب

اور جسکے دل مین انوار قرب داخل ہوے اسکی روح مشاہدہ مین اور اسکی عقل مکاشفہ مین اور اسکا سر باطنی معائنہ مین اور اسکا نفس عبادت مین
آرام پاتا ہی - اور جسکی روح انوار عظمت مین داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت مین حیران ہوتا ہی اور اسکی عقل نور معرفت مین ساکن ہوتی
اور اسکا سر باطن نور وصل مین اور اسکا نفس لذت طمانیت مین تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہی - اور جسکا سر باطن جنت
انس مین پہونچا تو انوار قدس کے ظہور مین اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور مین اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور مین اسکی عقل آرام ساکن
رہتی ہی اور جسکی عقل نور شواہد مین داخل ہوئی تو بقاے شہود مین اسکا سر باطنی اور عین الحقیقۃ کے دیدار مین اسکی روح اور محبت ازلیہ مین
اسکا دل اور رسوم مخاطبت مین اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہی - اور جسکا نفس مراد حق مین داخل ہوا یعنی جو حق عزوجل کا ارادہ ہی وہی اسکا ارادہ
ہی تو وہ مخلوق کی دیدبانی سے باہر ہوا اور نور اخلاص مین اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق مین اسکی روح اور صفاے عبودیت مین اسکی عقل ساکن رہتی ہی اور
نیز جو شخص کہ نور یقین مین آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور لقاء شہوت
خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہی - اور جسکی عقل مین نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور حیرت
کو دیکھتا ہی اور حضرت حق عزوجل سے اسکو خطاب خاص کی آوازین محسوس ہوتی ہین - اور جسکی روح نور توحید مین داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور
توحید سے کشادہ اور سرمۂ فردانیت سے آراستہ ہوتی ہی اور اسکے نفس مین اخلاص عبودیت خوب راسخ ہو جاتی ہی اور جو شخص نور اخلاص مین داخل ہوا
اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہوں اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسے سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے
جھگڑون سے نجات پاتی ہی پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہین اپنے پروردگار تعالی کی بیت مین داخل ہوا وہ دنیا
و آخرت کے عذاب ہجر سے مامون ہوا - شیخ استاذ رح نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہان قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہی اور جسکے قلب مین سلطان
حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑون اور نفسانی بدخواہشون سے امن مین ہوا - اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہ من دخلہ کنایہ کا مرجع بیت کیطرف ہی اور جو شخص
اسمین مشابہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ بیت مین حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہین ہو سکتا مگر اسی طور پر کہ
تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہو گیا تو تیرا بیت مین داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تب تیرا ایمان درست ہوا
اور **شیخ جعفر بن محمد** رح نے قولہ تعالی ومن دخلہ کان آمنا مین کہا ہی جسنے اللہ تعالی کو پہچانا اسنے سواے اسکے کسی سے انس نہین رکھا
اور **شیخ ابوالحسن النوری** رح نے کہا کہ جسکے دل مین سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ اپنے ہوا و حس نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا
اور **شیخ ابوبکر واسطی** رح نے فرمایا کہ جو شخص بشرائط حقیقۃ اسمین داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا - اور **شیخ ابن عطا** نے
فرمایا کہ جو اسمین داخل ہوا وہ اللہ تعالی کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عزوجل نے دنیا مین بھی ثواب و عقاب رکھا ہی پس ثواب تو یہ ہی کہ تجھکو قناعت
دیوے اور عقاب اسکا بلا ہی پس عافیت تو یہ ہی کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہی کہ تیرے امور اپنی پاک ذات کی طرف لے لے - اور جعفر نے
فرمایا کہ جسکے دل مین ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا اور **واسطی** رح نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوار مین ایمان سما وے اپنے نفس کی
رعونت سے مامون ہوا اور **جعفر صادق** رح نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت مین اس صفت سے داخل ہوا جس صفت سے انبیا و اولیاء و اصفیاء
داخل ہوے تو وہ بھی عذاب الہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بے خوف ہو گئے ہین - قولہ تعالی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ
سبیلا حج کو حق عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمین آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہین - اور نیز حق جو دیتا ہے
بندون پر لازم فرمایا تا کہ ذکر ربوبیت ادا کرین - اور نیز انکو راہ دکھلائی آیات و علامات مین دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت مکرم کا قصد

وہ نفس کے جھگڑے و تدبیر وارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ رہا بلکہ حق عزوجل کے اختیار و اسکی مراد مین تمام طرح ہوا اور مراد جاتے رہنے
کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہین سب اسی جہت سے ہوتے ہین کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہین ہی تو اس سے بالکل
خوف زائل ہوگیا اور اسکے حال مین خوف کو کہین گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہی کہ بیت مین داخل ہونا بھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور ہین سب
مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑکر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہو وہ اپنے تمام امور مین تقادیر سے معارضہ کرنیوالا ہوگا حالانکہ
بیت مین داخل ہونے کا حسن ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے نہ آنکہ معارضہ ونزاع بشریت پر اڑے - اور جو شخص مقام مراقبہ مین
داخل ہوا وہ بعد استقامت کے ردی خطرات سے بےخوف ہوا اور جو مقام انس مین گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور فتور پیدا کرنے والی
عرض اسکے پاس سے بھاگ گئی - اور جو شخص مقام خوف مین آیا اللہ تعالی اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہی اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو نور ہیبت سے
توقیر دیتا ہی - اور جو شخص مقام امید مین آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہوجاتے ہین اور وہ دنیا کی حلاوت و تازگی کے فتنہ سے
پاک نکل جاتا ہی اسواسطے کہ جسکے دل مین حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہان بشریت کے جھگڑے اور ہوا و ہوس طبیعت اور انسانی کشمکش سے
امن ہوجاتا ہی اسواسطے کہ رجا کا نور تو دریاے انس سے ہی اور انس کا وجود دریاے قدس سے ہی اور قدس اسکی صفات کریمہ مین سے ہی جل
وعلا شانہ - اور جسنے سلطان وحدانیت کے سایہ مین پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بےخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ مین پہونچ گیا ہی
اور ظاہر ہی کہ جو سلطان جبروت کی پناہ مین ہوا اسکو شیطان کا دست غارت کہان پہونچ سکتا ہی چنانچہ فرمایا - ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
یعنے شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہین انپر تجکو کوئی دسترس نہین ہی اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین
الا عبادک منہم المخلصین - یعنی شیطان نے عزت حضرت عزوجل کی قسم کھائی کہ مین ضرور ان سب کو غوا کرونگا سواے تیرے ان بندون
کے جو ان مین سے مخلص و سچے ہین - اور جو شخص کہ مقام محبت مین آیا وہ دور اور مطرود کیے جانے اور غضب مین گرفتار ہونے سے مامون ہوا -
اور جو مقام شوق مین داخل ہوا وہ اس بات سے بےخوف ہوگیا کہ اسکی روح کو عالم حادث سے کوئی ارتباط رہے - اور جو شخص مقام عشق مین پہونچا وہ
اوصاف نفیس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہوگیا - اور جو شخص کہ مقام معرفت مین آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچگیا اور جو شخص کہ مقام
یقین مین آیا وہ شک وشبہت کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردۂ توحید مین داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور بھاگ گئے اسواسطے کہ حقیقت
توحید کی یہ ہی کہ نفس کے معارضہ سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کیا اور
ہر دم اسکی یاد مین ہو - اور جو شخص مقام ذکر مین آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہی اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ماسواے حق کے اسکی یاد سے چھوٹا
اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشون سے چھوٹا تو صفاے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہی اور جب صفاے عبودیت کو پہونچا تو
صفاے حریت کا مقام ملتا ہی اور جو صفاے حریت کو پہونچا وہ صفاے ذکر کو پہونچا اور جو صفاے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو
مشاہدہ کیا اور عذاب قبر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر مین آیا اسکی روح انوار ملکوت مین غوطہ لگاتی ہی اور غیب کی سیپون مین جبروت کے
موتی دیکھتی ہی پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہی - اور جو مقام حیا مین داخل ہوا تو اسکے قلب کی زبار نگاہ سے شیاطین کا
لگاو دور ہوتا ہی اور نفخ وسواس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہی - اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام مین پہونچا تو وہ حق تعالی کو پاکر سکون مین ہوتا ہی
کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسط ملتا ہی اور اللہ تعالی اسکو خلعت انانیت پہناتا ہی اور وہ صفات انسانیت سے امن مین ہوجاتا ہی اور دنیاوی
زندگانی کی تکلیف سے از خود رفتہ ہوتا ہی **قال المترجم** یعنی دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہین جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہین -

ہونگے اس صورت مین الفاظ و کلام سے تعلق و نظر رفع ہو جائیگی اور مراد و معانی حاصل ہونگے واللہ اعلم - قولہ تعالیٰ فیہ آیات بینات بیت
معظمہ عارفون کا آئینہ ہی اس سے حق عز وجل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہی اور حق عز وجل نے اپنے ظہور کا بھید اسمین پوشیدہ
کردیا ہی تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہی مطلع ہو اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰؑ کی شان یکسان ہی وہان درخت سے حضرت موسیٰؑ
کے واسطے تجلی فرمائی اور یہان بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ
وہ ذات پاک حلول و نزول اور انتقال سے پاک برتر ہی یعنی فیہ آیات سے یہ وہم ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہی تو اس بیت مین ہونے
سے حلول یا نزول و انتقال لازم آتا ہی کیونکہ یہ سب چیزین مخلوق پر قیاس ہی بلکہ یہ قیاس خود ادنی المخلوق ہی وہ ذات پاک کے اسرار کو نہین
پہونچ سکتا ہی ایسے قیاسات کو وہان مجال نہین ہی فافہم - اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات - اس مین آیات ہین ولیکن یہ آیتین
ان آنکھون سے جو سر مین ہین ادراک نہین ہوتے ہین بلکہ قلوب کی آنکھون سے نظر آتی ہین قال المترجم یعنی جو آیتین ظاہر کی آنکھون سے
ادراک ہین یہ ادنی ہین یہ سمجھنا نچاہیئے کہ بس یہی ہین بلکہ وہان جو آیات بزرگ ہین وہ بڑے مرتبہ کی ہین فافہم - اور محمد بن الفضل نے فرمایا
کہ قولہ فیہ آیات بینات - یعنی علامات ظاہرہ ہین جنسے عارفون کو اپنی معروف کی طرف راہ ملتی ہی - قولہ تعالیٰ - مقام ابراہیمؑ - یہ مقام
خانہ کعبہ مین ظاہر ہی اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہی اور وہ چار مقام ہین رضا و تسلیم و انبساط و یقین - پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ مین ڈالے
گئے - اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے اور مقام انبساط مین کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی - اور یقین اس سے
ظاہر ہی کہ حق عز وجل نے فرمایا - وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین - اور زیادتی مین مقام مکاشفہ و
مشاہدہ و خلت و فتوت ہی پس جبکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے اُسنے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا اور نیز خلیلؑ کو مقام معرفت و
توحید اور فنا و بقا اور سکر و صحو حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو مین متمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے
ساتھ تخلق پیدا کرکے اسپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور ہوا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم مین پرواز کیا اور اسکا
قلب جلال ابدیت مین گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت و کبریا مین اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع
و فزع بجا لانے مین اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل یقین ہی حضرت استادؒ نے فرمایا کہ مقام
ابراہیم ظاہر مین وہ ہی جو انکے قدمون کے نیچے رہا اور اشارہ مین وہ ہی جو انکی ہمتون سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ
وہ اثر خلیل ہی اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حظ عظیم ہوتا ہی اور شیخ شبلیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہی پس جسنے اسمین مقام ابراہیم خلیل کو
مشاہدہ کیا وہ شریف ہی اور جسنے اسمین مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہی - اور محمد بن علی الترمذیؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیمؑ یہ ہی کہ خلیل
کی راہ مین اپنا جان و مال و اولاد قربان کرنا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس و مال و اولاد کے حق مین وہ تجلی ہوئی جو ابراہیمؑ کو ہوئی تھی
اور مسلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی - قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا - جو شخص کہ مقام انابت مین داخل ہوا اسنے نور کفایت کا
دامن پکڑا کہ متواتر معصیت سے بچ رہا - اور جو شخص مقام زہد مین داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت مین ہو گیا اور جو مقام
توکل مین آیا تو کمائیون کی تنگ و تاریک ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا مین گھسا اسنے فنا سے نجات پالی - اور جسنے صفا کا مزہ
چکھا ہی وہی ہی جو مقام وفا مین پہونچا - اور جو شخص مقام استقامت مین آیا تو رنگ برنگ کے خطرات سے چھوٹا - اور جو مقام اخلاص مین داخل
ہوا وہ ریا و سمعت کی آفتون سے امن مین ہوا - اور جو مقام صدق مین آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیلؑ کے مقام تسلیم مین پہونچا

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہے کہ عالم پرستش مین وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدۂ خاص مین پہونچکر مرتبۂ تحقیق کو پہونچ جاوے تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہے چنانچہ فرمایا۔ **فاینما تولوا فثم وجه الله**۔ کیونکہ وہ محل عین الجمع مین پہونچا اور اسی سے بعض عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شی کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالی کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہے کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ تعالی کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ مشاہدہ حضرت باری تعالے وہی اسکا عین ہو گیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد برحق ہے اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود ہوتے ہین فتامل و تفہم۔ پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس پہنایا اور وہ نور قدرت ہے تاکہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرما کر کہا ہے کہ۔ طہر بیتی للطائفین۔ اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کی آیات خاصہ سے منور ہے۔ قولہ للذی ببکۃ۔ اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب پاک کا دیدار نصیب ہو اور اسوجہ سے کہ ہر عارف لوگ ازدحام کرتے ہین بایںطور کہ اپنی جانین اسپر قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم شیخ ابن کثیر** رح نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہے کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے کہ الناس یبکون فیہا ای یزدحمون۔ بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہے ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہے۔ قولہ مبارکا و ہدی للعالمین۔ یعنی پاک مقدس اس بات سے کہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ حسن آیات کبری سوائے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اس کو بزرگ کر دیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب و برکات سے دیا ہے کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے سوختہ فواد کا پنکھا ہو جاتا ہے اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہے اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہے اور ہدی یعنے ہادی ہے بایںطور کہ اہل عالم مین سے مومنون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کر دیتا ہے اور نیز مریدون یعنے خالص ارادہ سے طلب کرنے والون کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہے اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہے جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک راہ دکھلاتا ہے۔ اور جو لوگ منقطع ہو گئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہے اور محسنین کو مشاہدۂ رب تبارک و تعالی تک رہنمائی کرتا ہے اور **حسلی** رح نے فرمایا کہ حق عز و جل نے اپنی تکلیف دو قسم پر وارد فرمائی ہے یعنی بندونکو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنی کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہے اور دوم تکلیف بحقائق ہے پس تکلیف بحقائق کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سوائے غیر سے ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف انسے ترقی کر جاوے بایںطور کہ انسے فنا ہو کر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار بیت و کعبہ ہے چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس پس جب تک تو اس سے متصل ہے تب تک منفصل ہوگا پھر جب تو اس سے حقیقۃً منفصل ہوا تو اسکے واضع سے متصل ہوگا پھر تجکو بیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہوگا **قال المترجم** خانۂ کعبہ کی دو جہت قرار دیگئی ہین ایک سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہے اور دوم مین دو نظر ہین ایک تعلق اس واسطہ سے جو موجب قربت ہے اور دوم واسطہ محض سفیر کے طور پر ہوا اور حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے یہ نہین ہے کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ درحقیقت محض واسطہ ہو جاوے مثال اسکی قرارۃ کلام مجید ہے کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز انسے تعلق اسکے الفاظ سے ہے اور ربط اہل بالعبد و تصحیح نظم و ترکیب پھر اصلی مقصود اسکے معنے ہین کہ وہ بعد ایک تحریر و تنقیح کے حاصل

سواری پر چل سکتا ہے وہ اگرچہ زاد و راحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہیں کیونکہ اسنے استطاعت نہیں پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہ وہاں پہونچنے پر قادر ہو
منجملہ استطاعت کے ہے اور نیز یہ کہ راستہ مامون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو اسکا کوئی ذی حرم محرم مانند شوہر یا باپ یا بھائی وغیرہ
کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہوگی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہے۔ اسواسطے **بیضاوی** وغیرہ نے بعض مقام پر تتمیہ اسباب ضروری جو ادائے فعل
کے واسطے چاہییے ہین سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہے لیکن زاد و راحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد و راحلہ منجملہ استطاعت کے ہے اگر یہ نہو تو
استطاعت تام نہین ہے۔ پھر باقی رہا بیان یہ مقام کہ حج کو وجوب بفور ہے یا بتراخی یعنی جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال مین ادا کرے یا روا ہے کہ
آخر عمر تک دیر کر سکتا ہے اسمین امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ مین مذکور ہے اور تعجیل کو قوی کہا گیا کیونکہ ابن عباس رض نے مرفوعاً روایت کی کہ جلدی کرو
حج ادا کرنے مین یعنے حج فریضہ مین کیونکہ تم مین سے کسیکو نہین معلوم کہ اسکو کیا پیش آوے گا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباس رض نے مرفوعاً روایت کی کہ جو حج کا ارادہ
کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد و ابو داؤد اور **مترجم** کہتا ہے کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہے اسواسطے کہ آیت سے جلدی ثابت نہین ہوئی
اسکی تاکید کر دی کہ معلوم نہین کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہے کہ فرضیت تو بتراخی ہے اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہے فتامل۔ وَمَنْ كَفَرَ
باللہ او بافرضہ من الحج ۔ **فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ** ۔ الانس و الجن و الملائکہ و عن عبادتہم ۔ اور جسنے کفر کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ یا فرضیت حج سے
انکار کیا) تو اللہ تعالیٰ بے پروا ہے عالمون سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتون سے) اور **شیخ ابن کثیر** کی تفسیر مین ہے
کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ ۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہین پس اللہ عزوجل نے انپر حجت قائم کر دی کہ نبی صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مسلمانون پر حج بیت فرض کیا ہے جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہمپر یہ فرض نہین کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عزوجل نے
فرمایا کہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین ۔ اور مجاہد سے مانند اسکے مروی ہے اور اسمٰعیلی نے حضرت عمر رض سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نکیا تو یکسان
ہے اسپر کہ یہودی مرا یا نصرانی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمر رض نے فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ
ان شہرون مین لوگ بھیجون وہ دیکھین کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہے اور اسنے حج نہین کیا پس اسپر جزیہ باندھین وہ ہرگز مسلمان نہین وہ ہرگز
مسلمان نہین ہین ۔ بالجملہ اس آیت مین امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق مین وعید شدید ہے جو نظم کلام سے ظاہر ہے اور اسپر تنبیہ کے واسطے طول
کلام کی ضرورت نہین ہے **ف ۲** قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس ۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہے اور کرسی ان لوگون کا قبلہ ہے
جو درگاہ عزت مین اپنی خودی سے بے خبر ہین اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہے جنکو سفرۂ کرام کہتے ہین اور کعبہ معظمہ آدمیون کا قبلہ ہے سب عام و
خاص کے واسطے بلا تخصیص یہ قبلہ ہے ہر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کر دیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ مین کر دیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ
پاوے کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کرکے صاحب بیت سے محجوب ہون جس
جس نے اپنی توجہ کی حالت مین جہت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور سر باطنی کو اس سے طرف اللہ تعالیٰ کے متوجہ کیا تو حق عزوجل اسکا قبلہ ہوا پس وہ خود تمام
کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عزوجل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک وسیلہ ہوگئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال و جمال کا
لباس تھا چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ **مترجم** کہتا ہے کہ اس حدیث کو مین نے شروع پارۂ الٓمٓ مین
بیان کر دیا ہے اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنی بروجہ دیگر لیتے ہین چنانچہ الشیخ نے یہان اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عزوجل
جل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈال دیا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے حق مین کہا کہ والقیت علیک محبۃ منی ۔ اور محبت
جناب باریتعالیٰ کا خاصہ ازلیہ ہے پھر اہل عبودیت مین سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہے جیسے ملائکہ کے درمیان سے ابلیس نے اعراض

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمین صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم مین قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمین قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہین دی ہے اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہے وہ غائب کو خبر پہونچادے رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ - ویبدل من الناس - مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ ط - طریقا فسرہ صلے اللہ علیہ
وسلم بالزاد والراحلۃ رواہ الحاکم وغیرہ - اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہے جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف معنے سبیل کے طریق یعنے راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قراءۃ کوفیہ وبالفتح قراءۃ باقیہ والوبکر ہے شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام یہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہے اور اسپر علی کے ساتھ جو وجوب کے لیے ہے تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہے اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرۃ للہ سے حج فرض ہوا - بالجملہ واجب یعنی فرض ہے - جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوۃ واجب ہے یعنی فرض ہے اور خصوص علمائے شافعیہ واجب و فرض مین فرق نہین
کرتے اور شارح منہاج الوصول بیضاوی نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہے پس فرض وہ ہے جو دلیل قطعی موجب سے جسمین کسی تاویل کو گنجایش
نہین ثابت ہوا اور واجب وہ کہ بدلیل ظنی مثبت ایجاب سے ثابت ہو - بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہے اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہے جو مکلف ہو اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہے اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اسی شخص پر واجب
ہے جسکو استطاعت ہو اور اس تقریر مین اسکا سب بیان آتا ہے پس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ
تعالیٰ نے حج فرض کیا پس تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑو یعنے سوال مت کرو کیونکہ تمسے
اگلے اسی سے ہلاک ہوے کہ انھون نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تم کو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجالاؤ جہانتک
تم کو استطاعت ہے اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام
اقرع بن حابس مذکور ہے اور جواب مین تصریح ہے کہ فرمایا حج ایکمرتبہ ہے اور جو زائد ہو وہ نفل وخیر ہے رواہ احمد ایضاً وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ اور یہی معنی حدیث
علی وانس بن مالک وسراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہے پھر سبیل کی تفسیر زاد وراحلہ سے ترمذی ابن ابی حاتم وابن مردویہ حاکم وابن
جریر وعبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے مرفوعاً یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفاً روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنیٰ
کلام ہے ولیکن حدیث حجت ہے اور اسی حدیث کی اتباع پر بھی قول امام ابوحنیفہ وامام شافعی رح کا ہے اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ وتابعین کا ہے جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہے اور امام مالک رح نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہو اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ادائے حج واجب
ہے اگرچہ زاد وراحلہ نہ رکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہے - پھر لفظ الناس عام ہے خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہے جبکہ استطاعت ہو
سوائے ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم وطفل نابالغ وغلام ومجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہے پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سوائے باقی سے مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا بدل ہے اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
ہمیشہ دونون باتون مین مقصور نہین اور نہ اسپر مقصور ہے چنانچہ یہ امر بالبداہۃ ظاہر ہے کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ نہ پیرون چل سکتا ہے اور نہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
الخ فمنہن مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہدؒ نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدموں کا اثر ایک آیۃ بینہ ہے پھر مقام ابراہیم اکثروں کے قول پر وہی پتھر
ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہے اور شیخ عمرو الاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ
کل حج مقام ابراہیم ہے اور یہ روایت اوفق ہے۔ پھر حق یہ ہے کہ مقام ابراہیم تو یہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینہ و حجت ہے کہ وہ بیت المقدس
کو ابراہیمؑ سے اختصاص دینے سو رد کر دیا کہ ابراہیمؑ کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہے کہ انکا اثر قدم اسمیں ہے اور اسمیں معنوی آیت اہل ایمان کے
واسطے وولیت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہے کہ پرند اسکے اوپر ہوکر نہیں اڑتا ہے ادھر اودھر کترا جاتا ہے حالانکہ کتنے ہزار برس گذرے یہی
حال جاری ہے اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہوکر حرم میں گھستے ہیں اور شکار سے تعرض نہیں کرتے ہیں اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن یمانی کی طرف ہوتی ہے تو عمارہ پیداوار یمن میں ہوتی ہے اور جب ناحیۂ شامی کیطرف ہوتی ہے تو شام
میں پیداوار کی کثرت ہوتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور جھنڈس بندہ خاص جبرئیلؑ اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیلؑ اور مددگار معمار فرزند جمیل اسمٰعیلؑ ہے اور طواف کرنے والے ذریات انبیائے کرام ہیں اور یہ فخر کسی بیت کو نہیں ہے۔
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ط۔ لایتعرض لہ بقتل او ظلم او غیر ذلک۔ اور جو اسمیں داخل ہوا مامون ہوا اس سے کچھ تعرض کیا جائیگا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا۔ مفسرؒ نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہے یعنی جو شخص اس موضع مبارک میں داخل ہوا
وہ شرعاً مامون ہے اس سے بالکل یہ تعرض نہ کیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول
ہے اور اسی سے امام ابو حنیفہؒ و انکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہوگیا یا اسنے کسیکو ناحق مار ڈالا جس کے
قصاص میں اسکا قتل لازم آیا یا اور کسیوجہ سے پھر اسنے حرم میں جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جائیگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہوکر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ اگر میں اسمیں اپنے باپ کے قاتل کو پاؤں
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤں یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جسنے بیت اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہے ولیکن اس مجرم کو وہاں چھونا نہ دیا جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ میں پکڑا جاوے اور یہ
معنے حضرت ابن عباسؓ سے بوجوہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہے کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم میں گھس گیا اسپر وہاں حد قائم کیجائیگی۔ شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں قول ابو حنیفہؒ اختیار کیا ہے کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہیں چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق میں لکھی گئی ہے اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہے اور حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی کو حلال
نہیں کہ مکہ میں ہتھیار اٹھاوے رواہ مسلم۔ اور عبداللہ بن عدیؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ اے مکہ تو اللہ تعالےٰ کو
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہے اور اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ رواہ الامام احمد والنسائی و ابن ماجہ والترمذی
وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کر کے صحیح کہا اور احمد نے ابوہریرہؓ سے مانند اسکے روایت کیا پھر کچھ بعید نہیں کہ مامون
ہونا سوائے معنی مذکور کے اور معانی پر بھی ہو چنانچہ یحیی بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہے کہ کان آمنا ای دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم۔ اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ میں لشکر خالد بن الولید نے مشرکون کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبداللہ بن خطل کے بارہ میں جو پردہ
کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا اوسمیں قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہاں قتل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

کہ پھر کون تو فرمایا کہ مسجد اقصی میں نے کہا کہ دونوں میں کتنا فرق ہے فرمایا کہ چالیس برس پھر میں نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہاں تجکو نماز آملے پڑھ لے کہ سب زمین مسجد ہے رواہ البخاری ومسلم - اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا ابراہیمؑ اور مسجد اقصی بنا سلیمانؑ ہے اور انمیں ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہے تو جواب یہ ہے کہ ملائکہ نے دونوں کو بنایا تھا پھر انکے بنانے میں اتنا فرق مراد ہے بعد اسکے جیسا ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے مین بہت فرق ہے فافہم - اور ایک حدیث مین آیا کہ اول جو بروے آب ظاہر ہوا بروقت پیدائش آسمان وزمین کے ایک زبدۃ بیضا تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی اخرجہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب ابن جریر وابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہے واللہ اعلم پھر کہا کہ بکہ بسم مکہ ہے متبدیل میم از بار مانند لازم ولازب - وجہ تسمیہ ایک تو مفسرؒ نے ذکر کی اور بعض نے کہا کہ مکہ میم بسبب کمی آب کے من قولہم امتک الفصیل ضرع امہ جبکہ تھن سے سب دودھ چوس گیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ مک الظالم یعنی اسکو ہلاک کرتا ہے یا گناہوں کو ہلاک کرتا ہے اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہے کہ بکہ بباء موحدہ اسلیے کہ ان اللہ تعالے بک بہ الناس جمیعا فیصلی النساء امام الرجال ولا یفعل ذلک ببلد غیرہا وکذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل لان الناس یتباکون فیہا ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہے اور بکہ بالبار بیت عتیق سے بطحا تک ہے اور ابراہیم نخعیؒ سے ہے کہ بکہ بیت ومسجد ہے اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت میں عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت وجو گرد ہے اور اسکے سوا مکہ بمیم ہے اور یہی میمون بن مہران کا قول ہے - وابومالک وابوصالح وابراہیم نخعی وعطیہ ومقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہے اور ماسوا اسکے مکہ ہے پھر منجملہ اسماء مکہ کے بیت عتیق - بیت الحرام - بلد امین - بلد مامون - ام الرحم - ام القری - عرش - قادس وغیرہ مذکور ہیں - مُبٰرَكًا حالیکہ یہ اول بیت اس شان سے ہے کہ وہ مبارک ہے ف حال من الذی ای ذا برکۃ - یعنی اسکو نصب بنابر حالیہ الذی سے حال واقع ہے اور معنے اس کے یہ ہیں کہ برکت والا ہے - اونی برکت اسکی یہ ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پچاس ہزار کا جیسے بیت المقدس میں پچاس ہزار کا ثواب ہے - اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہے - وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ - لانہ قبلتہم اور وہ اہل علم کے لیے ہادی ہے ف کیونکہ یہی انکا قبلہ ہے یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اسوجہ سے کہ انکا قبلہ ہے - فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ - منہا مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ - ای الحجر الذی قام علیہ عند بناء البیت فاثر قدماہ فیہ وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ ومنہا تضعیف الحسنات فیہ - وان الطیر لا یعلوہ - اسمیں نشانیاں کھلی ہوئی ہیں (الخفین میں سے) مقام ابراہیم ہے ف یعنی وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ کھڑے ہوئے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونوں قدموں نے اسمیں اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گذرا اور بہتیرے ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمیں نیکیاں دوچند ہوتی ہیں اور یہ کہ پرندہ اسپر ہوکر نہیں اڑتا ہے اور یہ بدیہی محسوس معجزہ ہے جاننا چاہیے کہ صاحب کشاف نے بیان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہے اور مقام ابراہیم مفرد ہے اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہے اور مفسرؒ نے مانند بیضاوی کے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم - یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہے اور جو داخل ہو بیخوف ہے پھر خاص کر الخفین کے ذکر سے کفار پر حجت قائم ہے کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہیں ومترجم کہتا ہے کہ امن داخلین بحکم شرعی ہے جیسا کہ آتا ہے پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہے بلکہ ارجح وہی ہے کہ منہا خبر محذوف ہے اور بیضاوی نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوئے کہ دیوار بلند کرتے پرتا در ہوں اور اسمٰعیل علیہ السلام پتھر وگارا ہو پچاتے تھے پس انکے دونوں پاؤں اسمیں دھنس گئے اور ٹخنوں تک درآئے ولیکن مترجم کہتا ہے کہ صحیح مشہور یہ ہے کہ پتھر میں انکے متبرک قدموں کا نشان پڑ گیا جو بعینہ باقی رہا قال ابن کثیر وہ دیوار بیت سے ملاصق تھا پھر عمر بن الخطابؓ نے اسکو اپنی خلافت میں ناحیۂ شرقی کی طرف ہٹا دیا تا کہ طواف پر جانے والے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے میں نمازیوں کو تشویش نہو کیونکہ

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکے امر حق سے سست نہین کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالیٰ انی بری مما تشرکون - اور فرمایا وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین - اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتون کے سر توڑ دیے اور خیال تمثال سے پاک کردی وہ جگہ جو نظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالےٰ نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلہم جذاذا - اور حضرت ابراہیم ؑ نے اللہ تعالےٰ کی محبت مین مالون اور اولادون کو قربان کیا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہین کرتے اسی معنے کر اللہ عز وجل نے فرمایا - واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا - اور نیز حضرت ابراہیم ؑ کے شان سے دور کردیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھون نے کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحی الموتی - تو وہمی آدمی اس سے وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کردیا اور فرمایا - وما کان من المشرکین -

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ

تحقیق پہلا گھر　جو ٹھہرا لوگون کے واسطے　یہی ہے جو مکہ مین ہے برکت والا اور نیک راہ جہان کے لوگون کو　اس مین نشانیان

بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ

ظاہر مین　کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی　اور جو اس کے اندر آیا　اسکو امن ملا　اور اللہ کا حق ہے لوگون پر حج کرنا　اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

جو کوئی پاوے　اس تک　راہ　اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا　نہین رکھتا　جہان کے لوگون کی

ونزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم - یعنی یہود نے مسلمانون سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمادیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہین - اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ - متعبدا - لِلنَّاسِ - فی الارض - یعنی البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا ہے جائے عبادت کیا گیا واسطے لوگون کے زمین مین - اور جاننا چاہیئے کہ اول اس فرد کو کہتے ہین جو اپنے سوائے سب سے مقدم ہو - اور یہ معنی اولیت تحقیقی کے ہین اور ہر ایسی چیز کو بھی کہتے ہین جو ابتداءً پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئی ہو یا نہ ہو - پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا پس سدی ؒ نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقاً ہے اور سراج مین لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا ہر وقت پیدائش آسمان و زمین کے اللہ تعالےٰ نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدائش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی - اور شیخ ابن کثیر ؒ نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو شعبی ؒ نے علی رضؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ حضرت علی رضؓ نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھی ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے رکھا گیا رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت مین صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی رضؓ سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہین ولیکن وہ اول بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر ؒ نے اختیار کیا کہ متعبدا کی قید لگادی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم - لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ - وہ بیت جو مکہ مین ہے - البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم ووضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین وفی حدیث ان اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ - یعنی بکہ بباء موحدہ مکہ کے نامون مین سے ایک نام ہے اسکا یہ نام اسوجہ سے رکھا گیا کہ وہ بک کرتا ہے سرکشون کی گردنین یعنی انکو توڑ دیتا ہے - اسکو ملائکہ نے پیدائش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونون کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث مین ہے ابوذر رضؓ سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد الحرام مین نے کہا

جاندار کو ذبح کرکے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن مین ہی بدن کو امور شرعی و عبادت مین صرف
کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤن مین ہی لیکن ان جاندار چیزون کے گوشت مین زیادہ ظاہر باہر ہی کیونکہ اناج وغیرہ مین وہ جان نہین سمجھتا ہی
لیکن تقویت گوشت کی غذا مین زائد ہی جیسا کہ طبیبون نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت بتندی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہین پس کمتر ایسا ہوتا ہی کہ
اس ہوا کو مجاہدہ کے قابو مین لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالی نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہین پس کثرت کے اعتبار سے یہی راہ صواب
ہی کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ وریاضت مین قوت ہو گوشت مین اسکے برعکس ظاہر ہوا یہ معنی ہین اسکے جو ان
اکابر نے کہا ہی اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہی کہ امام ابو یوسف اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہاے متاخرین نے قطعًا اسکے ترک
کی طرف گویا تصریح کردی ہی باوجودیکہ اسکے جواز مین اتفاق ہی فافہم واللہ اعلم - قال الشیخ اور نیز پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام
کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالی نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وہ بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی ترو تازہ
لذت کی چیزین انکے خواہش کی مطلوب ہین سب اسکی محبت کے واسطے ترک کرین - اور نیز اسمین اشارہ ہی کہ جو لوگ سالوس و ناخوش کے طور پر
جھوٹے دعوے کرتے ہین اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرنے کو اکثر چیزین اپنے اوپر حرام کرتے ہین انکو نہین چاہیے
کہ اللہ تعالی نے جو پاک چیزین حلال کی ہین انکو حرام کرین اور جو خبیث و شرع مین ممنوع چیزین ہین انکو حلال کرین اور ایسے لوگ اس زمانہ مین
ظاہر ہوے ہین جنکو اباحیہ کہتے ہین اللہ تعالی انکی جڑ بنیاد نابود کردے **مترجم** کہتا ہی کہ اباحیہ ایک فرقہ ہی گمراہ جو ظاہر مین اسلام کے قائل
ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے کل چیزین بندون کے واسطے مباح کردی ہین اور جنسے منع کیا ہی وہ اس طور پر ممانعت ہی جیسے طبیب کسی
مریض کو پرہیز بتاتا ہی حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہین کرتا ہی اور یہ فرقہ زیادہ تصوف مین دم مارتا ہی اور انکے خبیث اعتقاد و افعال بعض بزرگون نے
مفصل بیان کیے ہین اللہ تعالی مسلمانون کو انکے شر سے بچاوے - قال تعالی قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا - ملت ابراہیم علیہ السلام
شوق و عشق و محبت و خلت و مروت و فتوت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت - و مہمان کی بزرگداشت اور بلا مین صبر
کرنا و نعمت مین شکر کرنا اور ماسواے حق عز و جل کو جو چیز ہی سب کو بالکلیہ چھوڑنا - اور درد محبت مین اشک ریزی و آہ و زاری کرنا اور صدق
و اخلاص و توحید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق اور متصف ہونا بصفات حق باین طور کہ بشری رسوم مین انھین اخلاق پر کاربند ہونا اور انھین
خصلتون سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہوے - یہ دیکھو کہ اللہ عز و جل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ
ہی یعنی آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال مین حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیم سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر
کیون نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا بت ہوجائیگا اللہ عز و جل نے فرمایا - ومن یرغب عن ملۃ ابراہیم الا من سفہ نفسہ - **مترجم** کہتا ہی کہ یہ خصال
(آخر پارہ اول مین گذر چکی ہی)
حضرت ابراہیم کے متفرق مقامات کلام مجید مین مذکور ہین - قولہ تعالی وما کان من المشرکین - حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا کہ
حق عز و جل کے سواے جبرئیل تک کی طرف التفات ان امور توحیدی مین نہین کرتے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ مین ڈالنا چاہا اور پہاڑ پر
لیجا کر گوپھن مین بٹھایا اور ملائکہ آسمان و زمین و بندگان صالح اس حال کو دیکھکر جو حضرت ابراہیم پر گذر رہا تھا حیران تھے اور تقدیر کا یہ معاملہ
دیکھ کر چپ تھے تب آخر دعا کرنے لگے پس حضرت عز و جل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کردو پس اول جبرئیل نے
آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ مین نمرود بمعیت اسکا تختہ لوٹ دون فرمایا کہ اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی حاجت
نہین میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہی جو اسکو منظور ہی وہی میری مراد ہی - اور ابراہیم اپنی دین توحید مین کسی کی مداہنت نہین کرتے

فاتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین - اور جواب یہ ہے کہ علم الٰہی حاوی ہے اس مقام خاص مین کوئی تمیز نہ تھا جو انکے الزام کیواسطے بہت کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح خلط کیا اور نقل مین ایسی عبارات سے سکولائے کہ اصل کلام متمیز رہا اور تاویل و معنی خلاف اصل کے بجائے اصل لکھے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے مین قائم کیے کروہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے سواسطے کہ تبے لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم مین سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہین بالکل نام ہی نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم - مقام چہارم آنکہ اللہ عزوجل نے جدال و مراء سے منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مین اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے ائمہ تحقیق و اکابر علمائے علم خلاف پر تشنیع کی اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر برینکہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لائق اقتصاد کو پسند فرماکر انکے انکار کے جواب مین اسی قدر فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہین ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اسمین لکھا ہے پس اگر معاند نہین ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ کیواسطے عناد ترک کرو اور اسلام لاؤ - پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرین چنانچہ فرمایا ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا - یعنی وہ طریقہ اختیار کر جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہمہ تن منقاد و مطیع تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مکمل کر دیا - وذلک فضل اللہ عزوجل جاننا چاہیے کہ عرق النسا کی بیماری جسکی نذر مین حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج **قرطبیؒ** نے **ثعلبی** کی روایت سے ذکر کیا کہ حضرت انسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی مینڈھا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکنی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاوین اور آگ پر پگھلائے جاوین اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جاوے اور اسکی تین قسمین کیجاوین پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منھ اسمین سے تین وزن پیے - حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مین نے سو بیماروں سے زیادہ کو یہ دوا بتائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے ہو گئے **ف ۲** عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ - اسمین اشارہ یہ ہے کہ اس قصہ والون کو روا ہے کہ کھانے کی چیزون مین سے کوئی چیز از راہ مجاہدہ چھوڑ دین نہ از راہ تحریم یعنی یہ اعتقاد نہ کرین کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کرین کہ ہم نہ کھائینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیاء علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ کسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ اسمین انکی پیروی کرین - اور نیز اسمین یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دین کیونکہ اسمین بھی ایک عقل کی خبطگی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق مین الٹا کام کرتا ہے **قال المترجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار اسکے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب مین سوائے بیوقوف کے اور کسیکو نہو گا لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے نہو کہ گوشت کو حرام سمجھے نے اور بہ وجہ پسندیدگی کی - جو مین نے بیان کی ہے بعض روایات مین خود مصرح آگئی ہے - پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی کو مجموعی ہیأت سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازین آپ کو کوئی چیز مضر نہین ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگون کا نہین ہے پس وہ یہی ہے جسنے ایسی سنتون کے ادا کرنے مین سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اس طرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی اس طرح ممانعت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور دائمی ترک بھی خلاف سنت و صریح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عزوجل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار پیدا فرمائے ہین اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کسی

وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید - اور نیز فرمایا وامرأتہ قائمۃ فضحکت فبشرناہا باسحٰق ومن وراء اسحٰق یعقوب - وجہ ہشتم یہ ہی کہ ابراہیم کبھی اسحٰق کو مکہ مین نہین لاتے اور کبھی انکو انکی مان سے جدا نہین کیا اور یہ کیونکر ہوسکتا ہی کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا کہ سارہ کے فرزند کو چھڑا کر لیجاؤ مین اور انکی سوت کے وہان لیجاکر ذبح کردین اور انکی سوت کے فرزند کو باقی رکھین - وجہ نہم یہ کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیم کو خلیل بنایا اور خلت اس امر کو متضمن ہی کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمین غیر کی کچھ بھی گنجایش نہ ہو پھر جب خلیل نے فرزند کی درخواست کی تو اسمعیل عطا ہوا پس اس سے شعبۂ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کرے پس جب وہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوا اور عزم بالجزم کرلیا تو یہ شعبہ خالص ہوگیا اور یہ معلوم ہی کہ ایسا تو اول ہی فرزند مین ہوگا پس جب اول مین یہ بات حاصل ہوگئی اور امتحان پورا ہوا تو خیر مین اسکی حاجت نہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوتی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو لازم آتا کہ اول فرزند کے بارہ مین خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ بخلاف مقتضائے حکمت ہی فافہم - وجہ دہم یہ ہی کہ اسمعیل تو عنفوان شباب مین ملے اور اسحٰق آخر عمر بڑھاپے مین دیے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہی فلیتامل فیہ - وجہ دہم یہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہی کہ مین دو ذبیح کا فرزند ہون[1] یعنی عبداللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر مین مروی ہی دوم آپ کے دادا اسمعیل کا جیسا کہ قرآن مین قصہ مذکور ہی بالجملہ مقصود یہ ہی کہ یہ لفظ انھون نے توریت مین بڑھا دیا ہی اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموع ان وجوہ سے بقدر ثابت ہوتا ہی کہ اسحٰق کا لفظ تغیر کرکے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض شیدار کان بعض ہین ولیسا ہی حال انجیل کا ہی چنانچہ **خفاجی** نے تفسیر سورۂ فاتحہ مین کہا کہ انجیل کے بعض الفاظ مین تحریف وتبدیل اور معانی مین فرق کثیر ہی اسکے نسخے بہت مختلف ہین اور چار نسخے مشہور ہین انتہی ملخصا **مترجم** کہتا ہی کہ بلا بحر العلوم وغیرہ سے تحقیق مین قصور رہا کہ انھون نے اسحٰق کو ذبیح قرار دیا ہی حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن وحدیث ہی پس اسکے مقابلہ مین کسی فرد بشر کا قول قبول نہین ہوسکتا ہی اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعویٰ کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہی کہ خلاف نصوص و سنت نہووے کما لایخفی علی المعارف الماہر وقد صرح بہ جمع من الاکابر - پھر **مترجم** کہتا ہی کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہی کہ اصل توریت عبرانی مین تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ مین نقل کرتے اور اسکے ابواب وسورتون کو علٰحدہ علٰحدہ لکھتے اور اسمین تحریفات کرتے اور بعضے بیانات کو ٹکڑے کرکے جہان جہان مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الآیۃ مین منصوص ہی اور قولہ تعالیٰ تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہی کہ قراطیس و اجزا مین علٰحدہ علٰحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت سے چھپا ڈالتے تھے - اور مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کرکے متعدد انبیاے سابقین کے ساتھ ملاتے چنانچہ قولہ تعالیٰ - یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیۃ مین منصوص ہی کہ کلمات کو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے پس جب نسخہاے توریت جو انھون نے بہ کثرت شائع کردیے تو آیندہ اعتبار ساقط ہوگیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہی اور انکے بنائے ہوے نسخہ جات کون ہین اگرچہ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین عبداللہ بن سلام وغیرہ علماے یہود جو مسلمان ہوگئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے انکے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض تحریفات جو قدما سے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی بشارت مٹائی تھی اس سے ان کو بھی مجبوری تھی رہا یہ کہ اس زمانہ مین جو ترجمہ توریت وانجیل کے موجود مین انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ انمین کسقدر تغیر وتحریف ہی اور سخت عجیب ہی کہ جتنے مرتبہ جتنے سنون کے مطبوعہ نسخے دیکھو انمین فقرون وعبارات والفاظ ومعانی واشارات وفنون متعلقہ معانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہی جسکا جی چاہے معائنہ کرلے - پھر **مترجم** کہتا ہی کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت مین فی الجملہ تغیر وتحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

[1] یعنی آپ کے والد حضرت عبداللہ و حضرت اسمعیل علیہ السلام ۱۲

مین ہوئی چنانچہ بخاری رح نے اپنی صحیح مین کہا یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یتاولونہ علی غیر تاویلہ ۔ یعنی یحرفونہ بمعنی یزیلون
ہے ولیکن کسی کو یہ قدرت نہین کہ کتابہاے الٰہی مین سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہ تھی کہ وہی اس کو تاویل حق کے سواے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباس رض سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازی رح نے اختیار کیا ہے اور مین نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا مین
جھگڑا پڑا پس اسنے اسی قول کو تو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگون نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی بندرہ نقلین پیش کین اور منجملہ انکی حجت کے
یہ بات ہے کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب مین جہان بھر مین پھیل گئے کہ اسکے نسخون کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس یہ ممتنع ہے کہ
تمام ان نسخون والے تبدیل و تغیر پر متفق ہو جاوین کہ یہ سب نسخے متغیر ہو جاوین اور روے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نرہے جو ملے
وہ متغیر ہی ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا ۔ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین مترجم
یعنے عادت کی راہ سے محال ہے ۱۲
کہتا ہے کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیون حکم قرار دی جاتی اور نیز عبد اللہ بن صوریا کے قصہ مین آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا کہ اور علما نے اتفاق کیا ہے کہ انھون نے فریضۂ رجم کو ترک کر دیا مگر انسے یہ ممکن نہ ہوا کہ توریت مین سے اسکو تغیر کر دیوین اسواسطے جب انھون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اٹھی ۔ کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہے اور کہا کہ اسمین کچھ خفیف چیزین ضرور زیادہ ہوئین اور متغیر کی گئین ۔ اور
ہمارے شیخ رح نے رسالۃ الجواب الصحیح من بدل دین المسیح مین اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اسطرح ہے کہ جو توریت انکے پاس ہے اسمین ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیم سے فرمایا ۔ کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک اسحٰق ۔ یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحٰق ہے حالانکہ یہ زیادتی دس وجہ سے باطل ہے
اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و وحید تینون ملتون کے اتفاق سے اسمعیل ہین نہ اسحٰق ۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم ع کو حکم دیا کہ ہاجرہ و اسکے فرزند اسمعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاوین اور خشک میدان مکہ مین لبساوین تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے پس باندی و اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کرنیکا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہے کہ اسکو حکمت مقتضی نہین ہے ۔ سوم
آنکہ ذبح کا قصہ قطعاً مکہ مین واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ مین قرار دی تاکہ امت والون کو یاد رہے جو ابراہیم ع
و اسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا ۔ چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور بعد اسحٰق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونون
بشارتین معاً ایک ہی ساتھ دین یعنی تجھسے اسحٰق ہوگا اور تیری زندگی مین اسحٰق سے یعقوب ہوگا ۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحٰق کا حکم ہوگا حالانکہ
مادر و پدر کو اسحٰق کے فرزند کی بشارت دی ہے ۔ پنجم آنکہ اللہ عز و جل نے ہر گاہ قصہ ذبح و اسکا اپنی جان اللہ تعالیٰ کیواسطے تسلیم کرنا اور ابراہیم کا اسکے
ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین پس اللہ عز و جل نے ذبیح فرزند کے قصہ کے بعد
اسحٰق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہے اور اسحٰق دیگر ہے چنانچہ پارۂ ۲۳ مین مفصل آویگا ۔ پس اسمعیل کو ذبح سے نجات دی اور شکر سے اسپر
اور بڑھایا کہ اسحٰق کو دیا ۔ ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم ۔ پس یہ دلیل
ہے کہ یہ فرزند جب ہی ملا کہ ابراہیم ع نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعاً معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی
تھی اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہے اور وہی اسمعیل ہین اور رہے اسحٰق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے مین دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسے سن والے کے
لڑکا نہین پیدا ہوا کرتا ہے اور اسحٰق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہ رض نے تعجب کیا جیسا کہ حق عز و جل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم مین اسرائیلؑ کے بیٹون نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی پھر **ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ
یہان سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوئین ایک یہ کہ قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون مین ترک حب الاشیاء
مقصود ہی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزون سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع مین مشروع ہی قال تعالی
واتی المال علی حبہ یعنی اللہ تعالی کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہین باوجودیکہ خود
طعام کے محتاج ہین ۔ھ۔ بنابر آنکہ ضمیر حبہ بجانب مال وطعام راجع ہی۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاری پر رد گزرا اور جو انھون نے مسیح علیہ السلام
کے حق مین اعتقاد باطل کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق درباب عیسیٰ وانکی والدہؑ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول نصاری سر سے پیر تک غلط ہی بلکہ حق
عزوجل نے اسکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہین پھر اسکو رسول کرکے بنی اسرائیل کیطرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید
پروردگار کیطرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالی نے یہان سے یہود پر رد شروع فرمایا
اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انھون نے انکار کیا بنابر آنکہ شرع عیسیٰ سے شرع موسیٰؑ منسوخ نہین ہوسکتی ہی وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہو ہی چنانچہ
اللہ تعالی نے خود توریت مین صریح ذکر فرمایا ہی کہ جب نوحؑ کشتی سے اترے تب اللہ تعالے نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے
بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندون نے اس بارہ مین اسکی پیروی کی پھر توریت مین اسکے سوائے دیگر چیزون
کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہی کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیان و لڑکے ایک دوسرے کے نکاح مین دیدین پھر اسکے
بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع مین آزاد منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انھون نے سارہؓ پر ہاجرہ کو رکھا
حالانکہ توریت مین ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنون کو ایک وقت مین نکاح مین جمع کرنا روا تھا۔ چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر
توریت مین یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت مین منصوص ہی اور یہ بعینہ نسخ ہی پس ایسے ہی حضرت عیسیٰؑ کے واسطے جو شرع مقرر
کی اسمین بہت سی وہ چیزین جو یہود پر حرام کر دی تھین بطور نسخ کے حلال کر دین پھر یہود کو کیا ہوا کہ انھون نے عیسیٰؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور
مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہی ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر
ایمان نہین لاتے ہین پس اسیواسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ۔ مقام دوم نذر کرنا اس نیت سے کہ وہ تقدیر مین کچھ تغیر کرتی ہی مذموم
ہی اور یہ شیوہ عوام وجہال ہی نظر باین معنی حدیث مین منع ہی کیونکہ جاہل سمجھتا ہی کہ مین نے یون نذر کی تو ایسا ہوا کہ گویا تقدیر بدل گئی پس یہ
منع ہی اور برخلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق مشروع ہی
روا ہی بلکہ اولی ہی اور اسمین تحقیق لطیف ہی جو عنقریب انشاء اللہ تعالے آویگی۔ مقام سوم توریت کا قابل اعتماد ہونا اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ
توریت وہ کلام الہی جو اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمین شک نہین کہ وہ کتاب اللہ تعالی برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہی
اور بحث یہان دوسرے معنی کرکے ہی یعنی یہ توریت جو یہود کے ہاتھ مین موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالی نے موسیٰؑ پر نازل فرمائی کیونکہ بالاتفاق
الواح زبرجد کا تو پتہ نہین ہی تو مین کہتا ہون کہ اسمین کچھ اختلاف ہی اور علماء نے اسمین مفرد تصنیفین کین لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ
وہ ہی جو **حافظ ابن القیمؒ** نے اغاثۃ اللہفان مین فرمایا کہ علماء نے اس امر مین اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھ مین ہی بھلا اس مین
تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنی تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمین تین قول ہین ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا حصہ
تو مبدل ہی حتی کہ بعض نے یہان تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاوین اور ایک گروہ ائمہ فقہ وحدیث وکلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد مین حرام نہ تھا جیساکہ یہود نے زعم کیا - اور قبل نزول التوراۃ کی قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالی نے اور بہت چیزین حرام کردین - پھر اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انھین کی کتاب سے حجت دین تاکہ چپ ہون پس فرمایا قُلْ - لہم - فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا - یستبین صدق قولکم - إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - فیہ فبہتوا ولم یا توا بہا کہدے ان سے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اس کو (تاکہ ظاہر ہو تمھارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے مین ف پس مبہوت ہوگئے اور توریت کو نہ لائے ائمۂ تفسیر نے لکھا ہی کہ اسمین بڑی قوی دلیل موجود ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ شرع مین منسوخ ہونا قدیم سے ہی اور اس سے انکار کرنیوالا بیوقوف نادان یا ہٹ دھرم ہی کیونکہ نسخ کے تو یہ معنی ہین کہ اس سے ظاہر ہوجاتا ہی کہ پہلا حکم اللہ تعالی نے اسوقت تک کیواسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہین ہی کہ نعوذ باللہ اس حکم مین تردد تھا کہ اب بدلا گیا فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ - ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالی پر بہتان باندھا بعد اسکے ف یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کرلینا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد مین نہ تھا - فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ المتجاوزون الحق الی الباطل - تو یہی ظالم لوگ ہین ف یعنی حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے والے ہین - پھر چونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہوگیا اور کھلی حجت انپر قائم ہوئی کہ اسکو کسیطرح دفع نہین کرسکتے تھے تو اللہ تعالے نے حضرت صلعم کو اعلان صدق وحق کا حکم دیدیا کہ - قُلْ صَدَقَ اللَّهُ - فی ہذا وجمیع ما اخبر بہ - کہدے کہ اللہ تعالے سچا ہی ف یعنی اس بات مین اور تمام باتون مین جس سے اپنے بندون کو آگاہی فرمائی ہی اور اسمین یہود پر تعریض ہی کہ تم جھوٹے ہو فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا - التی انا علیہا - پس ملت ابراہیم حنیف کی اتباع کرو ف یعنی اس ملت ابراہیمی کی جسپر مین قائم ہون حنیف کے معنی جھکنے والا ہر دین ناحق سے طرف دین اسلام کے یعنی کل طریقون سے منھ موڑکر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا - وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور وہ مشرکین مین سے نہ تھا ف اسمین یہود پر تعریض ہی کہ وہی مشرک ہین واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہین نذر کا وجب ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین مین دلیل کرنے والے سے دلیل کرنے کا حسن اسلوب اور حق عز وجل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا مگر اسمین چند مقامات عظیم الشان اور باقی رہے - اول آنکہ اس آیۂ کریمہ کو ماقبل سے کیا ربط ہی - دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم مین مذمت بھی آئی ہی پھر نبی اللہ یعقوب نے نذر کی اسمین کیا تحقیق ہی - سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ ٹھیک موجود ہی بدون تحریف کے - چہارم طریقہ حجت الزامی اختیار فرمایا - پنجم ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا حالانکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہی یہ بات کیونکر ہی - پس ان مقامات مین مختصر کلام ضروری ہی اور اس ذیل مین فوائد بشیار انشاء اللہ تعالی حاصل ہونگے - پس مقام اول کا بیان یہ ہی کہ امام احمدؒ نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جسمین ایک گروہ علماء یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا باین عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کرین گے اور ہر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہی اس مین یہ بھی ہی کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھون اللہ تعالی سے نذر مانی کہ اگر اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہی اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہی اپنے اوپر حرام کرلونگا اور انکو سب کھانون سے اونٹ کا گوشت اور سب پینیون سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھون نے اپنے اوپر حرام کرلیا - اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمد نے حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اسمین عرق النسا کی بیماری کی تصریح ہی وقد رواہ الحاکم والترمذی و النسائی ایضا اور یہی وجہ ابن جریر نے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا
اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی بے انصاف لوگ ہین تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہو جاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○
دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال الیہود انک تزعم انک علی ملۃ ابراہیم وکان لا یاکل لحوم الابل والبانہا یعنی شان نزول اس آیۃ کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمدؐ تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہین کھاتے تھے مترجم کہتا ہے کہ یہ سبب نزول آیۃ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور بیضاوی وغیرہ اہل درایت وروایت نے ذکر کیا کہ ہر گاہ اللہ عزوجل نے فرمایا فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیۃ - اور نیز فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما تا قولہ - ذلک جزیناہم ببغیہم الآیۃ حاصل یہ کہ یہ چیزین یہود پر بسبب ان کے ظلم وبغاوت کے حرام کی گئین اور اس سے یہود کی بدخصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰؑ سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ نبی نہین ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کے حکم مین نسخ نہین روا ہے تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتین کچھ نہین ہین یہ چیزین تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوحؑ و ابراہیمؑ سے چلی آتی تھین یہانتک کہ ہم پر بھی وہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیمؑ پر ہین نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برارت نکالتے اور نسخ نہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا - كُلُّ الطَّعَامِ - اے مطعوم اور مراد کل مطعوم ہے یعنے ہر مطعوم کا کھانا - كَانَ حِلًّا حلالا - حلال تھا - اور حل مصدر ہے جس مین مفرد و جمع یکسان اور مذکر و مونث یکسان ہے اور مراد حلال جیسے حرم بمعنی حرام ہے - الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا - لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ - یعقوبؑ واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کر لیا تھا اسرائیل یعنے یعقوبؑ نے - عَلٰى نَفْسِهٖ - وہو الابل لما حصل لہ عرق النسا بالفتح والقصر فنذر ان شفی لا یاکلہا فحرم علیہ اپنی ذات پر ف اور وہ اونٹ تھا جبکہ انکو یعنی عبد اللہ[؟] عرق النسا بالفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انھون نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاوینگا پس انپر حرام ہو گیا - مترجم کہتا ہے یعنی بسبب نذر کے خاص انپر حرام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شرعاً حرام نہین کیا - اور نسا ایک خاص رگ ہے جو کولے سے ٹخنہ تک ہے اور عرق بمعنے رگ ہے پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی - پس معنی یہ ہوے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سواے اونٹ کے جو یعقوبؑ نے اس نذر مین اپنے اوپر حرام کر لیا - اگر کہا جاوے کہ اس سے سواے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ کہ وہ طعام نہین اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب واہم ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بہت لوگ مردار کھاتے ہین اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی مین گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ طعام ہین جنکے حرام ہونیکا یہودی دعوی کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیمؑ وغیرہ پر حرام تھے - اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوبؑ کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوبؑ پر کہان حرام ہوے تو جواب یہ کہ اولاد یعقوبؑ نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت مین بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیل پر کل طعام حلال تھا سواے اونٹ کے کہ جسکو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو وہ بنی اسرائیل پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقولہ تعالے - مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ - وذلک بعد ابراہیم ولم تکن علی عہدہ حراما کما زعموا - قبل نازل کیے جانے توریت کے ف اور توریت کا نازل کیا جانا بعد ابراہیمؑ کے ہزار برس پیچھے ہوا اور یہ طعام

کرتے ہیں- اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بر تک نہیں پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہے اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر عزوجل تک کہاں پہونچے گا جبکہ تیرا حال یہ ہے کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوئے ہے **قال المترجم** پھر انقطاع کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کو جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن بسا اوقات بعضے لوگوں کو یہی بات حاصل کرنے کیواسطے یہ ضرورت ہوتی ہے کہ دنیا کی آبادی سے یکطرف ہوکر کسی پہاڑ یا جنگل میں تنہا بسر کرین حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کیواسطے لازمی نہیں ہے اور اسیطرف حدیث صحیح میں اشارہ ہے کہ پہاڑ کے کسی شعبہ میں بکریاں لیکر رہے وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگونکو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ بر اول تو ہدایت ہے بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہے اور معنی آیہ کے یہ ہیں کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسیطرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو اسمین سے خرچ کر ڈالو اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچوگے درحالیکہ تم اپنے نفس کے حظوظ و خواہشوں میں لگے لپٹے ہو اور **شیخ ابوعثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندون کے مقامات تک نہیں پہونچ سکتا جبتک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت میں سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہے اور **واسطی** رح نے کہا کہ بر تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزون کے خرچ ہی کرنے سے ہے مگر بار یعنی خالق بر تک پہونچنا یوں ہی ہے کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ انمین ہے سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے اور **شیخ نصرآبادی** نے کہا کہ محبوب چیزون کو تجسے دور کرا کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خالص اسکی طرف ہو اور اسکے سوائے کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت جید اشارہ ہے بلکہ ایسا قوی ہے کہ گویا سیاق کلام اسی کے واسطے ہے اور تجھے معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابوبکر رض نے کہ مین نے اپنے لوگون کے واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہے یعنی کچھ نہیں چھوڑا- حالانکہ کل صدقہ اورون کے واسطے روا نہیں رکھا گیا ہے پس فعل ابوبکر رض اقرب باصل مقصود ہے بلکہ وہی اصل مقصود ہے اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہے بخلاف اور لوگون کے کہ انمین مزاحم سخت یا سست درجہ بدرجہ موجود ہے مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیر ذلک فافہم اور **شیخ نصرآبادی** رح نے کہا کہ بعضے مفسرین نے فرمایا کہ بر ثواب جنت ہے اور میرے نزدیک صفت بار ہے پس گویا یوں کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کر دو- **قال المترجم** یعنے دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر میں ہر ایک چیز ہونا منع نہیں ہے ولیکن کوئی چیز اس کی محبوب ہوگی اسکے نزدیک لعل کا جاتا رہنا اور کنکری کا جانا جب لذات یکسان ہوگا فافہم اور **جعفر صادق** رح نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جب تک کہ ماسوائے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہو جاؤ اور **ابن عطا** نے فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہو جاؤ- اور **شیخ علوی** رح نے کہا کہ تجھے سب چیزون سے زیادہ محبوب تیری جان ہے اور **شیخ ابوبکر وراق** رح نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے فتوت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچوگے جو میری طرف سے تمہے ہے الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیون پر اپنے مال خرچ کرو اور اعلیٰ یہ کہ راہ الٰہی مین جان دو کیونکہ افضل جہاد یہ کہ خود مع گھوڑا پارہ پارہ کیا گیا اسکے عوض مین اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا کرے گا اور جو انفاق اور تمہارا دکھلانے سنانے کے واسطے ہوگا تو مین شرک سے بری ہون جیسا کہ اس بارہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت ہے جسمین ریا کا شرک ہونا ثابت ہے اور **شیخ جنید** رح نے فرمایا کہ اس آیت مین اشارہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہیں پہونچوگے یہانتک کہ اپنی محبوب جانون کو اللہ تعالیٰ کی راہ مین قربان کرو

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَىٰةُ ۗ قُلْ فَأْتُوا بِالتَّوْرَىٰةِ فَاتْلُوهَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ○ فَمَنِ افْتَرَىٰ

سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر توریت نازل ہونے سے پہلے تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

مستجاب ہوتی ہے۔ اور زاہدون کا برّ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسنے چالیس روز دنیا
مین زہد کیا تو حکمت کے چشمے اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور برّ الفقراء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے قلوب مین سکینت ظاہر
ہوتی ہے اور برّ الاغنیاء یہ ہے کہ انکو درجہ کرامات ملتا ہے۔ اور برّ الصابرین یہ کہ درجہ ولایات ملتا ہے اور برّ الشاکرین یہ کہ قرب یا نزدیکی مین یا دونی
ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کروگے تو ضرور مین تمکو زیادہ نعمت دونگا۔ اور برّ المتوکلین یہ کہ تمام مرادون
مین اللہ تعالیٰ کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب مین پاتے ہین۔ ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو
توکل کرے اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے متوکلون کو
برّ الراضین یہ کہ اللہ عزوجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام
رضا مین پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا۔ برّ الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت مین انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو
انکو کرامت حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ لیجزی اللہ الصادقین بصدقہم۔ یعنی قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالیٰ صادقین کو
انکے صدق کی جزا عطا فرماوے۔ یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ انکو اپنے کرم سے انکے برّ کا بدلا عطا فرماویگا برّ المراقبین یہ ہے کہ نور
فراست و حلاوت ذکر حاصل ہوگی اور برّ خائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت اجلال حق تعالیٰ حاصل ہوگی۔ اور برّ راجین یہ ہے کہ صفاء یقین
اور نور بسط و انبساط حاصل ہوگا۔ برّ المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ و انوار قربت و مشاہدہ حاصل ہوگا۔ برّ المشتاقین یہ کہ تمام معانی مین انکو انس حضرت
حق عزوجل حاصل ہوتا ہے۔ برّ عاشقین یہ کہ چشم ارواح مین نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور برّ موقنین مشاہدۂ نعمہائے کریمہ و طمانیت در رسوم
ربوبیہ ہے اور برّ المستانسین یہ کہ اپنے قلوب مین حسن قدم پاتے ہین اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہین۔ برّ المطمئنین یہ کہ طرح طرح
کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور عارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب۔ برّ المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت مین مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب بیان ان لوگون کے برّ کا تھا جو اہل احوال ہین۔ اور
برّ الذاکرین ایمان مین دیدار ہے۔ برّ المتفکرین یہ کہ پردۂ آیات مین تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہین برّ الحکماء یہ ہے کہ الہام کی صفت پر
خصائص خطاب سے فیض ہوتا ہے۔ برّ اہل الحیاء دیدار و مشاہدۂ عظمت و کبریائی ہے۔ اور برّ اہل تلوین دیدار عین صفات ہے اور برّ اہل تمکین یہ کہ
دیدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے۔ اور برّ اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے اور برّ اہل السر یہ ہے کہ مدارج معرفت مین
روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہین۔ اور برّ العارفین یہ کہ تجلی صرف و احدانیت پاتے ہین۔ یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفون کا برّ ہے اور
اب رہا بیان توحید تو اہل فیض کا یہ برّ ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور برّ اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہونے پر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو
دیکھتے ہین۔ برّ اہل السکر یہ کہ اچانک انکے احوال کے پردہ مین حق کا ظہور انپر ہوا اور برّ اہل صحو یہ ہے کہ دیدار حق بصفت حسن و جمال حاصل ہوا اور برّ اہل فنا
یہ کہ دیدار قیومیت بصفت فردانیت حاصل ہو۔ اور برّ اہل بقا یہ کہ حق عزوجل کے دوام کا دیدار ہوا اور برّ اہل انبساط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد
پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھین۔ اور برّ اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات و صفات ہے۔ اور برّ اہل ولہ یہ ہے کہ اپنے اندر
انبساط حق کو دیکھ کر حیرت مین رہ جاوین اسی سے دیوانہ ہوگئے۔ اور برّ اہل اتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھین اور تمام مخلوق
انکے واسطے مسخر کی گئی بایں طور کہ قدرت حق عزوجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس بندہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگون مین بعض ایسے ہین کہ جزاء و عوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہین اور بعضے محنت و بلا دور ہونے کی امید پر خرچ

ہیبت ہین پس اہل تمکین اور اک حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد بقار کو اعدام مشاہدہ صرف سلطان وحدانیت سے تمیز کرنے
والے ہین قسم ہفتم انہین سے اہل حقیقت ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین ایک یہ کہ گنہگارون کے حق مین دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی
ایذا کو برداشت کرلینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہین کہ اللہ تعالی کے بندون پر رحمت ہین پس مخلوق تو معارف سے
قطع کردیے جاتے ہین اور یہ لوگ تمام کشف سے بیشمار فیض پاتے ہین اللہ تعالی نے ان لوگون کو اپنے بندون اور ملکون کے باقی رکھنے کے
واسطے رکھا ہو تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاوین جنکو اپنے احوال مین شک پڑ گیا ہو قسم نہم انہین سے اہل السر ہین اور انکا انفاق تین چیزین یہ ہین
ایک اسرار کو چھپانا بخوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عزوجل کی مراد مین جانا اور سوم خلق سے غائب ہوکر اپنے سینون مین جمال
غیب الغیب کی تلاش کرنا۔ قسم دہم انہین سے عارفین ہین اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزین ہین ایک تو دنیا کو دنیا دارون کیلیے چھوڑتے ہین اور
دوم آخرت کو مع اسکی لذت کے اورون کی خواہش ہین رکھتے ہین یعنی اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہین کرتے ہین سوم یہ کہ اپنے
مولی کے دروازے پر بیٹھتے ہین اسطرح کہ سوائے اسکے سب سے منقطع ہوجاتے ہین اور اسی کے مشاہدہ کیواسطے صفائے عبودیت مین ساعی رہتے ہین
یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہوکر خالق عزوجل ہی کی طرف ہو رہے ہین **طبقۂ مرابعہ اہل توحید** ہین اور انکی بھی
دس قسمین ہین۔ قسم اول انہین سے اہل القبض ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو مقام حزن مین مراقبہ کرکے اپنے دم گنتے ہین
دوم مقام عشق مین خون بہاتے ہین سوم مقام شوق مین دل سے آہ آہ کرتے ہین **قال المترجم** اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہی کہ ان ابراہیم
لاواہ حلیم۔ اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا۔ حدیث مین ہی کہ آپ کے سینۂ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم
انہین سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہین اور انفاق انکا یہ تین چیزین ہین ایک تو فرحت بوجہ حبیب دوم نفرت از گفتگوے رقیب سوم تقرب از دل
بسوے قرب مجیب۔ قسم سوم انہین سے اہل سکر ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا از غیب سوم خوشبوے
قرب بمراقبات۔ قسم چہارم انہین سے اہل صحو ہین اور انکا انفاق تین چیزین یہ ہین ایک تو تلخی ہجر مین ساکن رہنا دوم بشوق لقا حضرت گریہ وزاری
کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کرکے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ مین ثابت قدم رہنا قسم پنجم ان مین سے اہل فنا ہین اور
ترک انکا تین چیزین ہین ایک یہ کہ سرباطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو ہلال بنانا قسم
ششم انہین سے اہل لقا ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو چھپانا اور مکاشفات حاصل کرکے مجاہدات سے خلاصی لے لینا
اور قسم ہفتم ان مین سے اہل انبساط ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک یہ کہ شطح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت مین آداب لحاظ رکھنا
اور مریدون کو مقامات کی خبر دیدینا قسم ہشتم انہین سے اہل حقائق توحید ہین اور خرچ کرنا انکا تین چیزین یہ ہین ایک تو امتحان مین مستقیم رہنا اس
طور کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ رکھتے ہین دوم مقام محبت مین اپنی خواہشین چھوڑتے ہین سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت
رکھتے ہین۔ قسم نہم انہین سے اہل ولہ ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین عبرات وازلیات وبذل مہجت در ابدیات۔ قسم دہم انہین سے اہل اتحاد ہین
اور انکا انفاق تین چیزین ہین اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہین اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السیر کرتے ہین اور تفرید
کے ساتھ لقاء البقاء مین روح کو پرواز دیتے ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے مین اسطرح ہی جو بیان ہوا ان لوگون نے اپنے
خرچ پر قدر تفاوت مین بڑی بڑی کرامتین حاصل کی ہین پس ہر گروہ کے واسطے انہین سے ایک بہرہ خاص ہی پس توبہ کرنے والون کا بہرہ یہ ہی کہ ان کو اللہ
تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہی اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالی نے۔ ان اللہ یحب التوابین۔ اور ورع والون کا بہرہ یہ ہی کہ تقوی کے ساتھ انکی دعا

پرہیزگاری ۱۲

مشتاق کہلاتے ہین اور انکا انفاق تین چیزین ہین کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا سوم خوف وجلال کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان مین سے عاشقین ہین اور انکا انفاق تین چیزین ہین ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہین دوم حظ محبت چھوڑتے ہین اور سوم مقام رعایت مین ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہین - اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہین اور ان کا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو نفس پر شفقت نہین کرتے ہین دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہین سوم ماسوائے حق عزوجل کے سب چیزون کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہین - قسم ہشتم انہین سے مستانسین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین کہ ایک تو مخلوق سے منھ موڑتے ہین دوم دل کو اس طرف لگاتے ہین جہانسے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا - سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہین قال المترجم اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی وسوسہ و تکلیف شرعی ساقط نہین ہوتی ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی ساقط نہوئی اور اثر صحیح مین ہے کہ صحابہ رسول صلعم اعمال مین سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہین جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوٰۃ وغیرہ ولیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ مین سیات شمار کیا گیا ہے اور یہین سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق مین آیا کہ اللہ عزوجل نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو مین نے تم کو بخشدیا حالانکہ اسپر بھی اکابر صحابہ و خلفاء راشدین نے اپنر حد شرعی جاری فرمائی ہے اور یہ بسند صحیح روایت ہوا ہے اور خود اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذہبن السیئات - نیکیان نابود کردیتی ہین برائیون کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے کو اپنے موقع پر آویگی قسم نہم انہین سے مطمئن ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بلا مین تمکن کرنا و قائم رہنا - دوم رنج و تکلیف مین صبر کرنا سوم نعمتون مین شکر کرنا - اور دسوین قسم ان مین سے محسنین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو بندگی کی صحت اس صفت کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود مین حاضر ہوتے ہین دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان و روح کو قربان کرتے ہین بدون اسکے کہ ثواب جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہین طبقۂ ثالثہ اہل معرفۃ اور ان کے بھی دس اقسام ہین قسم اول ذاکرین ہین اور انکا انفاق تین چیزین یہ ہین ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگون کے بیچ مین ہوکر غفلت کو دور رکھنا سوم رسوم شخصی سے باہر ہوجانا غفلت سے مراد یہان غین قلب ہے جیسا کہ حدیث مسلم مین انہ لیغان قلبی میرے قلب پر غین آجاتا ہے اور مین اللہ تعالیٰ سے ستر بار استغفار کرتا ہون (رواہ مسلم) قسم دوم انہین سے متفکرین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو روح کو کھینچنا تاکہ مشاہدۂ غیوب مین پہونچے اور وہان ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر پڑین - دوم عقل کو چھوڑدینا کہ میدان ملکوت مین جبروت کا مشاہدہ کرے سوم قلب کو بساط قرب سے نزدیک کردینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا و عظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم سوم حکما ہین یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہے اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو مریدین یعنی ایسے شخصون کے واسطے جو درگاہ باریتعالےٰ کی مضبوط خواہش رکھتے ہین کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا قسم چہارم ان مین سے اہل حیا ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین ایک تو سر باطنی سے مقام مکر سے تمیز کردینا اور دوم مشہد ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کردینا - سوم مجاری خطرات سے باریک ریا کو دور کردینا قسم پنجم انہین سے اہل تلوین ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین یہ ہین کہ ربوبیت مین عقل سے یعنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس نیت سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام مین قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو - سوم روح سے سیر کرنا عالم ملکوت مین تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہون قسم ششم انہین سے اہل تمکین ہین اور انفاق انکا تین چیزین یہ ہین ایک نگاہ رکھنا جناح عبودیت کا مقام ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم راسخ ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

لہ یعنی مشاہدہ ذات و صفات تجلی الٰہی کی وغیرہ ۱۲

ہین - اوّل توفاقہ کے وقت جزع نہین کرتے ہین دوم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہین سوم راحت پر محنت وبلا کو اختیار کرتے ہین یعنی محنت وبلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہین قال المترجم وجہ یہ ہو کہ بلا مین ظاہر ایک بلا ہو اور صدہا الطاف خاص پوشیدہ ہوتے ہین پس تمام تو اس ایک بلا ظاہر پر صبر نہین کر سکتا اور یہ لوگ اسپر صبر کر کے ان الطاف کو پہونچ چکے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے ہین کیا نہین دیکھتا کہ حفت الجنۃ بالمکارہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہو جو شخص اس مکروہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا - لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہی اسواسطے کہ اگر خدانخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہو جیسے عوام کو راہ تجربہ و ترک نہین سکھلائی جاتی ہی بخوف آنکہ غالبًا وہ اس راہ مین ایمان سے جاتے رہتے ہین اور حق یہ کہ بلاے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہین ہو کیا نہین دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السّلام نے قید خانہ کو اختیار کیا تھا اور ہوا جو ہوا اور حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد مین کافرون سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث مین ہو کہ دنیا و آخرت کے لیے بہتر دعاے عافیت ہو (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جسنے بلا دی وہی صبر عطا فرماتا ہو و لاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم - یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت و قوت نہین سواے اسکے کہ اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہو حدیث مین ہو کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے بلا مانگی پس تو عافیت مانگ (السنن) حاصل آنکہ اسنے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہو واسأل اللہ تعالیٰ العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ - قسم ہفتم شکر کرنیوالے ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول اپنی زبانون کی ثناے پروردگار سے دیکھکر شرم کرتے ہین کہ ہم بھی تعریف کا دم مارین حالانکہ نعمتون کو خوب پہچانتے ہین دوم انعام کرنے والے پاک بے نیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلون مین متحیر ہوتے ہین سوم اپنی روحین خیرات کرتے ہین اور کسی عوض کے خواستگار نہین ہین قسم ہشتم متوکل ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہو اول استرسال نفوس اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکی بلا نازل ہونے کے وقت دوم اپنے جان ودل کو اسکی رضامندی چاہنے مین خیرات کرنا - سوم اللہ تعالیٰ کی قضاء مقدر جاری ہونیکے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر کو مضبوط رکھتے ہین کہ کوئی بیجا خطرہ نہین آنے دیتے ہین قسم نہم انمین سے راضی لوگ ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہو اول آنکہ اللہ عزوجل جو در حقیقت قادر مختار ہو اسکے اختیار مین ہو گئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوم جو اسکا ارادہ ہو اسکے مقابلہ مین تخییر کرنا چھوڑا سوم اس مرتبہ سے کمتر والون سے اپنے اسرار کو چھپاتے ہین قسم دہم ان مین سے صادقین ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو خالص و پاک رکھتے ہین اور نفس کی رعونت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہین - سوم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہین طبقۂ ثانیہ اہل حالات ان لوگون کی بھی دس قسمین ہین قسم اول انمین سے اہل مراقبہ کہلاتے ہین اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزین ہین اول دفع خطرات اور دوم مناجات کو خفیہ ادا کرنا - سوم آنکہ خلوتون مین حرمت کی حفاظت کرنا قسم دوم اہل خوف ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اول کمتر سونا اور دوم کم کھانا اور سوم قلت کلام یعنی کم بات کرنا - اور قسم سوم انمین سے اہل رجوع ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول آنکہ ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہین دوم ان دونون منزلون سے اوپر چڑھتے ہین سوم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے ہین قسم چہارم محبین ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین اول آنکہ معرض کرامات سے اتقا کرتے ہین دوم طاعات کی طرف التفات نہین کرتے ہین سوم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہین کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہین قسم پنجم ان مین سے

نیت بھی جانتا ہے فیجازی علیہ- پس تم کو اسپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو تمھارے کار خیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمین اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ فرمایا کہ ان اللہ بحیازیکم بجزاء کریم- تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سنانے کو صدقہ دیتے ہین اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا- پھر جانو کہ بعضا وتی نے مما تحبون مین کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانون کے معاونت مین لینے سے بن پڑتے ہوے بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی بندگی مین صرف کرے اور دلکو اسکی یاد مین قربان کرے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالیٰ اکے واسطے تعلیم دینے مین اپنی جان کو وقف کرنا بھی آسمین داخل ہے اور بخاری مسلم وغیرہ نے حضرت انس رض سے روایت کی کہ جب یہ آیت اتری تو ابو طلحہ انصاری رض رسول صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالون مین سے بیر حا بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ ہے مین اللہ تعالیٰ کے پاس اسکا ذخیرہ وثواب چاہتا ہون پس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ جہان چاہین خرچ کرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح ذلک مال رابح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تو نے کہا مین نے سمجھ لیا اور میری راے ہے کہ مین اسکو تیرے اقربا مین صرف کرون عرض کیا کہ آپ جیسا چاہین کرین پس آپ نے ابو طلحہ رض کے اقارب اور چچا کی اولاد مین تقسیم کر دیا- اور ایسی ہی حضرت عمر رض کا حصہ خیبر سب سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح مین اور جلولا یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کرنا بروایت بزار وعبد بن حمید مذکور ہے اور حضرت عمر رض نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ کیا اور یہ تقوی ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری مین ممنوع آیا ہے اگرچہ علما کے نزدیک اسمین فقط کراہت ہے واللہ اعلم- اور ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب مین تقسیم کرنا اولی ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ ومستحبہ کو عام ہے یہ اور من تبعیضیہ ہونے کی تقویت نکلتی ہے اور بعض قراۃ مین بھی- بعض ما تحبون آیا ہے ف عرائس البیان مین اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون- جو لوگ اس صفت کے ہین کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہین انکے چار طبقہ ہین حسب ذیل

طبقۂ اول اہل معاملات- اور اُن کی دس قسمین ہین ایک قسم توبہ کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین ایک ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگون کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ للہ وفی اللہ ترک کرتے ہین قسم دوم تورع کرنے والے ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہین دوم سواے سد رمق کے حلال بھی ترک کرتے ہین سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشون سے خواہ کسی قسم کی ہون جو نفس سے متعلق ہین سب سے نفس کو چھوڑاتے ہین قسم سوم زہد کرنیوالے ہین اوران کا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ مین لاتے ہین اور اسکی ضد سے چھوڑاتے ہین دوم اعمال کو پاک کرتے ہین سوم جوارح واعضا کو احکام سنت پر جھکائے رکھتے ہین اور خود بینی سے ذلیل کرتے ہین قسم چہارم فقرا ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہین دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہین کہ تونگری یا اسکی خواہش پر میل نہ کرے- سوم اپنے آپ کو تمام امور مین عفیف رکھتے ہین کہ انکے حال سے سواے حق عز وجل کے کوئی واقف نہو- قسم پنجم اس طبقہ سے اغنیاء ہین اور انفاق انکا بھی تین چیزین ہین اول مالون کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھین یا ایذا دین یعنے قولہ تعالیٰ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کے پابند ہین دوم فقیرون کے نزدیک تواضع وعاجزی سے رہتے ہین سوم ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

ہرگز نہ پہونچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک

مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ ۝

جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کرو گے سو اللہ تعالے اسکا دانا ہی

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ - ای ثوابہ وہو الجنۃ - تم نیکوکاری کو ہرگز نہ پاؤ گے ف یعنی نیکوکاری کا ثواب نہ پاؤ گے وہ ثواب جنت ہی حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ - یہانتک کہ جن چیزون کو تم چاہتے ہو ان مین سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو اور نفس جن چیزون کی محبت رکھتا ہی تم ان چیزون سے منقطع ہو جاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کرو تب نیکی پاؤ یعنی جو ابرار کا مرتبہ ہی وہ تمکو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہی اور کافرون کے ذکر کے بعد اہل توحید کی نافع چیز کو ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہی اور تنالوا - از نیل ہی بمعنی پالینا جیسے نیل مراد بمعنی حاصل ہونا آور بولتے ہین - نالنی منہ معروف مجھے اسکی طرف سے بھلائی پہونچی اور یہ تول لوا سے نہین جسکے معنی تناول کے ہین پھر بر بمعنی کار خیر و عمل صالح ہی اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے اور مترجم کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہی وہ خوب ہی یعنی حد البر حاصل یہ کہ نیکوکاری کی حد کو نہ پہونچو گے مگر اسیطرح کہ محبوب چیز سے صدقہ کرو - اگرچہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہی اسیواسطے حضرت ابن مسعود و ابن عباس و عطا و مجاہد و سدی سے تفسیر جنت مروی ہی اور بعض نے کہا کہ بر - ای تقوی آور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل مین بر کہتے ہین فعل خیر مین توسع کو - اور یہ جب ہوتا ہی کہ آدمی اخلاق شرعی سے آراستہ ہو علم و حلم و عدل و حیاء و کرم و سخاوت و شجاعت وغیرہ خوبیون سے مزین ہو اور جہالت و غصہ و بے ایمانی و بے شرمی و بخل و تنگدلی و نامردی و خدائے تعالیٰ پر بھروسا نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہونا وغیرہ بدخصلتون سے اللہ تعالیٰ نے اسکو نجات دی ہو جب ایسا خوش خلق ہوتا ہی تو ہر فعل اسکا نکوئی ہو جاتا ہی اسی سے حدیث نواس بن سمعان مین ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے بر کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ حسن الخلق بر ہی فافہم - انفاق سے مراد مطلق خرچ کر ڈالنا نہین ہی بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہی خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ کے یا نفل ہو اور نفل مین اپنے اہل و عیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہی چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ مین آیا کہ جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ مین پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہی (الصحیح) پھر یہ صدقہ اس چیز مین سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے مالون مین سے کوئی مال ہو اور من تبعیضیہ ہی یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کر دینا اچھا نہین ہی جبکہ فاقہ کشی کی نوبت آوے اور محبت سے یہان محبت شرعی مراد نہین بلکہ بشری مراد ہی پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہی بلکہ امر خیر کے واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھنا جائز ہی لہذا حرام و مشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہی اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنی مخصوص وہ اموال جنسے بمقتضائے بشری تم کو محبت ہی انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہین رکھتا ہی پھر محبوب مال خیرات کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہی اور اللہ تعالے پر بھروسا ہی - بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے مین متردد ہوتا ہی - وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ - اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالیٰ اسکا علیم ہی ف اگرچہ مال قلیل ہو پھر تمہاری

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ایک کثیر ذخیرہ ہمیشہ فروخت کے لئے موجود رہتا ہے جس کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے بلا قیمت ملسکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تینوں صفحہ جو سادے بچتے اُن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی مختلف فنون کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخرالدین صاحب کامل دو جلدین۔
کاغذ حنائی ۔
کاغذ سفید گندہ ۔
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲ر
تفسیر سورۂ یوسف ۔ چہار مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ر
پنجسورہ مترجم ۔ باترجمۂ اُردو ۔ ۲ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط بلا جلد ۔ مجلد ۔
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۔ ۔

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام یہ کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون کا نام بے نقط ۔ روایت کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا تھا جیسا سُنا تھا ویسا ہی پایا مطبع کی تمام ترکوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا اور نہایت عمدہ چھپا ۔ بلا جلد ۔ مجلد ۔
فتح الخبیر مصنفۂ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مطبوعۂ غیر ۔ ۴ر

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہے حامل المتن یعنے اوّل عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو میں ۔ بلا جلد ۔
تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی ۔ ۔
ترجمۂ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ جلد اوّل زیر طبع ۔

ایضاً ۔ جلد دوم حسب مراتب بالا ست۔

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبدالحق دہلوی چار مجلدات مین ۔ بلا وضحات زیر طبع

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبدالرحمٰن بن علی یمنی معروف ۔ ۔
سنن ابی داؤد ۔ منجملہ صحاح ستہ ایک یہ بھی ہے کامل دو جلدین از امام سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ معروف زیر طبع
دلائل الخیرات ۔ باترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ و خواص اسماء حسنے معروف ۔ ۸ر
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ۔ ذخیرۂ احادیث مولانا غلام یحییٰ ۔ ۵ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمۂ اُردو دُر مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین ۔
راہ نجات ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔
مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۔ ۵ر

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ
مفتاح کنوز اسرار ربانی مشتمل لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ رموز و دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی و تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ مع بہت سے مفید التزامات کی رعایت کی گئی
الموسوم بہ
تفسیر مواہب الرحمٰن
المشتہر بہ
جامع البیان
مصنفہ
جامع العلوم العقلیہ و النقلیہ بحر الفنون الفرعیہ و الاصلیہ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل و الفواضل عمدۃ الاجلۃ الاماثل
المشتہر بالعلم الخفی و الجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ و عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ باہتمام کیسری داس
مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بخوبی چھپی